DUE DATE

Cl. No. ______________ *Acc. No.* ______________

Late Fine Ordinary Books **25 Paise** per day. Text Book **Re. 1/-** per day. Over Night Book **Re. 1/-** per day.

"کمیٹی برائے ترویج و اشاعت اردو" حکومت آندھرا پردیش اور
عثمانیہ یونیورسٹی کی مالی امداد سے شائع کیا گیا ـ

قدیم اردو

جلد اول، ۱۹۶۵ ء

ایڈیٹر
مسعود حسین خاں

شائع کردہ شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی
حیدرآباد

پہلی اشاعت
تعداد
قیمت

ملنے کا پتہ

خریداری کے سلسلے کی جملہ خط و کتابت
منیجنگ ایڈیٹر، ڈاکٹر غلام عمر خاں،
شعبۂ اردو ، عثمانیہ یونیورسٹی
حیدرآباد سے کی جائے۔

مطبع

دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد میں طبع ہو کر
شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی
سے شائع ہوا۔

افتتاحیہ

"قدیم اردو" کا یہ تحقیقاتی سلسلۂ مطبوعات، حیدرآباد اور شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی کی ان روایات علمی کا تسلسل پیش کرتا ہے، جنکی بدولت، پچھلی نصف صدی میں، انفرادی اور اجتماعی کوششوں کے ذریعہ، اردوئے قدیم کا نایاب سرمایہ دست برد زمانہ سے محفوظ رہ گیا، اور تاریخ ادب اردو کا ایک نیا دبستان کھل گیا۔

کسی بھی زبان کی تاریخ ادب لکھنے سے قبل یہ ناگزیر ہے کہ اس زبان کے مشہور شعرا اور اہل قلم کی تصانیف کے تحقیقی ایڈیشن مقدمات وحواشی کے ساتھ مرتب کردیے جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ جامعہ عثمانیہ کے قیام کے بعد پہلی بار اس کام کی جانب سنجیدگی سے توجہ کی گئی اور مختلف افراد اور کمیٹیوں نے اس کام کو حسب استداد انجام دیا، اسطرح کہ تھوڑے ہی عرصے میں کم و بیش پچیس نایاب مخطوطات منظرعام پر آگئے۔ لیکن قدیم اردو کا جس قدر سرمایہ ابھی تک حیدرآباد اور دکن کے دوسرے مقامات پر سرکاری اور ذاتی کتب خانوں میں محفوظ ہے اسکی کمیت کے پیش نظر جو بھی کام اب تک ہوا ہے وہ 'یک نظر بیش نہیں' کا مصداق ہے۔

چنانچہ ”قدیم اردو“ کے عام نام کے تحت، یہ تحقیقی
قرار پائی کہ اردو مخطوطات کو شائع کرنے کا سلسلہ
شعبہ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی کی جانب سے از سرنو جاری
کیا جائے۔ اس کی پہلی جلد پیش خدمت ہے، جس میں
پانچ چھوٹے بڑے مخطوطات اور بعض نادر غزلیات اور
رباعیات کا متن، سیر حاصل مقدمات و حواشی کے ساتھ،
پہلی بار مرتب کر کے پیش کیا جارہا ہے۔ ان کی ترتیب
و تہذیب میں مرتبین نے اپنا اپنا انفرادی انداز قایم رکھا ہے،
تاہم اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ قدیم اردو کے
تلفظات کا صحت کے ساتھ تعین کیا جاسکے۔ اس غرض سے
اعراب اور دیگر تشریحات سے مدد لی گئی ہے۔ مشکل
مقامات سے سرسری گذرنے اور محض نقل نویسی کا جو
عام انداز اب تک رہا ہے، اس سے گریز کیا گیا ہے۔ تلاش
وجستجو کے باوجود جو مقامات حل نہیں ہوسکے ان پر
سوالیہ نشان قایم کردیا گیا ہے۔ فرہنگ نویسی میں جہاں
ضرورت محسوس کی، تاریخی لسانیات سے مدد لے کر معنی کا
تعین کیا گیا ہے۔ قیاسی تصحیح کے مقامات کی وضاحت کردی
گئی ہے۔ جن مخطوطات کا متن اس شمارہ میں پیش
کیا جارہا ہے ان کے بارے میں کچھ کہنا لاحاصل ہے،
اسلئے کہ ہر مرتب نے شرح و بسط کے ساتھ زیر ترتیب
مخطوطے کی ادبی و لسانی اہمیت سے بحث کی ہے۔ صرف

ایضاً اشارہ کر دینا کافی ہوگا کہ قدیم اردو کے اس شمارے میں ایسا متن بھی شامل ہے جو ادبی حیثیت سے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے اور ناقدین ادب کی طبع آزمائی کے لئے نئی جولاں گاہ فراہم کرتا ہے، اور ایسا متن بھی، جو اپنی لسانیاتی اہمیت کی وجہ سے اردو زبان کے مورخ کے لئے ناگزیر ہے۔

"قدیم اردو" کا پہلا شمارہ جس اہتمام کے ساتھ دیدہ زیب کاغذی پیرہن میں نکل رہا ہے، اس کا، اس انداز میں شائع کرنا، ممکن نہ ہوتا اگر سرکار آندھراپردیش کی "کمیٹی برائے ترویج و اشاعت اردو" کی فیاضانہ مالیاتی امداد شامل حال نہ ہوتی۔ میں اس سلسلے میں اس کے صدر، جناب سید علی اکبر صاحب اور معتمد اعزازی، جناب رائے جانکی پرشاد صاحب اور دیگر اراکین کمیٹی کا بے حد ممنون ہوں، جن کے توسط سے قدیم اردو کے لیے سب سے بڑا عطیہ مل سکا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر، ڈاکٹر ڈی۔ ایس۔ ریڈی اور یونیورسٹی کالج آف آرٹس اینڈ کامرس کے سابق پرنسپل پروفیسر عبدالقادر صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں جن کی علم دوستی اور سفارش کے ذریعہ عثمانیہ یونیورسٹی سے بھی اس رسالہ کے لیے ایک گراں قدر رقم مل سکی۔

آخر میں مجھے رفیق شعبہ ڈاکٹر غلام عمر خاں صاحب سے اظہار تشکر کرنا ضروری ہے، جنھوں نے اس کی طباعت کے ہر ہر مرحلہ پر میرا ہاتھ بٹایا۔ عزیز شاگرد مصطفیٰ کمال صاحب نے سرورق کی طباعت میں جو تگ و دو کی ہے، اس کے لیے میں ان کا بھی ممنون ہوں۔ مجھے امید ہے کہ محققین کے جس گروہ نے، قدیم اردو کے پہلے شمارے کے لیے صلہ و ستائش کی تمنا کیے بغیر، محض نشاط کار کی خاطر شب زندہ داریاں کی ہیں، ان کا قلمی تعاون مجھے آئندہ بھی حاصل رہے گا تاکہ اردوئے قدیم کے نایاب متن کو شائع کرنے کا یہ سلسلہ، سال بہ سال، جاری رہے اور اسی طرح مرحوم جامعہ عثمانیہ کے علمی قرض کا کچھ حصہ چکایا جاسکے۔

مسعود حسین خاں

۱۷ / ستمبر ۱۹٦۵ء
حیدرآباد

فہرست

۱ ۔ کَھنا ستونتی — از ملک الشعرا "غوّاصی" — ۱
مرتبہ: ڈاکٹر غلام عمر خاں،
استاد، شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

۲ ۔ کلامِ معظم بیجاپوری — ۲۲۲
مرتبہ: جناب ابو النصر محمد خالدی،
استاد، شعبۂ تاریخ، عثمانیہ یونیورسٹی

۳ ۔ کشف الوجود — از سید داول — ۲۸۳
مرتبہ: جناب محمد اکبر الدین صدیقی،
استاد، شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

۴ ۔ پرت نامہ — از قطب الدین "فیروز" بیدری — ۳۳۳
مرتبہ: ڈاکٹر مسعود حسین خاں،
صدر، شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

۵ ۔ بکٹ کہانی (بارہ ماسہ) از محمد افضل، "افضل" — ۳۶۷
مرتبہ: (۱) ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی
(۲) ڈاکٹر مسعود حسین خاں

۶ ۔ نادر غزلیات حسن شوق — ۵۱۲
مرتبہ: جناب حسینی شاہد، پرنسپل،
اردو آرٹس کالج، حیدرآباد

۷ ۔ نادر دکنی رباعیاں — ۵۲۱
مرتبہ: ڈاکٹر سیدہ جعفر، استاد،
شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

مَینا سَتونتی

از

ملک الشعراء غواصی

مرتبہ

ڈاکٹر غلام عمر خاں

استاد شعبہ اردو ، عثمانیہ یونیورسٹی

مقدمہ

غواصی کی دو طویل مثنویاں «سیف الملوک و بدیع الجمال» ر «طوطی نامہ» اور اس کے ضخیم دیوان سے کچھ ادھوری زلیں اور قصائد «کلیات غواصی» کے نام سے شائع ہو چکے یں۔ غواصی کے پیش نظر مثنوی «مَیناستونتی» ہے جس کے متعدد نسخے گذشتہ آٹھ دس سال کے عرصے میں ہندوستان کے کتب خانوں میں دریافت ہوئے ہیں۔

اس مثنوی کے دو مخطوطے ابتداء مولوی نصیر الدین ہاشمی کو لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں ملے تھے، جس کا ذکر نہوں نے «یورپ میں دکھنی مخطوطات» میں تحقیق طلب مخطوطات کے تحت کیا ہے۔ بلوم ھارٹ کے مرتبہ کٹلاگ کی اتباع میں مذکورہ توضیحی فہرست میں بھی اس مثنوی کو کوا اور مینا کی کہانی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مَینا یا مَیناوتی، قصہ کی ہیروئن کا نام ہے۔ کہانی کا ہیرو، لورِک ایک گوالا ہے، جس کے لیے قدیم دکنی میں «گوال» کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور جو مخطوطوں میں «کوال» کی شکل میں ملتا ہے۔ مَینا کی مناسبت سے غالباً اس لفظ کو کوّا سمجھا گیا، اور قصہ کو کوّا اور مینا کی کہانی۔ انڈیا آفس کے ان مخطوطوں سے مصنف کے نام یا سنہ تصنیف پر کوئی

روشنی نہیں پڑتی ا

یورپ میں دکنی مخطوطات کی اشاعت کے تقریباً چونتیس برس بعد، جب ہاشمی صاحب نے سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اردو مخطوطات کی فہرست مرتب کی، تو یہاں انہیں اس مثنوی کے پانچ نسخے ملے۔ اور مثنوی کے بعض اشعار میں لفظ « غواص » کے استعمال سے انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ شاید یہ مثنوی غواصی کی ہو. کیوں کہ غواصی نے اپنی دوسری تصانیف، بالخصوص « سیف الملوك » میں متعدد مقامات پر اپنا تخلص « غواص » استعمال کیا ہے۔ مینا ستونتی کے جن اشعار میں لفظ « غواص » استعمال ہوا ہے ' وہ یہ ہیں :

مرے ست کے دریا کا لورك غواص
نہ لیے سے کوئی اس باج موتیاں کی راس

بزاں سور غواص باندیا کمر
ڈوبیا جا کے مغرب کے دریا بھتر

چوں کہ ان اشعار میں « غوّاص » تخلص کی حیثیت سے نہیں، بلکہ لفظی معنوں میں استعمال ہوا ہے، اس لیے ہاشمی صاحب مرحوم کے بیان کے مطابق ان کے ایك ملاقاتی نے جو دکنی مخطوطات سے دلچسپی رکھتے تھے، ان کے

---

(۱) یورپ میں دکنی مخطوطات، ص ٥٦٨ تا ٥٧٠ .

[illegible] قصه کی تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ لیکن پانچ سال
بعد سنه ۱۹۳۰ع میں جب هاشمی صاحب نے کتب خانه آصفیه
(اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) کے مخطوطات کی توضیحی فهرست
مرتب کی ، تو اس لائبریری میں بھی چار نسخے انہیں اس
مثنوی کے دستیاب هوئے ، جن کے منجمله دو قدیم ترین
مخطوطوں میں قصه کے آخر میں وہ اشعار ملے جن میں
واضح طور پر شاعر کا تخلص موجود تھا۔ چنانچه متذکرہ
فهرست میں ان مخطوطات کے متعلق هاشمی صاحب نے
لکھا ہے :

«بعض اصحاب کا خیال ہے که یه مثنوی غواصی کی
نہیں ہے ۔ اس لیے تخلص کے اشعار یہاں درج کیے جاتے هیں ،
کیوں که کتب خانه سالار جنگ کے مخطوطات میں تخلص کے
اشعار نہیں هیں » ۱

اشعار یه هیں :

کیا نظم قصے کا نابات کھول
دیکھو چوك یاراں تو راکھو نه بول

پڑے فہم داراں میں هوں کم فہام
کیا هوں یو نادانگی سوں تمام

غواصی کہتے یو کرنا نظر
دعا حق سوں منگنا مرے حق اوپر

---

(۱) اردو مخطوطات کتب خانه آصفیه ، جلد اول ، ص ۹٤ ۔

نویں مخطوطے میں تخلص والے مصرعہ کے الفاظ یہ ہیں:

غواصی ہو کرنا کرم کی نظر

ڈاکٹر زور مرحوم نے بھی کلیات غواصی پر جو مقدمہ لکھا ہے، اس میں غواصی کے حالات اور تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے اس غیر مطبوعہ مثنوی کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ کتب خانہ آصفیہ کی توضیحی فہرست جس میں مینا ستونتی کے مندرجہ بالا مخطوطوں کی تفصیل درج ہے اس وقت بھی منظر عام پر نہیں آئی تھی۔

راقم نے کوئی ڈھائی سال قبل اس مثنوی پر کام شروع کیا تھا۔ نو مخطوطات کی مدد سے اسے اشاعت کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔ ان مخطوطات کی تفصیل درج کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کے حالات زندگی کا سرسری خاکہ ابتدا میں پیش کر دیا جائے۔

غواصی کے حالات زندگی

عہد وسطی کے بعض نامور شاعروں کی طرح غواصی کی زندگی کے تفصیلی حالات بھی ابھی تک پردہ تاریکی میں ہیں۔ اس کا نام، سنہ پیدائش، تعلیم و تربیت، خانگی زندگی، سنہ وفات، مدفن، بالخصوص زندگی کے آخری زمانے کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ قطب شاہی تاریخوں میں کچھ اچٹتے ہوئے اشارے، خود شاعر کے کلام کی داخلی شہادتیں، بعد کے شعرا

تذکرہ نگاروں کے وہ اشعار یا مختصر جملے، جن میں غواصی کے کمال فن کا اعتراف کیا گیا ہے، یہی اس کے حالات کا ماخذ ہیں۔ ان خارجی اور داخلی شہادتوں سے جو چیدہ چیدہ مواد اب تک جمع ہوا ہے، اسے مولوی نصیرالدین ہاشمی نے "دکن میں اردو" کے چھٹے ایڈیشن (سنہ ۱۹۶۳ ء) میں، اور "کلیات غواصی" کے مقدمہ میں ڈاکٹر زور نے یکجا کر دیا ہے۔ اس لیے ان تفصیلات کو جزوی شہادتوں کے ساتھ یہاں دہرانے کی بجائے، ذیل میں غواصی کے حالات کا صرف ایک مختصر خاکہ جمع شدہ مواد کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ البتہ اس کے نو دریافت شدہ کلیات کے بعض ایسے اشعار، جن سے راقم کے خیال میں غواصی کے حالات زندگی پر کچھ روشنی پڑتی ہے، ضروری وضاحت کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔

غواصی، وجہی اور محمد قلی کے مقابلہ میں کم عمر تھا۔ قیاس ہے کہ عہد محمد قلی (۱۵۸۰ تا ۱۶۲۵ ع) کے نصف آخر میں، یعنی سولھویں صدی کے ربع اول میں اس نے مشق و مزاولت کی بدولت شعر گوئی میں مہارت حاصل کرلی تھی؛ اور تدریجی طور پر اسے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد، اور اپنے کمال فن کا شدید احساس پیدا ہوتا گیا۔ محمد قطب شاہ کے عہد حکومت میں سنہ ۱۶۱۶ ع، یا سنہ ۱۶۱۸ ع میں، اس نے

مثنوی سیف الملوک تصنیف کی ۔ اس زمانے میں وہ معاشی
معاشی حیثیت سے عسرت اور کس مپرسی کی زندگی گزار رہا تھا۔
پھر سنہ ۱۶۲۰ ع میں جب عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہوا
تو غواصی نے نوجوان بادشاہ کے مذاق شعر و ادب کے پیش نظر،
اس مثنوی میں محمد قطب شاہ کی بجائے سلطان عبداللہ کی مدح
میں اشعار شامل کر کے اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔
عبداللہ قطب شاہ نے اس کی سرپرستی کی، اور وہ دربار شاہی
سے متعلق ہوگیا۔ بادشاہ نے غالبا اسے «فصاحت آثار» کے
خطاب سے بھی نوازا تھا، کلیات غواصی کے ایک قصیدے
میں ایک جگہ یہ واضح اشارہ ملتا ہے:

هزار شکر جو خوش ہو کے یو شه عارف
خطاب منج کوں دیا ہے «فصاحت آثاری»

شاید یہ قصیدہ غواصی نے اسی موقع پر لکھا تھا۔
کیوں کہ شروع سے آخر تک سارا قصیدہ تشکر و احسان مندی
کے احساسات سے معمور ہے۔ آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے:

زباں اچاؤں ترے شکر سات اے باری
کہ ہر زباں پہ ترا شکر ہے سدا جاری
تہیں کریم، تجی کوں سجے کریمی جم
تہیں غفور، تجی کوں سہاے غفاری

کہے جہاں میں توں نئیں دیکتا سو نئیں ہے کچ

کہ ہر ذرے کے اُپر ہے تری نظر ساری

ہر اک بندے پہ ستر مادراں کی تیری مہر

تمام جگ تیرے یک مہر پرتے بلہاری

قصیدے کے آخری اشعار یہ ہیں :

اچھو تدھاں تلک اس شاہ کا بلند اقبال

جدھاں تلک کرے تاریاں میں چاند سرداری

خوشی سوں راکھ خدایا منج اوس کے سائے میں

کہ میں غواصی جم اس کا بندا ہوں درباری[1]

دربار شاہی سے متعلق ہونے کے بعد، غواصی کی قسمت کا ستارہ بہت جلد چمک اٹھا ، اپنی شاعرانہ حیثیت سے قطع نظر ، اس نے بادشاہ کے مزاج میں بھی کافی دخل پیدا کرلیا تھا ، چنانچہ اپنے قصائد میں وہ حکام سلطنت کی کوتاہیوں کی جانب بادشاہ کی توجہ مبذول کرتا ہے ، اور ایک با اعتماد مشیر کی طرح اسے ضروری مشورے دیتا ہے[2] بادشاہ نے اسے جاگیر و مناصب سے بھی سرفراز کیا تھا ، ایک قصیدہ میں وہ بادشاہ سے شکوہ کرتا ہے کہ جو گاؤں اسے جاگیر میں عنایت کیے گئے ہیں وہ اتنے دور افتادہ

---

(۱) کلیات غواصی ، ص ۹۲ تا ۹۷ .

(۲) کلیات غواصی ، ص ۷۵ .

ہیں کہ ان سے مستفید ہونا عملاً اس کے لیے دشوار ہے۔ اس کی بجائے کوئی ایسا علاقہ اسے جاگیر میں عطا کیا جائے جس سے وہ خاطر خواہ مستفید ہو سکے ۱۔

سنہ ۱۶۳۰ء میں جب والی بیجاپور محمد عادل شاہ نے ملک خوشنود کو (جو ابتداً گولکنڈہ کا باشندہ تھا) اپنے سفیر کی حیثیت سے حیدرآباد بھیجا، تو اس سفارت کے جواب میں عبداللہ قطب شاہ نے غواصی کو اپنے سفیر کی حیثیت سے بیجاپور روانہ کیا، جہاں بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ اس کی آو بھگت کی گئی، اور جب وہ لوٹا تو محمد عادل شاہ نے ایک بڑا ہاتھی، متعدد گھوڑے اور بیش بہا تحائف اس کی نذر کیے۔ قیام بیجاپور کے زمانے میں غواصی نے اپنی شخصیت اور کمال فن کا ایسا عمدہ مظاہرہ کیا کہ بیجاپور کے ملک الشعراء نصرتی اور مقیمی نے اپنی تصانیف میں اس کا ذکر احترام و عقیدت کے ساتھ کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غواصی کا یہ دعوی،

مرا گیان عجب شکرستان ہے
جو اس تے مٹھا سب ہندستان ہے

جتے ہیں جو طوطی ہندستان کے
بھکاری ہیں منج شکرستان کے

---

(۱) کلیات غواصی، ص ۷۶۔

بالکلیہ بے بنیاد نہیں تھا ، اور اس کی شاعرانہ عظمت کا شہرہ شمالی ہند میں بھی پہنچ چکا تھا ۔ یہی وجہ تھی کہ تقریباً سوا سو سال بعد شمالی ہند میں جب قیام الدین قائم ، میر تقی میر ، اور میر حسن نے شعرا کے تذکرے مرتب کیے تو شعرائے متقدمین میں انہوں نے غواصی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ، جبکہ اس عہد کے دوسرے ممتاز شعرا وجہی اور محمد قلی کا بھی ان تذکروں میں کوئی ذکر نہیں ملتا ۱ ۔

---

(۱) میر صاحب نے نکات الشعراء کی مختصر تمہید میں شعرائے دکن کے تعلق سے اختصار سے کام لینے کی یہ دلچسپ توجیہ کی ہے ، فرماتے ہیں :

« اگرچہ ریختہ در دکن است ، چون از آنجا یك شاعر مربوط بر نخواسته ، لهذا شروع به نام آنها نه کرده و طبع ناقص مصروف اینهم نیست که احوال اکثر آنها ملال انـد و زگردد ۔ مگر بعضے از آنہا نوشته خواهد شد » ۔

میر صاحب کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اٹھارویں صدی میں بھی دلی کے مشاہیر اردو نے شعرائے دکن کے صرف چرچے سنے تھے ، اور ان کی مبسوط و مربوط تصانیف یا تو اس وقت تك بھی شمالی ہند نہیں پہنچی تھیں ، یا قدامت زبان کے سبب وہ ان کی ادبی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے سے قاصر تھے ۔

(باقی ص ۱۰ پر)

غواصی کے مذہبی اعتقادات اس کے کلام سے واضح ہیں۔ وہ سید شاہ أبو الحسن علی حیدر ثانی کا مرید تھا، جن کی مدح میں متعدد اشعار اس کلیات میں ملتے ہیں۔ ایک جگہ وہ اپنے سلسلہ قادریہ سے متعلق ہونے پر اسطرح مطمئن ہے:

هر سند قادری ہوں غواصی
یا بھلا یا برا جُکُچ ہوں میں

غواصی کے کلام میں اس کا تخلص پانچ مختلف شکلوں میں ملتا ہے، غَوَاصی، غوّاصی، غَوَاض، غَوّاض، غَوّاصیا۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

نکو کم ہور نکو پوچ اے غَوّاصی سُد کے باتاں منج
نہیں سد منج کوں عالم کی کہ بے سُد ہو رہتا ہوں میں

(مسلسل) میر صاحب نے نکات الشعراء میں غواصی کا صرف ایک شعر درج کیا ہے، جو یہ ہے:

جو کوئی اس مزرع دل میں برہ کا بیج بوتا ہے
تو ہرگز اس کے بستاں میں گل امید ہوتا ہے

مولوی عبد الحق نے فٹ نوٹ میں صراحت کی ہے کہ "تو" کی بجائے "نہ" ہونا چاہیے۔ لیکن راقم کو غواصی کا مطبوعہ کلیات میں کہیں یہ شعر، یا اس زمین میں غواصی کی کوئی غزل نہیں ملی۔ ویسے زبان کے لب و لہجہ سے، اور شعر میں "مزرع دل" اور "گل امید" کی دو فارسی ترکیبوں کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے شاید یہ بعد کے دور کا کسی شاعر کا شعر ہو۔

فرشتے عرش کے جھلتے ہیں مست ہو آج غوّاصی
نہ جانوں یو غزل میری کنے واں جا سنائے ہیں

تج عشق میں دیا ہے غوّاص آپنا جیا
میراں جیا کے پیر جہانگیر کے بدل

جسے کنہ ہے سو منج تے ہے غوّاص
بول دکھنے پیا بسہ ٹہار نہیں

غوّاصیا معطر عالم کوں سب کیا ہے
گویا یو مرثیا ہے ریحان کربلا کا

چند سال پہلے شائع شدہ ایک مضمون میں غواصی کا نام شیخ حسین جاہ الدین بتایا گیا ہے، لیکن یہ قیاس کافی مشتبہ اور تحقیق طلب ہے۔

تصانیف غواصی کی دو مثنویاں ''سیف الملوک و بدیع الجمال'' اور ''طوطی نامہ'' مولوی سعادت علی رضوی نے مرتب کر کے سنہ ۱۹۳۸ء میں شائع کی تھیں۔ گذشتہ دس سال میں اس کی مزید دو تصانیف دریافت ہوئی ہیں۔ ایک زیر بحث مثنوی ''مینا ستونتی'' ہے، اور دوسرے اس کا ضخیم کلیات، جو ہنوز محققانہ ترتیب و تدوین کا محتاج ہے۔ غواصی کی ایک اور مثنوی ''لیلی مجنوں'' کا حال بھی راقم نے سنا ہے، لیکن یہ امر ابھی تحقیق طلب ہے۔

مینا ستونتی کا زمانۂ تصنیف | غواصی کی پیش نظر

مثنوی «مینا ستونتی» کے کسی نسخے سے اس کے سنہ تصنیف پر روشنی نہیں پڑتی - زیر بحث مثنوی اور غواصی کی دوسری تصانیف کے داخلی شواہد کی بنا پر راقم کا خیال ہے کہ یہ مثنوی، «طوطی نامہ» اور «سیف الملوک» سے قبل کی تصنیف ہوگی - مندرجہ ذیل داخلی شہادتوں سے مینا ستونتی کے زمانہ تصنیف کا اندازہ لگانے میں مدد ملتی ہے -

۱ - غواصی کی دوسری دومثنویوں پر نگاہ ڈالی جائے تو سیف الملوک کے مقابلہ میں طوطی نامہ، زبان و بیان اور کمال فن کے اعتبار سے دور پختگی کی پیداوار معلوم ہوتا ہے - اسی نقطہ نگاہ سے مینا ستونتی، زبان، اسلوب بیان، اور تخیل کی مشترک خصوصیات کے باوجود[۱] شاعرانہ کمال اور فنی پختگی کے اعتبار سے طوطی نامہ اور سیف الملوک دونوں سے قبل کی تصنیف معلوم ہوتی ہے -

۲ - شاعرانہ کمال کے تدریجی نشوونما کے ساتھ ساتھ غواصی کو اپنی صلاحیتوں پر اعتماد، اور اپنی عظمت کا احساس پیدا ہو گیا تھا - طوطی نامہ میں جو اسکے دور پختگی کی

---

(۱) غواصی کی ان تینوں مثنویوں میں زبان اور اسلوب بیان کی مشترک خصوصیات سے متعلق مقدمہ کے آئندہ صفحات میں بحث کی گئی ہے -

پیداوار ہے، وہ اپنے کمال فن پر نازاں ہے ۔ ایک خود شناس اور پختہ کار فنکار کی طرح، کسی عجز و انکسار کے بغیر وہ اپنے کار نامہ پر اس طرح اظہار خیال کرتا ہے:

یو نامہ رنگا رنگ نرمل پخھل
ہوا اس زمانے میں سب بے بدل
اگر یو چڑے نکتہ دانی کے ہات
سینے پر شنے کے لکھیں نیر سات
مرا کام ہے اس زمانے میں آج
کہ ساجے نہ یو کام کس منج باج
جو سلطان عبداللہ اس دور کا
ہے راجا سلیمان کے طور کا
شگفتا کیا دیک اس کا کرم
سو جھمکیا مری طبع کا جام جم
حو اس شہ کی خاطر پڑیا یو قبول
گگن تے ہوا منج پو رحمت نزول
جو یو نظم میرا عروسی کیا
سُرج منج سوں آدست بوسی کیا
کہیا اے سخن سنج صاحب تمیز
بچن کے سو ہے مصر کا توں عزیز
تری طبع پر صد ہزار مرحبا
سچا توں ہے منظور آل عبا

کئی اس بات کوں لاف جانو نکو
برے ہو برا دل میں مانو نکو
کہ جس کے صدف میں رتن خاص ہے
کرے لاف گر ان تو انصاف ہے
چھپاؤں سکتا آپس کونڈ میں
کہ چھپتی نہیں پھول کی باس کئیں
سخن پروراں یک تے یک ہیں زیاد
ولے ہور ہے منج زبان کا سواد
یوں افسانہ جو عیب تے دور ہے
سلاست کے اسمان کا سُور ہے[1]

طوطی نامہ کے ان اشعار کے مقابلہ میں سیف الملوک میں تعلی یا خود شناسی کا یہ راگ مدھم سروں میں ملتا ہے:

جو سلطان عبداللہ انصاف کر
مرے جوہراں بو تے دل صاف کر
دیوے داد میرا، بہوت مان پاؤں
اسس دور تھے تا کریبان پاؤں
کہ یو شاہ میرا خریدار ہوے
تو تازا مرا طبع گلزار ہوے

---

(۱) طوطی نامہ، ص ۲۸٤ ، ۲۸۵ .

کہ جھکیں ہوں میں صفت سلہار تھے
دھروں دغدغے لك اس آزار تھے

جو بھوگی نول شہ ستے فرح پاؤں
تو اس تہیں رتن خاص دھنڈ دھنڈلیاؤں

اگرچہ ہوں شہ کے بندیاں میں حقیر
ولے شعر کے فن میں ہوں بے نظیر

کہ موں کھول یوں میں کہوں کیا اپیں
گواہی دیویں شعر اپیں ناچہیں

میناستونتی میں ، آغاز قصہ سے قبل جو تین چار اشعار اس نے مثنوی کے تعلق سے لکھے ہیں ، اگرچہ ان میں بھی تعلی اور خود پسندی کا یہ رجحان نمایاں ہے لیکن درجہ کے اعتبار سے بہت کم :

رسالہ اتھا فارسی یو اول
کیا نظم دکھنی ستے بے بدل

عقل فہم عرفان کا کام ہے
محبت کے دریا کا پر جام ہے

منھی یك حکایت عجب خوب تر
رسالہ مرا خوب شہد و شکر

لیکن مثنوی کے آخری اشعار میں جس انکسار کے ساتھ وہ اپنے کارنامہ کو قارئین کے آگے پیش کرتا ہے ، اس سے اندازہ

ہوتا ہے گویا یہ مثنوی، میدان شاعری میں کسی تازہ وارد نوجوان کی پہلی کوشش ہے:

کیا نظم قصے کا نا بات کھول
دیکھو چوک یاراں تو رہا کھو نہ بول

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام

غواصی کینے پو کرنا نظر
دعا حق سوں کرنا مرے حق اوپر

(میں نے ایک قصہ کو پر لطف اور دلکش بنا کر نظم کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ اگر اس میں کچھ خامیاں نظر آئیں تو نکتہ چینی نہ کیجئے۔ ابھی تو میں دانشمندوں اور باکمالوں کی صف میں ایک خام کار کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اور اسی حیثیت میں، میں نے جوں توں یہ کام انجام دیا ہے۔ ایک خرد اور نا چیز کی حیثیت سے میں نگاہ کرم کا محتاج ہوں، اور آپ کی دعاؤں کا طالب ہوں)۔

۳۔ مینا ستونتی، سیف الملوک، اور طوطی نامہ میں شاعر نے اپنے مذہبی عقاید کے اظہار میں تدریجی طور پر اپنے رویہ کو جس طرح محتاط بنایا ہے، اس سے بھی مینا ستونتی کے زمانۂ تصنیف کا اندازہ لگانے میں مدد ملتی ہے۔ پیش نظر مثنوی میں آغاز قصہ سے قبل حمد و نعت، خلفائے راشدین

کی مدح ، پھر حضرت امام حسن ، امام حسین ، حضرت عبدالقادر جیلانی اور خواجہ بندہ نواز کی منقبت میں اشعار ملتے ہیں ۔ ان اشعار سے شاعر کے عقاید کے متعلق جو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں ، وہ غواصی کی دوسری مثنوی سیف الملوک میں ظاہر کیے ہوے عقاید کے مطابق ہیں ۔ سیف الملوک میں حمد و نعت کے بعد خلفاے ثلاثہ کی مدح میں دو اشعار ملتے ہیں ، پھر حضرت علی کی منقبت میں چوبیس اشعار ، حضرت عبدالقادر جیلانی اور خواجہ بندہ نواز کی مدح میں چند اشعار ، اور آخر میں سلطان عبداللہ قطب شاہ کی تعریف میں ایک طویل نظم ۔ واضح رہے کہ یہ مثنوی غواصی نے اس وقت تصنیف کی تھی جب کہ دربار شاہی میں اس کی رسائی نہیں ہوئی تھی ، لیکن ایک خوش گو شاعر کی حیثیت سے اس کی شہرت قائم ہو چکی تھی اور وہ خود کو تقرب شاہی کا مستحق سمجھتا تھا ۔ لیکن غواصی کی آخری تصنیف طوطی نامہ میں جب کہ اس کے عروج کا ستارہ اوج کمال پر تھا ، اور بادشاہ کے مقربین میں اس کا شمار ہوتا تھا ، آغاز قصہ سے قبل حمد و نعت کے اشعار کے بعد اصحاب ثلاثہ اور حضرت عبدالقادر جیلانی کا ذکر نہیں ملتا ۔

ان تینوں مثنویوں میں شاعر نے اپنے عقاید کے اظہار میں جو تدریجی احتیاط ملحوظ رکھی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مینا ستونتی اس کے ابتدائی زمانے کی تصنیف ہوگی، جب کہ وہ نوجوان شاعر کی حیثیت سے ابھر رہا ہوگا، اور دربار شاہی تك رسائی کے حوصلے اس کے دل میں پیدا نہیں ہوے تھے۔ وہ کھل کر اپنے عقایـد کا اظہار کرتا ہے، اور بادشاہ کا کہیں ذکر نہیں کرتا۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی نے بھی ایسا ھی خیال ظاہر کیا ہے:

«اگرچہ اس کی صحیح تاریخ تصنیف معلوم نہیں ہوئی ہے، مگر خیال ہے کہ سنہ ۱۰۳۰ ھ کے قریب مرتب ہوئی ہے۔ اس مثنوی میں اس کی دوسری مثنویوں سیف الملوك اور طوطی نامہ کی طرح بادشاہ کی مدح نہیں ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ اس زمانے میں اس کو شاہی تقرب حاصل نہیں ہوا تھا»[1]

اس طرح اگر یہ مان لیا جاے کہ مینا ستونتی غواصی کی پہلی تصنیف ہے، تو اس کا زمانۂ تصنیف، سیف الملوك کے سنہ تصنیف (سنہ ۱٦۱۷ ع یا سنہ ۱٦۱۸ ع) سے پانچ دس برس پہلے کا زمانہ ہوسکتا ہے۔

---

(۱) اردو مخطوطات، کتب خانہ آصفیہ: ص ۷٤ ۔

غواصی کی اس مثنوی کے مختلف نسخے جو ہندوستان اور بیرون ہند کے مختلف کتب خانوں میں اب تک دریافت ہوے ہیں، حسب ذیل ہیں:

۱ ۔ انڈیا آفس لندن کے کتب خانے میں دو نسخے ۔ جن کا نشان بلوم ہارٹ کے کٹلاگ کے مطابق ۷۷ اور ۷۸ ہے ۔ ان نسخوں کا ذکر یورپ میں " دکنی مخطوطات " کے صفحات ۵٦۸ تا ۵۷۰ میں ملتا ہے ۔

۲ ۔ کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد دکن) پانچ نسخے ۔ ان کی تفصیل آگے آے گی ۔

۳ ۔ سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد، چار نسخے ۔ ان نسخوں کی تفصیل بھی آیندہ صفحات میں درج ہے ۔

٤ ۔ کتب خانہ انجمن ترقی ہند علی گڑھ، ایک نسخہ، قلمی مثنویات ۷۲ / ٦۲۷ ۔ اس مثنوی کو کٹلاگ میں کسی شاعر " علی وجودی " کی تصنیف بتایا گیا ہے جو درست نہیں ہے[1]

---

(۱) « مینا و لورك » نامی مثنوی کا ایك مخطوطہ، جو دکنی کے کسی گمنام شاعر " مہدوی " کی تصنیف ہے، بمبئی یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے ۔ یہ مثنوی زبان کے اعتبار سے بعد کی تصنیف معلوم ہوتی ہے ۔ قصہ کی تفصیلات اگرچہ خاصی مختلف ہیں، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہدوی نے غواصی کی مثنوی سے دل کھول کر استفادہ کیا ہے ۔

اس مثنوی کی ترتیب میں کتب خانہ آصفیہ کے چار نسخے ، اور سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے پانچ نسخے ، اسطرح جملہ نو مخطوطے مرتب کے پیش نظر رہے ہیں ۔ جنہیں ایڈٹنگ کے دوران حوالوں کی سہولت کی خاطر میں نے (الف) ، (ب) ، (ج) ، (د) ، (ی) ، (ف) ، (ل) ، (م) ، (ن) سے موسوم کیا ہے ۔ ان نسخوں کی مختصر توضیح درج ذیل ہے ۔

مخطوطہ (الف)

یہ نسخہ کتب خانہ آصفیہ کی ملکیت ہے ۔ کتب خانہ کی فہرست کے مطابق اسکا نشان اردو مثنوی (۱٤۱ جدید) ہے ، اور ہاشمی صاحب کی توضیحی فہرست کے مطابق ، منظوم افسانے ۲۰۵ ۔ مثنوی لائبریری سائز کے ۵۹ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے ۔ ہر صفحہ پر ۱۳ سطریں ہیں ۔ خط نسخ میں ہے ، اور کاغذ قدیم دیسی قسم کا ۔ کتابت اور کاغذ ہر دو اعتبار سے یہ نسخہ نہایت قدیم معلوم ہوتا ہے ۔ دوسرے نسخوں کے مقابلے میں کتابت کی غلطیاں بھی ، اس نسخہ میں نسبتاً کم ملتی ہیں ۔ بعض صفحات کے کچھ حصے کرم خوردہ ہیں ۔ ذیلی سرخیاں فارسی میں دی گئی ہیں ۔ آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے :

کہوں حمد میں پاک رحمان
کہ لو حمد بزیور ہے ایمان کا

جمع حمد اوس کوں سزاوار ہے
که جن جگ کوں پیدا کرنہار ہے
که خالق ہے سب خلق کا خاص و عام
او مالك اہے ملك کا جو تمام

اختتام :

برے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام
غواصی کینے پو کرتا نظر
دعا حق سوں منگنا مرے حق اوپر
ہوا نظم یوناوں سوں سب تمام
بحق محمد علیہ السلام

کاتب الحروف شیخ انوار غفرالله ذنبه۔

مخطوطه (ب)

کتب خانه آصفیه کے اس مخطوطه کا نشان ٥٢٤ ہے۔ اور ہاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق "منظوم افسانے ٢٠٤"۔ لائبریری سائز کے ٧٤ صفحات پر مشتمل ہے، ہر صفحه پر ١٣ سطریں ہیں۔ کاغذ دیسی ہے۔ کتابت اور کاغذ کے اعتبار سے یه نسخه (الف) کے مقابلے میں بعد کا ترقیمه معلوم ہوتا ہے۔ کوئی ذیلی سرخی نہیں دی گئی ہے۔ کتابت کی غلطیاں نسخه (الف) کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔

آغاز :

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
که او حمد زیور ہے ایمان کا

ثنا حمد اُس کوں سزاوار ہے
که دو جگ کوں پیدا کرنہار ہے

او خالق ہے سب خلق کا خاص و عام
او مالك ہے سب ملك کا جیون تمام

اختتام :

کیا نظم قصے کا نابات کھول
جسے خوب لگتا تو لینا ہے مول

بَرے فہم داران میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام

غواصی پو کرنا کرم کی نظر
دعا حق سوں کرنا مرے حق اوپر

ہزاران درود و ہزاران سلام
بحــق محمد عـلـیــه الـســلام

مخطوطه (ج)

کتب خانه آصفیه کے اس مخطوطه کا نشان مثنوی ۳٤٤ ہے ، اور ہاشمی صاحب کی فہرست میں منظوم افسانے کے تحت ۲۰٦ — ٦۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحه پر ۱۲ سطریں ہیں۔ خط نستعلیق ہے۔ کتابت کی غلطاں نسبتاً

کم ہیں، لیکن زبان اکثر جگہ زمانۂ ما بعد کی معلوم ہوتی ہے۔

آغاز:

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
کہ او حمد زیور ہے ایمان کا

جمع حمد اوس کو سزاوار ہے
کہ دو جگ کو پیدا کرنہار ہے

او خالق ہے سب خلق کا خاص و عام
کہ مالك ہے او ملك کا سب تمام

اختتام:

کیا نظم قصے کا نابات کھول
دیکھے چوك یاراں تو نہ رکھنا بول

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں میں نادانگی سوں تمام

کہیں میم حے اور کہیں میم دال
درود اں نبی پر پڑو شاد حال

الہی گنہ بخش اور منج خطا
رتی کر توں ایمان کا منج عطا

مخطوطہ (د)

یہ نسخہ سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کی ملکیت ہے۔
لائبریری کی فہرست کے مطابق اسکا نشان، اردو مثنوی ۳٦ ہے،

اور ہاشمی صاحب کی توضیحی فہرست کے مطابق "منظوم افسانے" کے تحت ۷٤٦ ـ متعدد رسائل کے ایك مجموعہ میں یہ مثنوی بھی شامل ہے ـ یہ رسائل بالترتیب معراج نامہ یلاق، وفات نامہ نبی ، مینا ستونتی ، قصہ أبو شحمة ، وفات نامہ ، شمائل نامہ ، وصیت نامہ ، سخاوت نامہ اور جنگ نامہ ہیں ـ مثنوی مینا ستونتی ۵۳ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے ـ ہر صفحہ پر ۱۷ سطریں ہیں ـ دیسی کاغذ ہے اور خط شکستہ ، ناقص الاول ہے ـ ایسا معلوم ہوتا ہے کاتب نے عمداً سارے تمہیدی اشعار کو نظر انداز کر کے آغاز قصہ سے کتابت شروع کی ہے ـ کتابت نسبتاً بہتر ہے ـ

آغاز :

قصہ میناں ست

یتھا یک حکایت عجب خوب تر
رسالہ مرا خوب شیریں شکر
کہ یك شہر کا یك اتھا بادشاہ
جہانگیر عالم اتھا شہنشاہ
سخی مہرباں عادل و شہر یار
نکو نانوں اوس کا سوبالا کنوار

اختتام :

کیا نظم قصے کا نابات کھول
دیکھیں چوك یاراں تو راکھونہ بول

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام

کہیں میم حے اور کہیں میم دال
درودان نبی پر پڑو شاد حال

تاریخ کتابت بست و پنجم ربیع الثانی در قصبہ بھنو پانصد وهشتاد بیت سید قاسم روضہ منور حضرت میاں صاحب انجام یافت۔

مخطوطہ (ی)

سالارجنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس نسخہ کا نشان ۳۸ ھے۔ اور ھاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق، «منظوم افسانے» ۷٤۸۔ یہ ایك کرم خوردہ نسخہ ھے۔ دیسی کاغذ ھے اور معمولی نستعلیق خط۔ ٦۱ صفحات ھیں، اور ھر صفحہ پر ۱۰ سطریں۔ اس نسخہ کا کاتب نہایت کم سواد ھے، زشت خط میں لکھا گیا ھے۔ آخری چار صفحات بڑی لاپروائی کے ساتھ گھسیٹے گئے ھیں۔

آغاز:

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
کہ او حمد زیور ھے ایمان کا

جمع حمد اُس کوں سزاوار ھے
جنے جگ کوں پیدا کرنہار ھے

اختتام:

کیا نظم قصے کا ناباات گھول
دیکھو چوك یاراں رکھنا نہ بول

بڑے فہم داراں میں امیں کم فہام
کیا یو نادانگی سوں تمام

آخری صفحہ پر کچھ لکیریں ہیں ، جن میں یہ الفاظ پڑھے جاسکتے ہیں « این کتاب ملک ظہیر الدین است »

مخطوطہ (ل)

سالارجنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس مخطوطہ کا نشان ۳۷ اور ہاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق ۷٤۷ ہے ـ دیسی کاغذ ہے ، اور خط معمولی نستعلیق ـ ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ پر ۱۱ سطریں ـ ناقص الآخر ہے ـ کتابت کی غلطیاں کثرت سے ملتی ہیں ـ

آغاز:

این قصہ ستونتی است

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
کہ جن جگ کوں پیدا کرنہار ہے

اوخالق ہے سب خلق کا خاص وعام
او مالك ہے ملك کا سب تمام

اختتام :

فصاحت منگیا کرنے اوس عیب تے
ہوا یك آواز وہاں غیب تے

اے ناپاك کرتا ہے کی آکے سنگ
کہ جلنے کوں منگتا ہے مثل پتنگ

کہیں میم حی اور کہیں میم دال
درودان نبی پر کہو فی الحال

مخطوطہ (ف)

کتب خانہ آصفیہ کے اس مخطوطے کا نشان ۲۱٤۰ جدید ہے اور ہاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق، منظوم افسانے ۲٦۱ - مثنوی دو رسالوں کے ایک مجموعہ میں شامل ہے۔ پہلے "مینا ستونت" ہے اور پھر ایک نا معلوم مثنوی جو کسی معمولی شاعر کی تصنیف معلوم ہوتی ہے جس میں سلطان فیروز شاہ بادشاہ مصر اور اس کی بیٹی ملکہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ مثنوی "مینا ستونت" ۱۰۸ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور ہر صفحہ پر بارہ مصرعے ہیں۔ دو مختلف کاتبوں کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کتابت کی غلطیاں کثرت سے ملتی ہیں۔

آغاز:

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
که او حمد زیور ہے ایمان کا

اختتام:

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام
ستر عیب اوس کوں یو سر پوش ہیں
کہیں عیب اس میں جو دیکھو تمہیں

مرتب کیا یاں سوں قصا تمام
جو بولو نبی پر درود اور سلام

سنه ۱۲۵۰ ھ   سنه ۱۸۳۵ عیسی

تمت الکتاب مینا ستونت بتاریخ دهم ماه رجب المرجب روز پنجشنبه بوقت سه پہر اتمام رسانید کرد۔ کاتب الحروف فقیر حقیر شیخ میران۔

مخطوطه (م)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس نسخه کا نشان ۳۰ ھے اور ھاشمی صاحب کی فہرست میں ۷٤٥۔ دولت آبادی کاغذ پر خوش خط نستعلیق میں لکھا ھوا یه نسخه کاغذ اور کتابت ھر دو اعتبار سے بیس پچیس سال پہلے کا ترقیمه معلوم ھوتا ھے۔ خوش خطی کے باوجود کتابت کی بے شمار غلطیاں ملتی ھیں۔

آغاز:

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
او حمد زیور ھے ایمان کا

اختتام:

بڑے فہم داراں میں بہی کم
کیا ھوں یو نادانگی سوں رقم

ستو عیب اوسکوں یو پوشو تمیں
کہیں عیب اس میں جو دیکھو تمیں

مرتب کیا یہاں سو قصه تمام
جو بولو نبی پر درود و سلام

مخطوطه (ن)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس نسخه کا نشان ۳۹ هے ، اور هاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق ۷٤۹ - معمولی دیسی کاغذ هے ، اور خط معمولی نستعلیق - ٥٩ صفحات پر مشتمل هے اور هر صفحه پر ۱۳ سطریں هیں - کاغذ اور کتابت کے اعتبار سے کافی بعد کے زمانے کا ترقیمه معلوم هوتا هے - کاتب نہایت کم سواد هے - نسخه ناقص الآخر هے -

آغاز :

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
که او حمد زیور هے ایمان کا

اختتام :

او کٹنی کو اس وقت سنگبار کر
منڈا سر کو بٹھلا گدهے کے اوپر
شہر کے گلیاں میں پھرا خوار کر
که چھوڑے لیجا کر پرای نگر

او ستونت سکی نے پھرا بھاو کر
مـلائی او لورک و چنـدا مکر

قدیم دکنی کے اکثر و بیشتر مخطوطات، جن کا متن تین چار سو برس کے طویل عرصے میں طرح طرح سے نسخ و مسخ ہوکر ہم تک پہنچا ہے. اردوے قدیم کے طالب علموں اور محققوں کے لیے بڑے عجیب و غریب معمے پیش کرتے ہیں ـ سلطان محمد قلی قطب شاہ کے شاہی نگرانی میں مرتب کیے ہوے دیوان میں غواصی کے اشعار؛ اور ملک الشعرا غواصی کے مطلا و مذہب دیوان میں عبداللہ قطب شاہ اور ہاشمی کی غزلیں، تخلص کی تبدیلی کے ساتھ ملتی ہیں ـ پھر اختلافات نسخ کا یہ عالم ہے کہ اگر ایک کتاب کے دو نسخے، چالیس پچاس برس کے وقفے سے دو مختلف کاتبوں کے نقل کیے ہوے ملیں، تو ان دو مخطوطوں میں الفاظ کی صوتی شکلیں، املا، تذکیر و تانیث کی صورتیں، اور افعال کی شکلیں بھی بدلی ہوی ملتی ہیں ـ اختلافات نسخ کی پیچیدگیوں کے اعتبار سے خاص طور پر پیش نظر مثنوی مرتب کے لیے ایک بڑا کٹھن اور صبر آزما امتحان ثابت ہوتی ہے ـ ایسے نسخے جو نسبتاً بعد کے ترقیمہ ہیں ان کی زبان کی قدامت بھی متـأثر ہوتی گئی ہے ـ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے عہد میں نقل کے دوران، کبھی کاتبوں

تھے، اور بعض صورتوں میں معمولی حیثیت کے شاعروں نے، زبان کو اپنے عہد کے مطابق بنا کر لکھنے کی کوشش کی ھے۔ مختلف نسخوں میں اشعار کی ترتیب بھی درھم برھم ھو گئی ھے، جس کی وجہ سے بعض صورتوں میں قصہ کا تسلسل بھی برقرار نہیں رھتا۔ نسبتا بعد کے ترقیمہ مخطوطوں میں بعض مقامات پر ایسے چیدہ چیدہ اشعار بھی ملتے ھیں جو ادبی اعتبار سے کم تر درجہ کی چیز ھیں، اور کسی تک بندی کرنے والے شاعر کے ذھن کی پیداوار معلوم ھوتے ھیں۔ پھر قصہ کے سلسلے میں جو ذیلی کہانیاں آتی ھیں، ان کی ترتیب بھی مختلف نسخوں میں بدل گئی ھے۔ مرتب کا خیال ھے کہ پیش نظر مثنوی میں اختلافات نسخ کا ایک اھم سبب کسی زمانے میں اس قصہ کی غیر معمولی مقبولیت ھے۔ جیسا کہ قصہ کے ماخذ سے بحث کرتے ھوے آئندہ صفحات میں بتایا گیا ھے، اس قصہ کی اخلاقی دلکشی نے قصہ کو عہد اکبری میں بھی مذھبی رھنماؤں اور مشائخین میں مقبول بنادیا تھا۔ کوئی تعجب نہیں کہ صوفیہ اور مشائخین نے اپنے معتقدین کی تلقین و ھدایت کے لیے اس مثنوی کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی ھو۔ اور نقل در نقل کے طویل سلسلہ کے دوران میں، اکثر صورتوں میں قصہ کی ادبی حیثیت نظروں سے اوجھل ھوتی گئی، اور اسکی جگہ ایسے اعتقادی عناصر بعد کے مخطوطوں میں شامل ھوگئے،

جو قدیم تر مخطوطوں میں نہیں ملتے ؛ یعنی ایسے اشعار اور حکایتیں جو قدرتی طور پر کسی قادر الکلام شاعر اور خوش فکر فنکار کے ذہن کی پیداوار نہیں ہوسکتیں ۔ نو مخطوطوں کے منجملہ سات مخطوطوں میں شاعر کے تخلص والے اشعار کو نظر انداز کردینے کی بھی یہی وجہ ہو سکتی ہے ۔

ان مخطوطوطات پر نظر ڈالنے کے بعد، شعبہ اردو میں میرے رفیق کار ڈاکٹر حفیظ قتیل اور میں ، اس نتیجہ پر پہنچے کہ کاغذ اور کتابت کے اعتبار سے نسخہ (الف) قدیم ترین ہے ، یہی نتیجہ راقم نے مخطوطات کے دیرینہ سال ماہر مولوی قدرت رحیم ، ریسرچ اسسٹنٹ ، سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری سے مشورہ کے بعد اخذ کیا ۔

نو مخطوطات کا تفصیلی مطالعہ کرنے ، اور خود ان کی نقل کرکے ان کا باھمی مقابلہ کرنے کے بعد ، راقم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ھے کہ ان میں سے چھ مخطوطات (الف) ، (د) ، (ی) ، (ف) ، (ل) ، اور (م) بنیادی طور پر نسخہ (الف) سے متعلق ھیں ؛ یعنی یہ نسخہ (الف) یا اس سے مشابہ کسی ایک یا ایک سے زائد نسخوں کی نقلیں ھیں ۔ ۱ یہ سارے نسخے

---

(۱) انڈیا آفس کے دو نسخوں ، اور انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے ایک نسخہ کو دیکھنے کا مرتب کو موقع نہیں ملا ۔ لیکن ان نسخوں سے متعلق جو توضیحی مضامین ، اور ان کے جو

(باقی ص ۳۳ پر)

اکثر مقامات پر تو بعینہ ایک دوسرے کی نقل معلوم ہوتے ہیں ، لیکن کہیں کہیں اشعار میں کچھ کمی بیشی ہو گئی ہے، یا ذیلی حکایتوں کی ترتیب بدل گئی ہے۔ قدیم تر الفاظ کی بجائے کم قدیم الفاظ اکثر صورتوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ بعض مقامات پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطہ کے بعض مقامات کرم خوردہ یا غیر واضح رہے ہوں گے ، چنانچہ نقل کے دوران شعر کے کسی خاص جزو میں مختلف کاتبوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق خیال آرائی کرنے کی کوشش کی ہے۔ مخطوطہ (ل) میں دو بیویوں والے سپاہی کی حکایت کے بعد مینا اور بوڑھی دلالہ کے ما بین ایک طویل مکالمہ جو بالترتیب سولہ اور چوبیس اشعار پر مشتمل ہے ، اضافہ ہو گیا ہے۔

نسخہ (ب) اور اس سے متاثرہ نسخہ (ن) ، اس اعتبار سے نسخہ (الف) سے مختلف ہیں کہ ان میں قصہ کے پلاٹ میں ایک نئے کردار کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ یہ فاضل کردار ایک « پیر » کی شخصیت ہے۔ کہانی کا مرکزی خیال وفا شعار ہیروین ، مینا ، کی عصمت شعاری ہے ، جو بادشاہ اور اس کی فرستادہ دلالہ کی تمام تر کوششوں کے باوجود اپنے

(مسلسل) اقتباسات پیش نظر ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تینوں نسخے بھی بنیادی طور پر نسخہ (الف) کے گروپ سے متعلق ہیں۔

مضبوط ارادہ اور پاکیزہ کردار کا مظاہرہ کرتی ہے ، اور
اس طرح خود کو ایک نصب العینی ، با عصمت ، اور وفا شعار
عورت ثابت کرتی ہے ۔ لیکن نسخہ (ب) میں پیر کے فاضل
کردار کے ذریعہ ہیروین کی ساری وفا شعاری اور عصمت کوشی
کا سہرا پیر کے سر باندھ دیا گیا ہے ، وہ اس طرح کہ جب
مینا کا شوہر اسے چھوڑ کر چندا کے ساتھ فرار ہوجاتا ہے ،
تو وہ پیر کو اپنے گھر بلاتی ہے ، اور ان سے مدد کی
خواستگار ہوتی ہے ۔ پیر مینا کے حق میں دعا کرنے کا وعدہ
کرتے ہیں ، اور اسے نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنی عصمت
کی حفاظت کرے ، اور اپنے پیر کے سوا کسی اور مرد کا
خیال بھی دل میں نہ لائے ۔ مینا بس انہیں کے حکم پر عمل
کرنے کی بدولت گمرھی اور ضلالت سے دور رھتی ہے ۔
چنانچہ دلالہ یا ''دوتی'' جب مینا کو ورغلانے کی مختلف کوششیں
کرتی ہے ، تو موقع بہ موقع مینا پیر کی نصیحت کا حوالہ
دیتی ہے ، اور ان کے حکم کے خلاف عمل کرنے سے انکار
کرتی ہے ۔ راقم کا خیال ہے کہ مذھبی پیشواؤں ، اور صوفیوں
میں اس قصہ کی مقبولیت ، کہانی میں اس تصرف کا سبب
بنی ہے ۔ کسی جہاں دیدہ صوفی نے کہانی کی مقبولیت سے
فائدہ اٹھاتے ہوئے ، پیری مریدی کے ادارہ کی خدمت کی خاطر ،
بڑی چابکدستی کے ساتھ ایک پیر کے کردار کو بھی اس لوک کہانی

میں داخل کردیا ھے ۔ اور اپنے طبقه کی روایتی ذھانت سے کام لیتے ھوے ، سادہ اور ضعیف الاعتقاد عوام کو متاثر کرنے کے لیے اس کہانی میں ، ادارہ پیری کو ایسی بنیادی اھمیت دے دی که مینا کی وفا شعاری اور عصمت کوشی کی ساری مستحسن کوششیں ، اس کی طبیعت اور مذاق کی پاکیزگی پر محمول نہیں قرار پاتیں ، بلکه صرف اس امر پر که وہ کسی پیر کی فرمانبردار مرید تھی ۔ ظاھر ھے کہانی میں یه تصرف ھر پیر کو پسند آیا ھوگا ۔ پیر کا یه فاضل کردار ، جو ساری کہانی میں انگشت ششم کی حیثیت رکھتا ھے ، جیسا که آئندہ صفحات کے مطالعه سے واضح ھوگا ، چندا لورك اور مینا ستوتی کے گروپ کی کسی کہانی میں نہیں پایا جاتا ۔ یه امر بھی محل نظر ھے که پیر کے اس کردار کے تعلق سے ایك ذیلی حکایت جو نسخه (ب) اور نسخه (ن) میں ملتی ھے ، اس میں پیغمبر اسلام سے متعلق ایك ایسی افسانوی اور بے سر و پا روایت بیان کی گئی ھے ، جس کا سیرت نبوی کی کسی مستند کتاب میں ذکر نہیں ملتا ۔ اور جو صرف کسی کم سواد پیر یا صوفی کے ذھن کی پیداوار ھوسکتی ھے ۔

اسٹیٹ لائبریری کا نسخه (ج) ، غواصی کی مثنوی کے مخطوطه (الف) اوربمبئی یونیورسٹی لائبریری کے مخطوطه " مینا و لورك " (مصنفه مہدوی) کے اشعار کی ایك خلط ملط شدہ

شکل ھے ۔ راقم کو مہدوی کی مثنوی کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا ۔ لیکن حال میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا ایك مختصر مقالہ « مثنوی لورك چندا » « نوائے ادب » (اکٹوبر سنہ ٦٤ ء) میں شائع ھوا ھے ، جس میں موصوف نے اس مخطوطہ سے متعلق ایك تفصیلی نوٹ اقتباسات کے ساتھ دیا ھے ۔ اس مثنوی کا پلاٹ غواصی کی مثنوی سے قابل لحاظ حد تك مختلف ھے ۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ مہدوی کی مثنوی کی بنیاد لورك چندا کے گروپ کی کسی اور کہانی پر ھے ، جو غواصی کے ماخذ سے مختلف ھے ۔ لیکن اس کے باوجود غواصی کی مثنوی کے متعدد اشعار اس مثنوی میں ملتے ھیں ۔ ڈاکٹر گوپی چند کا یہ خیال درست معلوم ھوتا ھے کہ ''مہدوی کی نظر سے غواصی کی مثنوی گزرچکی ھوگی''؛ اور اس نے غیر محتاط طریقہ پر اس سے استفادہ کیا ھے ۔ نسخہ (ج) میں قصہ کا آغاز مہدوی کی مثنوی کے مطابق ھے ، لیکن اس کے بعد مینا اور دوتی کے مکالموں کے بیشتر حصے غواصی کی مثنوی کے مطابق نہیں ھیں ۔ اکثر مقامات پر متعدد ایسے اشعار ملتے ھیں ، جو غواصی کی مثنوی کے کسی مخطوطے میں نہیں پائے جاتے ۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ صرف قصہ کی دلکشی کے پیش نظر ، اس مخطوطہ کو غواصی اور مہدوی کی مثنویوں کے مختلف اجزا کو خلط ملط کر کے لکھوایا گیا تھا ۔

راقم نے کتب خانہ آصفیہ کے مخطوطہ (الف) کو بنیادی نسخہ قرار دے کر مثنوی مرتب کی ھے ۔ لیکن ایڈٹنگ کا یہ جدید اصول مرتب کے پیش نظر رھا ھے کہ کسی خاص مخطوطہ کی اندھی پابندی کرنے کی بجائے ، مصنف کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی جائے ؛ یعنی یہ کہ جس قدر ممکن ھو ، مختلف مخطوطات میں سے وہ متن قبول کیا جائے ، جو زبان اور اسلوب بیان کے اعتبار سے ، مصنف کی زبان اور اس کے اسلوب بیان سے قریب تر معلوم ھوتا ھو ۔ غواصی کی صورت میں یہ کام اس لیے بھی زیادہ دشوار نہیں ھے کہ اس کی دو مثنویاں ھمارے سامنے موجود ھیں ۔ اور مرتب کو ، ان دونوں کا غائر نظر کے ساتھ مطالعہ کرنے کا موقع ملا ھے ۔ اس لیے میری مرتب کردہ مثنوی ، اگرچہ بنیادی طور پر مخطوطہ (الف) پر مبنی ھے ، لیکن جہاں کہیں کاتب کی کم سوادی ، یا کتابت کی تحریف کی وجہ سے متن کے اشعار یا مصرعے بے معنی ھوگئے ھیں ، بحر سے خارج ھوگئے ھیں ، یا ادبی اعتبار سے واضح طور پر کسی فروتر ذھن کی پیداوار معلوم ھوتے ھیں ، میں نے دوسرے نسخوں سے مددلی ھے ۔ اس طرح میں نے مندرجہ بالا نو مخطوطوں کے مطالعہ اور باھمی مقابلہ کے بعد ، اس مثنوی کا ایک از سر نو ترتیب شدہ متن تیار کیا ھے ، جو مخطوطہ (الف)

پر مبنی ہے، لیکن جس کے اشعار میں متعدد الفاظ، اور بعض مقامات پر مصرعے، دوسرے نسخوں کے مطابق ہیں۔ لیکن میں نے جہاں کہیں بنیادی نسخہ سے انحراف کیا ہے، فوٹ نوٹ میں بنیادی نسخہ کا متن بھی درج کر دیا ہے؛ سوائے ان صورتوں کے جہاں بنیادی نسخہ کے مصرعے کاتب کی کم سوادی کی وجہ سے بالکل بے معنی ہوگئے ہیں۔ اس امر کی بھی صراحت کر دی گئی ہے کہ مرتبہ متن میں جس مصرعہ کو منتخب کیا گیا ہے، وہ کس مخطوطہ سے لیا گیا ہے۔

نسخہ (ب) اور (ن) کے وہ زاید اشعار، جن کا تعلق پیر کے کردار سے ہے، جو ادبی اعتبار سے بھی بھرتی کے اشعار ہیں، اور جن کے متعلق راقم کی رائے ہے کہ یہ الحاقی اشعار ہیں، مثنوی کے آخر میں ضمیمہ کی حیثیت سے شریک کر دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض نسخوں میں پائے جانے والے ایسے چیدہ چیدہ اشعار، جو صرف ادبی اعتبار سے بے مایہ ہی نہیں، بلکہ بحر سے بھی خارج ہیں، اور دوسرے کسی نسخے میں نہیں پائے جاتے، نظر انداز کر گئے ہیں۔

مثنوی کا نام | پیش نظر مثنوی کے تمام دریافت شدہ نسخوں سے کہیں اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ خود شاعر نے اس مثنوی کا کیا نام تجویز کیا تھا۔ مثنوی کے آغاز یا اختتام

پر مختلف کاتبوں کے جو ترقیمے ملتے ہیں ، ان میں اس قصہ کو " قصہ چندا و لورك " ، " قصہ میناوستونتی " یا " قصہ ستونت " سے موسوم کیا گیا ہے - سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری ، کتب خانہ آصفیہ اور کتب خانہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے فہرست نگاروں نے اسے " میناوستونتی " کا عنوان دیا ہے - بلکہ اول الذکر دو کتب خانوں کی فہرستوں میں جو توضیحی نوٹ ان مخطوطات کے بارے میں دیے گئے ہیں ، ان میں لفظ " ستونتی " کو غلط فہمی کی بناء پر دوتی یا دلالہ کا نام سمجھ لیا گیا ہے -

اس قصہ کا نام " لورك وچندا " اس لیے درست نہیں کہ پیش نظر مثنوی میں لورك اور چندا کی داستان محبت نہیں بیان کی گئی ہے - یہہ " چنداین " کے قصے کا موضوع ہے - اس کے برخلاف یہ مثنوی تمام تر " میناست " کے قصے پر مشتمل ہے - یہہ مینا کی وفاشعاری اور عصمت کوشی کی داستان ہے - اس لیے " چندا و لورك " یا " مینا و ستونتی " نہیں ، بلکہ " مینا ستونتی " اس قصہ کا نام ہونا چاہئیے .

تمہیدی اشعار | مثنوی کا آغاز حمد کے اشعار سے ہوتا ہے - لیکن شاعر نے حمد کے ان تمہیدی اشعار میں بھی مثنوی کے مرکزی خیال کی طرف اشارہ کردیا ہے - چنانچہ انسانی کردار میں عصمت و عفت کی اہمیت پر وہ اسطرح زور دیتا ہے :

تقر کا اسی ناروںنر کوں ہے آب
حیا کا ہے جس مکھ اُپر آب و تاب

حیا کا نگہبان ہے ذوالجلال
وہی ست رکھنہار ہے بے مثال

رکتیاں کوں حیاسوں رکھیا ہے سنوار
کیتے بے حیا ہیں سدا خوار زار

حیا کا رتن رب دیا جس کے ہات
ہوی نار ستونت ہورنر سجات

الہی شرم دھرم تج پاس ہے
ہمن کوں ترے کرُم کی آس ہے

حمد کے بعد نعت کے چند اشعار ہیں ، پھر خلفائے راشدین ، حضرت حسن اور حضرت حسین کی مدح میں اشعار ملتے ہیں ۔ اس کے بعد حضرت عبد القادر جیلانی اور خواجہ بندہ نواز کی منقبت میں کچھ اشعار ہیں ۔ آخر میں صرف تین اشعار اس مثنوی کے تعلق سے ہیں ، جن میں قصہ کے ماخذ سے متعلق یہ ادھورا اشارہ ملتا ہے :

رسالہ اتھا فارسی یو اول   کیا نظم دکنی سیتے بے بدل

میناستونتی کے قصے کے ماخذ سے بحث کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے غواصی کی مثنوی کے قصہ کا قدرے تفصیلی خاکہ یہاں پیش کردیا جائے ۔

مینا ستونتی کا قصہ

کسی شہر میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام بالا کنور تھا۔ چندا اس کی حسین بیٹی تھی۔ عنفوان شباب کے زمانے میں ایک شام شہزادی چندا اپنے محل کے غرفے میں کھڑی تھی۔ نو جوان چرواہا لورک، ریوڑ ہانکتا ہوا جنگل سے واپس ہو رہا تھا۔ شہزادی اورک کے مردانہ حسن پر فریفتہ ہو گئی۔ ایک دن موقع پاکر اس نے گوالے کو اشارہ سے بلایا، اور اپنے دل کا حال سنا کر کہا میں تجھے سر فراز کرنا چاہتی ہوں۔ گوالا پہلے تو گھبرایا، لیکن شہزادی نے اس کی ہمت بندھائی، اور کہا ہم مال و دولت اور زر و جواہر لے کر کہیں دور چلے جائیں گے، جہاں بادشاہ اور اس کے آدمی ہمیں دق نہ کر سکیں۔ لورک نے جواب دیا کہ بچپن میں میری شادی ہو چکی ہے، میری بیوی مینا غیر معمولی حسین و جمیل عورت ہے، چاند اور سورج بھی ہوں تو مجھے نہیں چاہئیں، خود میرے گھر میں شعلہ طور موجود ہے۔ چندا نے طنز کیا کہ تو جنگل میں ریوڑ ہانکنے اور جھونپڑیوں میں افلاس کی زندگی بسر کرنے کا عادی ہے۔ تجھے یہ بھی اندازہ نہیں کہ میں کیسی نعمتوں سے تجھے سر فراز کرنا چاہتی ہوں۔ چندا کی ترغیب و تحریص پر لورک اپنی بیوی

مینا کو چھوڑ کر ، چندا کا ساتھ فرار ہو گیا۔ دوسرے روز بادشاہ کو خبر پہنچی ۔ اس نے اپنے ہمراز مصاحبوں کو بلا کر کہا جو ہونا تھا ہو چکا، اب میں تمہیں اپنے دل کی بات بتاتا ہوں ۔ میں نے اس گوالے کے گھر میں ایک حسینہ کو دیکھا ہے جو بے پناہ حسن و جمال کی مالک ہے ۔ جب سے اسے دیکھا ہے ہمیشہ اس کی صورت نگاہوں میں رہتی ہے ۔ تم کسی ہوشیار دوتی (دلالہ) کو بلاؤ ، جو اسے سمجھا بجھا کر میرے محل میں لے آئے ۔ ایک پختہ کاردوتی بلائی گئی ، بادشاہ نے اس کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا ۔ اور کہا تو کسی طرح گوالے کی اس عورت کو منا سمجھا کر میرے ہاں لے آ ۔ دوتی نے کہا ، شہر کی پختہ کاردوتیوں میں میری بڑی عزت ہے ۔ اگر کوئی حسینہ کسی محل کے سات پردوں میں بھی چھپی رہتی ہو ، تو میں محل کے سارے نگہبانوں کو غفلت میں ڈال کر اسے تیرے آگے پیش کر دوں گی ۔ گوالے کی عورت کو بھلا پُھسلا کر لانا تو کوئی کام ہی نہیں ۔ یہ تو میرے لیے باعث اہانت ہے ۔ میری ہم پیشہ بوڑھیاں میرا مذاق اڑائیں گی ۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تیرا کام اتنا آسان نہیں ۔ جو بے بہا موتی میری نگاہ میں ہے ، اس کے رخ پر میں نے حیا کی آب دیکھی تھی ۔ اگر تو

ایسے کسی طرح لے آنے میں کامیاب ہو جائے تو یہی بڑا کام ہو گا۔ اس کے جواب میں دوتی نے کہا کہ اگر میں یہ چھوٹا سا کام نہ کر سکوں تو اپنا چونڈا مونڈوا دوں گی۔

اس کے بعد شاعر قصہ کی ہیروئین مینا کا حال بیان کرتا ہے۔ جب مینا کو معلوم ہوا کہ اس کا محبوب شوہر، شہزادی چندا کے ساتھ فرار ہو گیا ہے، تو ہندوستان کی اس شوہر پرست اور باوفا عورت نے راضی بہ رضا ہو کر مستقل مزاجی اور پاکدامنی کے ساتھ اس بلائے آسمانی کا سامنا کرنے کا تہیہ کر لیا۔ آرایش و زیبایش ترک کردی۔ جوگنوں کا سا روپ اختیار کر لیا، اور چرخا کات کر اپنی زندگی کے دن گزارنے لگی۔ ایسے میں ایک دن بوڑھی دلالہ اس کے گھر پہنچی، اور کہا میری پیاری مینا تو کس حال میں ہے۔ تو نہیں جانتی میں تیری ماں ہوں۔ تو نے دو برس میرا دودھ پیا ہے۔ پھر حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ میں تجھ سے دور ہو گئی۔ تیری یاد اکثر ستایا کرتی تھی۔ دودھ کے رشتے نے جوش کیا تو یہ سوچ کر تیرے ہاں آئی ہوں کہ اب یہیں رہوں گی۔

فراق زدہ مینا دل ہی دل میں خوش ہوئی۔ اس نے کہا مجھ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ میرا محبوب مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ اس دیار میں غریب الوطن ہوں، عزیز

والارث کوئی ساتھ نہیں - ایسے میں تیری آمد میرے لیے خدا کی رحمت ہے -

موقع پاکر دوتی نے کہا تیری مصیبت دیکھ کر دل دکھتا ہے - لورك نے تیرے ساتھ بڑی بے وفائی کی - تجھے خدا نے غیر معمولی حسن، اور شباب کی دولت سے نوازا ہے - تو کیوں خود کو جلا کر خوار ہوتی ہے - تف ہے، تو ابھی تك اس کو اپنا محبوب کہتی ہے - مینا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے - اس نے کہا، اے مائی اس قصه کو چھوڑ، اب مجھے کچھ عقل کی بات بتا - دنیا میں لورك کے بعد اب تو ھی میری بزرگ ہے - لورک کو برا نه کہہ - خدا انصاف کرنے والا ہے - میں نے تو اسے معاف کر دیا - خدا نے مجھے اس کی بیوی بنایا ہے - میں اس کی خاطر ہر قسم کی مصیبت سہنے کے لیے تیار ہوں - عورت کے قدم ایك بار ڈگمگا جائیں، تو پھر دونوں جگ میں اس کا منہ کالا ہوتا ہے - دوتی نے پہلے تو مینا کو ڈانٹا که تو میرے سامنے کی بچی ہے، اور مجھ ھی سے باتیں بناتی ہے - لورک گاودی تیری قدر و قیمت کیا جانے - مورکھ پتھر اور ہیرے میں تمیز نہیں کر سکتا - یه تیرے کھانے پینے اور عیش کرنے کے دن ہیں - میں تجھے عقل کی بات بتاتی ہوں - تیری بہار کے دن گزرے جارہے ہیں - اب بھی موقع ہے -

میں ایک ایسے جوہر شناس کی تلاش کروں گی، جو تیری قدر و قیمت کو سمجھ سکے ۔

بڑھیا کی باتیں سن کر مینا کے تن بدن میں آگ لگ گئی ۔ اس نے کہا میں تجھے اپنا ہمدرد سمجھتی تھی ۔ تو مجھے تباہی کے غار میں ڈھکیلنا چاہتی ہے ۔ مینا کی برہمی کے جواب میں بڑھیا نے بھی خود پر برہمی طاری کر کے کہا، اے بد بخت شاید جوانی کی آگ کھانا ہی تیری قسمت میں لکھا ہے ۔ جب دن بیت جائیں گے تو میری نصیحت تجھے یاد آے گی ۔ تو میری باتوں کو دشمنی پر محمول کرتی ہے ۔ دودھ کی محبت نے جوش مارا، تیری مصیبت آنکھوں سے دیکھی نہیں جاتی، تیری جوانی پر رحم آتا ہے، اس لیے تجھے کہتی ہوں ۔ فراق کی آگ نے تیرے کندنی رنگ کو جلا دیا ہے ۔ تیرا حسین چہرہ ملگجا گیا ہے جیسے کالے بادل چاند کو اپنی اوٹ میں لے لیں ۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تجھ جیسی حسینہ کے لیے کوالے کا جوڑ نہایت غیر موزوں تھا ۔ دیوالی میں تجھے بالا کنور سے ملانے کا انتظام کردوں گی ۔ پھر تیرے دن پلٹیں گے ۔ زرین لباس میں ملبوس، پھولوں کے گجرے گلے میں ڈالے، آنکھوں میں سرمہ، اور کپڑوں میں عطر لگاے تو شاہی صدر پر جگہ پاے گی، اور باغوں اور چمنوں کی سیر کرے گی ۔ مینا نے اس کے جواب میں بڑھیا

کو کوسنے دے۔ عصمت و عفت کی زندگی کی حرمت سمجھاتی اس نے کہا میں لورک کی ہو چکی ہوں۔ وہی میرا بالا کنور ہے۔ میں ایسے سینکڑوں بادشاہوں کو اس پر نچھاور کردوں گی۔ اگر وہ میرا سر طلب کرے، تو میں اپنا سر بھی کاٹ کر اس کے حوالے کردوں گی۔ اگر وہ میرے سارے اعضاء بھی قطع کردے تو میرا دل اسی کی محبت کی مالا جپتا رہے گا۔ جو عورت کسی اجنبی کو اپنے حسن کی بہار دکھانا چاہتی ہے، اسکی صورت مٹی میں ڈھک جائے تو بہتر ہے۔ تو جس زرین اور معطر لباس کا ذکر کر رہی ہے، اس کے مقابلے میں میں کفن میں ڈھانک دیے جانے کو ترجیح دوں گی۔

بڑھیا نے کہا تو اپنے حسن و شباب ہی کو نہیں، اپنی زندگی کو بھی خطرہ میں ڈال رہی ہے۔ شاید گوالے نے تجھ پر کچھ جادو کردیا ہے۔ عیش و نعمت کی زندگی شاید تیرے مقدر ہی مین نہیں لکھی ہے۔ تو بس یوں ہی افلاس اور مصیبت کے دن کاٹتی رہے گی، اور آخر کو پچھتائے گی۔ پھر کسی دن قبر میں جا کر سو رہے گی۔ گوالے کی صحبت نے تجھے کم نظر اور بے حوصلہ بنا دیا ہے۔ سچ ہے بھلے آدمیوں کی صحبت بُرے آدمی کو بھی بہتر بنا دیتی ہے، اور بُرے آدمی کی سنگت مستقل برائیاں انسان میں پیدا کردیتی ہے۔ آدمی

ایک مرتبہ بری عادتوں میں مبتلا ہو جائے تو پھر وہی اس کی طبیعت ثانی بن جاتی ہیں۔ پھر بڑھیا ایک حکایت سناتی ہے۔

ایک بھکارن اور بادشاہ کی حکایت

سنا ہے کہ ایک بادشاہ نے کسی فقیر کی عورت کو اپنے محل میں داخل کیا۔ وہ در بدر بھیک مانگنے کی عادی تھی۔ بادشاہ نے اسے شاہی صدر پر بٹھایا۔ لیکن اپنی عادت سے مجبور ہونے کی وجہ سے وہ ہر روز کسی طاق میں روٹیاں لا کر جمع کرتی تھی، اور پھر اس طاق کے آگے بھکارن کی طرح کھڑے ہو کر روٹی مانگتی تھی۔ ہر طرح کی نعمتیں میسر تھیں، لیکن جب تک دن میں کسی وقت یہ کام نہ کرلیتی اسے چین نہ آتا تھا۔ تیرا بھی یہی حال ہے۔ افلاس کی زندگی گزارنے کی عادت نے تجھے کم حوصلہ بنا دیا ہے۔ اس عادت کو ترک کردے، پھر تیری زندگی بن جائے گی۔ عیش و آرام کی زندگی اور مال و دولت کی لالچ کے جواب میں مینا نے عفت اور پاکیزگی کی زندگی کی عظمت سمجھائی، اور پھر یہ حکایت سنائی۔

تین دوستوں کی حکایت

ایک شہر میں تین دوست رہتے تھے تینوں میں گہری دوستی تھی۔ ایک بار تینوں مل کر سفر کر رہے تھے۔ جنگل میں انہیں سونے کی دو اینٹیں پڑی ہوئی ملیں۔ تینوں نے خوش ہو کر انہیں اٹھا لیا، اور قریب ایک کنویں پر گئے تاکہ آپس میں تقسیم کرلیں۔ ایک دوست نے

دوسرے سے کہا : تم قریب گاؤں میں جاؤ اور کھانے کی چیزیں لے آؤ ۔ دوست گاؤں کی طرف چلا تو اس نے دل میں سوچا کہ ان اینٹوں کو تقسیم کرنے کی بجائے کھانے میں زہر ملا دوں تو دونوں ساتھی ھلاك ھوجائیں گے اور سارا سونا میرے ھاتھ آئے گا ۔ یہ سوچ کر اس نے کھانے میں زہر ملا دیا ۔ ادھر دو ساتھیوں نے آپس میں طے کیا کہ ان دو اینٹوں کو تقسیم کرنے کی بجائے کیوں نہ ہم تیسرے ساتھی کو ختم کردیں ۔ جب تیسرا دوست گاؤں سے لوٹا تو دونوں نے مل کر اس کا کام تمام کردیا ، پھر اطمینان سے کھانے بیٹھے ، زہر کی وجہ سے یہ دونوں بھی ھلاك ھوگئے ۔

مینا نے کہا مال و دولت کی طمع کا یہی حشر ھوتا ھے میں اپنی گدڑی اور کھاٹ ھی میں خوش رھوں گی ، اور اپنے گوالے کی محبت میں مگن ۔ کسی دوسرے کی سیج پر سونے کے مقابلے میں ، میں قبر کے بچھونے کو ترجیح دوں گی ۔

دوتی نے زندگی کے تجربہ کی باتیں بتائیں ، طعن و طنز کے حربے استعمال کیے ، اور کہا کہ اگر لورك کبھی واپس لوٹ بھی آئے ، تو وہ چندا کو ساتھ لیتا آئے گا ۔ اور شہزادی چندا یا تو تجھے گھر سے نکال باھر کردے گی ، یا تجھے داسی بنا کر رکھے گی ۔ پھر اس نے دو بیویوں والے ایك شوھر کی حکایت سنائی ۔

سوکنوں کی رقابت کسی شہر میں ایک سپاہی رہتا تھا جسکی دو بیویاں تھیں - پہلی بیوی بالائی منزل پر رہتی تھی ، اور دوسری جو عمر میں چھوٹی تھی اور شوہر کی چہیتی ، نچلی منزل میں - ایک رات سپاہی رات کے پہرے پر گیا - رات کے اندھیرے میں موقع پا کر ایک چور سپاہی کے گھر میں داخل ہوا ، اور سیڑھیوں پر چڑھنے لگا - سیڑھیوں پر اس کے قدموں کی آہٹ سن کر نچلی منزل میں رہنے والی بیوی بیدار ہوئی - اس نے خیال کیا کہ شاید شوہر اسکی سوکن کے ہاں جانا چاھتا ھے ، اس نے دوڑ کر اس کے پاؤں پکڑ لیے - اسی دوران میں پہلی بیوی نے جب آہٹ سُنی تو وہ بھی دوڑتی ہوئی سیڑھیوں پر آپہنچی اور شوہر پر اپنا حق جتاتے ہوئے ، اسکے سر کے بال مضبوطی سے تھام لیے اور اسے اوپر کو کھینچنے لگی - اس نے دوسری بیوی سے مخاطب ہوکر کہا ، اتنے دن وہ تیرے ساتھ رہا - شاید ابھی تک تیری آنکھیں سیر نہیں ہوئیں - ایک مدت کے بعد وہ مجھ پر مہربان ھے ، اے بے شرم چھوڑ ، اسے اوپر آنے دے ، دوسری نے کہا میں اسے ھرگز نہ چھوڑوں گی - اگر وہ اوپر جائے تو اسکے پاؤں توڑ دوں گی - اسطرح دونوں نے مل کر چور کو مخالف سمتوں میں کھینچنا شروع کیا - اس کشمکش میں چور کی جان لبوں پر آ گئی - دونوں نے مل کر

ایسے اتنا آزار پہنچایا کہ اس نے دل ہی دل میں آئندہ سے چوری کرنے سے توبہ کرلی ۔ ایسے میں سپاہی رات کے پہرے سے فارغ ہو کر، گھر میں داخل ہوا ۔ عورتوں نے جب شوہر کو باہر سے آتے دیکھا تو حیرت زدہ ہو کر بھاگ کھڑی ہوئیں، اور چور بے حال ہو کر گر پڑا ۔ سپاہی نے چور کی مشکیں کسیں، اور صبح کو اسے بادشاہ کے دربار میں پیش کیا ۔ بادشاہ نے چور کو قتل کرنے کا حکم دیا ۔ چور نے کہا جہاں پناہ میرا گناہ معاف کر دیجیئے، مجھے اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے ۔ اگر میں آئندہ کبھی چوری کروں تو مجھے دو بیویوں کا شوہر بنا دیجیے ۔ جب چور نے اپنی بپتا سنائی تو بادشاہ اور درباری ہنسے، اور چور کو رہا کر دیا ۔ دوتی نے بتایا کہ دو سوکنوں کا ساتھ بہت برا ہوتا ہے ۔ دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں ۔ اگر حقیقی بہن بھی سوکن بن جائے تو وہ بھی زہریلے ناگ سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے ۔

مینا نے برہم ہو کر کہا میں سمجھتی تھی کہ تنہائی کی زندگی میں تو میرا ساتھ دے گی، اور میرے لیے مصیبت کے دن گوارہ ہو جائیں گے ۔ لیکن تو میرے لیے ایک مستقل مصیبت بن گئی ہے ۔ خدا کے سوا اور کوئی نہیں جو میری ہمت بندھائے ۔ اے بڑھیا سن، اگر آسمان سے سورج اور چاند

بھی آکر مجھے آزمائیں تو میں انہیں لورک سے کم تر سمجھوں گی۔ سوکن کی مصیبت میرے لیے کوئی چیز نہیں۔ اگر چندا آئے تو میں اسکا سواگت کروں گی۔ اگر لورک کسی داسی کو بھی اپنا آئے تو میں اپنی جان داسی پر نثار کرنے کے لیے تیار رہوں گی۔ تمام عورتیں ایک طرح کی نہیں ہوتیں۔ تو نے ”اصیل عورت“ کو دیکھا ھی نہیں۔ سن تجھے میں ایک اصیل اور وفا شعار عورت کی کہانی سناتی ہوں۔

ایک باعصمت حسینہ کی کہانی وہ ایک غیر معمولی حسین وجمیل عورت تھی۔ اس کا شوھر جو کوئی لشکری تھا، اس پر جان نچھاور کرتا تھا۔ ایک بار شوھر کسی ضرورت سے سفر پر گیا۔ اس کا ایک پر خلوص دوست تھا جس پر اسے پوری طرح اعتماد تھا۔ جاتے ہوئے اس نے گھر کی دیکھ بھال اپنے دوست کے ذمہ کی، اور بیوی کو نصیحت کیا کہ تم اسے بیگانہ نہ سمجھو، اور اپنے حقیقی بھائی کی طرح اس سے پیش آؤ۔ حسینہ نے حقیقی بھائی کی طرح اس کی خدمت کی، لیکن اس بے وفا ساتھی نے ایک دن اپنے دوست کی بیوی سے کہا کہ اے شہپری میں تیری محبت میں پھنسا جارھا ہوں۔ میرے حال پر رحم کر اور مجھے اپنے گلے لگا لے۔ اس کی یہ بات سن کر عورت کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے دونوں ھاتھوں سے اپنا چہرا

چھپا لیا ، اور کہا تم میرے شوہر کے دوست ہو، میں تمہیں اپنا حقیقی بھائی سمجھتی ہوں ۔ افسوس ، شاید قیامت آپہنچی ہے ، دنیا سے وفا کا نام و نشان مٹ گیا ۔ اے عزیز تمہیں ایسی بے تمیز بات نہیں کرنی چاہئیے تھی ۔ بے وفا دوست اس وقت تو شرمندہ ہوکر خاموش ہو رہا ۔ کچھ روز تک گویا اس واقعہ کو بھلانے کی کوشش کی ۔ پھر ایک دن حسینہ سے کہا کہ تم بہت دلگیر معلوم ہوتی ہو، شاید میرا دوست تمہیں یاد آرہا ہے ۔ چلو ہم ایک ایسے باغ کی سیر کر آئیں جسے دیکھ کر تمہارے دل کا تکدر دھل جائے ۔ مختلف باتوں سے فریب دے کر اس نے حسینہ کو چلنے پر آمادہ کیا ، اور اسے ایک جنگل میں لے آیا ۔ اس نے کہا کہ اگر تو نے میرا کہا مانا تو ٹھیک ہے ، ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا ۔ وفا شعار عورت نے کہا اگر تم مجھے قتل کردو تو جان جائے گی ، لیکن کوئی برا بول تو مجھ پر نہ آنے پائے گا ۔ عصمت و عفت کے مقابلے میں مال و دولت اور جان سب کچھ قربان کر دینے کے قابل ہے ۔ اتفاق سے اسی وقت جنگل میں ایک طرف سے کوئی قافلہ آتا دکھائی دیا ۔ یہ دیکھ کر بے وفا دوست نے عورت کو اپنے حال پر چھوڑا اور خود بھاگ کھڑا ہوا ۔ یہ ایک تاجر کا قافلہ تھا ۔ تاجر نے اس مصیبت زدہ عورت سے اس کا حال پوچھا ، اور

اس کے حال پر رحم کھا کر کہا، میرے کوئی بیٹا یا بیٹی نہیں ہے، میں تجھے اپنی بیٹی کی طرح رکھوں گا۔ اسے پالکی میں بٹھا کر وہ اپنے ساتھ لے چلا۔ اور گھر پہنچ کر اسے اپنی بیوی کے سپرد کیا۔ کچھ عرصے بعد اتفاق سے تاجر کو ایک لڑکا تولد ہوا۔ بچے کی پرورش اور دیکھ بھال اس نے اس عورت کے تفویض کی۔ لیکن یہاں آسمان نے اس پر ایک اور ستم توڑا۔ اس تاجر کے گھر میں ایک غلام تھا۔ وہ اس غمزدہ حسینہ پر فریفتہ ہوگیا؛ اور ایک دن اس سے کہا کہ ہم تم ایک ساتھ رہتے ہیں، کیوں نہ ہم دونوں مل کر راحت کی زندگی گزاریں۔ جب حسینہ نے غلام کی بات ماننے سے انکار کیا تو اس نے کہا میں کسی ناگہانی مصیبت میں تمہیں مبتلا کردوں گا۔ چنانچہ موقع پا کر ایک رات وہ اس جگہ پہنچا جہاں یہ حسینہ تاجر کے بچے کو اپنی آغوش میں لیے سو رہی تھی۔ غلام نے بچے کا پیٹ چاک کردیا، اور عورت کے ہاتھوں کو خون سے آلودہ کرکے، خود اس واقعہ سے ایسا بے تعلق ہوگیا گویا کچھ جانتا ہی نہ تھا۔ صبح ہوئی تو تاجر کو یقین نہ آیا کہ یہ کام اس مصیبت زدہ عورت نے کیا ہوگا۔ تاہم اس نے کچھ روپیہ دے کر اس عورت کو اپنے گھر سے چلتا کردیا۔

مصیبت زدہ حسینہ آہیں بھرتی ہوئی وہاں سے نکل کھڑی ہوئی ۔ راستے میں ایک جگہ اس نے دیکھا کہ لوگ کسی شخص کو جس پر چوری کا الزام تھا قتل کرنے لیے جا رہے تھے۔ اس نے اپنے ہاں سے روپیہ ادا کرکے اسکی جان بچائی ۔ چور نے اس کے احسان کا شکریہ ادا کیا ، اور اس احسان کے بدلے میں اسی کی خدمت میں رہنے کی تمنا ظاہر کی ۔ لیکن ایک رات اس نے بھی حسینہ کو ورغلانے کی کوشش کی ۔ چور کے یہ ڈھنگ دیکھ کر اسی رات حسینہ چپکے سے اس سے علحدہ ہوگئی ، اور کسی خالی دوکان میں جاکر سورہی ۔ صبح کو چور اسے ڈھونڈتا ہوا وہاں آ پہنچا ۔ اور شور مچانا شروع کیا کہ یہ میری زر خرید لونڈی ہے جو فرار ہوگئی تھی ۔ پھر اس نے ایک تاجر کے ہاتھ اسے فروخت کردیا ، اور چلتا بنا ۔

تاجر اس حسینہ کو خریدنے کے بعد اپنے مال و اسباب کے ساتھ جہاز پر روانہ ہوا ۔ پاک دامن عورت نے دل میں سوچا آج تو میری ساری کوششیں ضائع ہو گئیں ، اور میں اس کی زر خرید لونڈی ہو گئی ۔ رات کو تاجر نے اس سے خواہش کی کہ وہ اسکے پاؤں دابے ۔ لیکن جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچی ۔ تاجر کی روح اچانک پرواز کر گئی ۔ صبح کو اس نے دیکھا کہ جہاز کے

دوسرے لوگ بھی مر چکے ھیں، اوز جہاز کسی شہر کے کنارے آ لگا ھے۔ عورت نے مردانہ لباس پہنا، سوداگروں کا سا عمامہ سر پر باندھا، اور جہاز کا سامان لے کر شہر میں پہنچی۔ پھر اس نے ایك بڑی دوکان کھول لی۔ ایك محل تعمیر کروایا، اور آرام کی زندگی بسر کرنے لگی۔ عصمت شعاری، تقدس اور روحانی پاکیزگی کی بدولت قدرت نے اسکی آنکھوں میں ایسی روحانی طاقت پیدا کر دی تھی کہ اگر وہ کسی مریض کو نگاہ بھر کر دیکھ لیتی تو وہ شفا پاجاتا۔ دور دور تك اس کی کرامت کا چرچا ھونے لگا۔

ایك عرصہ بعد جب اس عورت کا شوھر اپنے گھر لوٹا تو اس نے اپنے دوست کو کوڑھ میں مبتلا پایا۔ اس نے بتایا کہ مجھے اس حال میں دیکھ کر تمہاری بیوی کہیں چلی گئی۔ لشکری نے بیوی کی بے وفائی پر افسوس کیا اور کہا کہ آتے ھوئے اس نے کسی شہر میں ایك تاجر کی کرامت کا چرچا سنا ھے۔ چنانچہ اپنے مریض دوست کو ڈولی میں بٹھا کر وہ اس شہر کی طرف چل پڑا۔ راستے میں اسے تاجر کا غلام، اور وہ چور بھی ملے، جنھوں نے اس حسینہ کے ساتھ دغا بازی کی تھی۔ یہ دونوں بھی کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھے۔ لشکری نے انہیں بھی همراہ لیا،

اور سوداگر کے محل پر پہنچا۔ ڈولیوں کو دیکھ کر عورت نے ان سب کو پہچانا۔ پھر لشکری کی موجودگی میں اس نے ایك پردے کے پیچھے سے یکے بعد دیگرے ہر مریض سے پوچھا کہ وہ اس مصیبت میں کیوں مبتلا ہوا ہے، صاف صاف خود بتا دے، تو اس کا علاج ممکن ہے، ورنہ وہ سخت تر مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے گا۔ تینوں نے تفصیل کے ساتھ اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ اعتراف جرم کے بعد اس نے تینوں کو اپنی شفا بخش آنکھوں کی جھلك دکھائی اور وہ صحتیاب ہو گئے۔ اس کے بعد عورت نے زنانہ لباس پہنا اور لشکری سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ پھر اپنی ساری بپتا اسے سنائی۔ لشکری نے اپنی بیوی کو پہچانا اور اس کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے تینوں مجرموں کو آزاد کر دیا، اور از سر نو پر مسرت زندگی کا آغاز کیا۔

یہ قصہ سنا کر مینا نے کہا کہ خدا جب بچھڑوں کو ملانا چاہتا ہے تو وہ خود سارے سامان فراہم کر دیتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا سر تاج لورك بھی ایك روز مجھ سے آ ملے گا۔ اس نے دلالہ کی باتیں سننے سے انکار کر دیا۔ اور دوتی مایوس ہو کر وہاں سے نکل کھڑی ہوئی۔

دوتی کی ان کوششوں میں چھ مہینے گزر گئے

وہ بادشاہ کے دربار میں گئی، اپنی کوششوں کی تفصیل سنائی، اور اپنی ناکامی کا اعتراف کیا۔ بادشاہ نے کہا تو ایک بار اور کوشش کر دیکھ۔ میں خود بھی ساتھ آؤں گا۔ غرض ایک رات دوتی بادشاہ کے ساتھ مینا کے گھر پہنچی۔ بادشاہ کسی گوشے میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ دوتی آہ و زاری کرتی ہوئی مینا کے گھر میں داخل ہوئی اور کہا کہ میں تو تیری باتوں سے ناراض ہو کر چلی گئی تھی، لیکن پھر دودھ کے رشتے نے جوش مارا، کہ تو بچی کی باتوں کا برا مانتی ہے، اور تو نے کس طرح اسے تنہا چھوڑ دیا۔ مینا نے کہا میں تجھے اسی وقت پسند کر دوں گی جب کہ تو دوبارہ اپنی کہانی شروع نہ کرے۔ دوتی نے کہا تیری مصیبت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ میں تجھے آرام و آسائش کی زندگی گزارتے دیکھنا چاہتی ہوں۔ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ وقت بیت جائے تو انسان ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ تو نے شاید یہ قصہ نہیں سنا۔

بد خصلت عورت کی کہانی شہر میں تجھ جیسی ایک بے ڈھنگی ستونت عورت رہتی تھی۔ کسی مرد نے دوتی کے ذریعہ اسے پیام محبت بھیجا۔ دوتی نے ہر طرح کی کوشش کی، لیکن وہ رضا مند نہ ہوئی۔ کچھ دن بعد ایک

روز جب وہ اپنے شوہر سے ملنے کے لیے مکان کی بالائی منزل پر گئی، تو دیکھا کہ اس کا شوہر کسی اور حسینہ کے ساتھ گفتگو کر رہا ھے۔ عورت برہم ہو کر چپکے سے واپس چلی آئی۔ پھر اس نے دوتی کو بلا بھیجا، اور کہا کہ تو نے مجھے جس شخص کا پیام محبت سنایا تھا، میں اسے ایك نظر دیکھ لوں تو قبول کر لوں گی۔ دوتی نے یہ خوش خبری اس مرد کو سنائی۔ لیکن اس نے جواب دیا اب میرے دل میں اس کے لیے کوئی دلکشی باقی نہیں رہی۔ پھول باسی ہو جائیں تو کوئی انہیں سر میں نہیں لگاتا۔ سوکھے تاڑ پھل کسی کام نہیں آتے۔ ہر چیز کی قدر و قیمت کا ایك وقت ہوتا ھے۔ میں یہ قصہ تجھے اس لیے سنا رہی ہوں تاکہ تجھے بھی اس بے ڈھنگی ستونت عورت کی طرح مایوس نہ ہونا پڑے۔

فراق زدہ ستونتی کی حکایت: مینا نے کہا تو جو جس عورت کو ستونت کہتی ھے، وہ بد خصلت عورت تھی۔ میری مثال اس سے مختلف ھے۔ میں اس ستونت عورت کی طرح ہوں جس کو نصوحا (نصوح ؟) نے محبت کا پیام بھیجا تھا۔ اس ستونت عورت کا شوہر بھی اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا، اور وہ مصیبت کے دن کاٹ رہی تھی۔ نصوحا نے لالچ دے کر ایك دوتی کو اس کے پاس بھیجا۔ دوتی

نے دیکھا کہ وہ حسینہ تو بس زلر و قطار روتی رہتی ہے، اور کسی سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرتی۔ اس نے بادشاہ سے آکر کہا کہ میں ایسی دیوانی کو کیا سمجھاؤں۔ بادشاہ نے کہا، بزورھی سہی، اسے لے آ، ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا۔ دوتی جب دوبارہ وہاں پہنچی تو اس نے دیکھا کہ یہ ستونت عورت خدا کو پیاری ہوچکی ہے۔ ضدی بادشاہ نے اس کی لاش منگوا بھیجی، لیکن غیب کی آواز نے اسے بر وقت متنبہ کیا، اور اس نے نادم ہو کر اپنے دل میں توبہ کی۔

جب دوتی نے پھر اپنی پر مکر باتوں سے مینا کے جذبات کو جگانے کی کوشش کی، تو مینا نے کہا تو مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں دوسرے مردوں سے ربط پیدا کروں، یہ تو بتا کیا خود تو نے بھی یہی کیا ہے۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں کم سنی میں دوچار، اور جوانی میں آٹھ دس سے میرا ربط تھا۔ اب تو بوڑھی ہو چکی ہوں، لیکن امنگوں کی وہ زندگی اب بھی یاد آتی ہے۔ مینا نے مسکرا کر کہا اگر میں نے تیرا دودھ پیا ہوتا، تو میرا دل بھی تیری باتوں سے کسی نہ کسی طرح پسیج گیا ہوتا۔ مجھے یقین ہے کہ میری ماں نے مجھے تیرا دودھ نہیں پلایا ہوگا۔ اچھے ماں باپ جانتے ہیں کہ بچوں کے تعلق سے چار فرائض ان

پر عاید ہوتے ہیں۔ اول تو یہ کہ انہیں کسی نیک عورت کا دودھ پلائیں۔ دوسرے یہ کہ انہیں شریفوں کی صحبت میں رکھیں۔ انہیں حق کی بات سکھائیں۔ چوتھے، انہیں ادب و لحاظ کے برتاؤ کی تعلیم دیں۔ مینا نے دوتی پر برہم ہوتے ہوئے کہا کہ تو اور تیرا بادشاہ دونوں مل کر مجھے تباہی کے غار میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں۔ لیکن میری آہ میں اتنی تاثیر ہے کہ وہ تجھے اور تیرے بادشاہ دونوں کو جلا کر بھسم کر دے گی۔

مینا کی یہ باتیں سن کر بادشاہ متاثر ہوا۔ وہ مکان کے گوشہ سے باہر نکل آیا، مینا کی عصمت و عفت کی داد دی اور اپنے قصور کی معافی کا خواستگار ہوا۔ پھر بادشاہ نے ایک فرمان بھیج کر لورک اور چندا کو بلوایا۔ اور لورک کو مینا سے ملادیا۔ اپنی بیٹی کو اس نے سنگسار کرنے کا حکم دیا، اور دوتی کا سر مونڈا کر، اسے گدھے پر سوار کر کے شہر میں گھمانے کا حکم دیا۔

قصے کا ماخذ

مینا ستونتی کے قصہ کے ماخذ پر خود غواصی نے ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

رسالہ اتھا فارسی یو اول کیا نظم دکنی ستے بے بدل

اس فارسی رسالہ کا ذکر خود مثنوی میں ملتا ہے، اور نہ

متعلقہ مخطوطات کی توضیحی فہرستوں میں ۔ راقم نے اس سلسلے میں جو معلومات فراہم کی ہیں ، وہ حسب ذیل ہیں ۔

مینا ستونتی کا قصہ ہندوستانی اصل کی ایک قدیم پریم کتھا پر مبنی ہے ، جو عہد وسطی میں شمالی ہند کے مختلف علاقوں میں نہایت مقبول تھی ۔ پھر نا معلوم اسباب کی بنا پر یہ لوک کہانی ایک طویل عرصہ تک طاق نسیاں کی نذر ہوگئی ۔ شاید آج سے پندرہ سولہ برس پہلے تک چودھویں صدی کے مولانا داؤد کی " چنداین " ، اور سولھویں صدی کے میاں سادھن کی " میناست " جو قدیم اودھی بھاشا کی عشقیہ داستانیں ہیں ، علمی دنیا کے لیے پردۂ تاریکی میں تھیں ۔ ان منظوم کہانیوں کے قدیم اور نا مکمل نسخے جو فارسی رسم الخط میں تھے ، منیر شریف پٹنہ کی خانقاہ میں ملے ، اور جناب سید حسن عسکری نے پہلی بار ان پر Current Studies, Patna اور Bihar Research Journal میں دو طویل انگریزی مقالے شائع کیے ۔ پھر ہندی داں طبقہ کی توجہ اسکی طرف مبذول ہوئی ، اور مختلف عالموں اور محققوں نے اس خصوص میں تحقیق وجستجو کا آغاز کیا ۔ لاہور کے آرکیوز سے چنداین کے با تصویر اجزا دستیاب ہوئے ۔ راجستان اور یو ۔ پی میں بھی چنداین کے دو نسخوں کا پتہ چلا ۔ جو ناگری رسم الخط میں تھے ۔ بنارس کے " کالا بھون " ، اور بمبئی کے میوزیم میں بھی چنداین کے با تصویر اجزاء موجود ہیں ۔ پھر میاں سادھن کی

"میناست" کو الیار سے شائع ہوئی۔ اور مولانا داؤد کی "چنداین"
کو ابھی چند ماہ قبل ڈاکٹر پرمیشوری لال گپتا نے، جو پٹنہ
آرکیوز کے ڈائرکٹر ہیں، ایڈٹ کر کے ایک عالمانہ مقدمہ کے ساتھ
شائع کیا ہے۔

"چنداین" اور "میناست" اصل میں ایک ہی طویل
لوک کہانی کے دو رخ ہیں۔ چنداین، شہزادی چندا، اور لورک
کی داستان محبت ہے۔ لورک کے چندا کے ساتھ فرار ہو جانے
کے بعد، اس کی فراق زدہ بیوی مینا پر جو بیتی، اسکی داستان غم
میناست میں بیان کی گئی ہے۔

گذشتہ چند برسوں میں ہندوستان کی اس مقبول عوامی
کہانی کی ایک سے زاید ادبی شکلوں کی بازیافت عمل میں آئی ہے،
جن میں قدیم ہندی بھاشا میں داؤد کی چنداین، اور میاں سادھن
کی میناست، بنگالی میں دولت قاضی کی "ستی مینا ولورچندرانی"
اور فارسی میں حمیدی کا "عصمت نامہ" خاص طور پر
قابل ذکر ہیں۔ چونکہ غواصی کی مثنوی کا قصہ بنیادی طور پر
انہیں لوک کہانیوں پر مبنی ہے، جو جزوی اختلافات کے ساتھ،
خود غواصی کے عہد میں اور اس سے قبل، ہندوستان کے
ایک وسیع علاقے میں بکھری ہوئی تھیں، اسلیے ذیل میں
اس مقبول عوامی کہانی کی ادبی شکلوں کا سرسری جائزہ
پیش کیا گیا ہے، تاکہ غواصی کی مثنوی کے ابتدائی سرچشمہ پر
روشنی پڑ سکے۔

"چنداین" | لورك چندا اور میناستونتی کے گروپ کی پریم کتھاؤں کی قدیم ترین ادبی شکل جو ابھی تك دریافت ہوئی ہے، مولانا داؤد کی "چنداین" ہے، جس کا شمار اب ہندی کے ابتدائی ادب پاروں میں ہونے لگا ہے۔

چنداین کے متعلق جناب سید حسن عسکری لکھتے ہیں:

"یہ ایك طویل منظوم پریم کتھا ہے، جسے مولانا داؤد نے جو شاید یو۔پی کے مقام دالمؤ کے رہنے والے تھے، وہاں کی مقامی بولی، اودھی میں ایك قدیم لوك گیت کو ماخذ قرار دے کر سنہ ۷۸۹ھ میں تصنیف کیا۔ اور اسے فیروز شاہ تغلق سلطان دھلی کے وزیر، جہاں شاہ، پسر خان جہاں مقبول، کے سامنے پیش کیا"۱۔

عہد وسطی میں شمالی ہند میں چنداین کی عشقیہ کہانی کی غیر معمولی مقبولیت کا اندازہ، عہد اکبری کے مشہور مورخ ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان سے بھی ہوتا ہے۔ بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتا ہے:

"سنہ ۷۷۲ھ میں خان جہاں وزیر نے وفات پائی، اور اس کے بیٹے جونا شاہ کو بھی یہی خطاب عطا ہوا۔ مولانا داؤد نے مثنوی "چنداین" ہندی زبان میں لورك اور چندا کے عشق کے بیان میں، اس کے نام پر لکھی ہے۔

---

(۱) معاصر، پٹنہ، شمارہ ۱۶، سنہ ۱۹۶۰ء۔

یہ مثنوی نہایت ذوق و شوق کی کتاب ہے، اور مخدوم شیخ تقی الدین واعظ اس کے بعض اشعار، دہلی میں منبر پر پڑھا کرتے تھے۔ لوگوں پر اس کے سننے سے بہت وجد وحال طاری ہوا کرتا تھا۔ کسی فاضل نے شیخ ممدوح سے پوچھا تھا کہ اس ہندی مثنوی کے منبر پر پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کے مضامین اور خیالات، اہل تصوف کے اقوال اور آیات قرآنی کے مطابق ہیں۔ ہندی گویئے اس مثنوی کو بڑے مزے سے گایا کرتے ہیں"۔۱

ڈاکٹر پرمیشوری لال گپتا نے حال میں چنداین کا جو نسخہ مرتب کرکے شائع کیا ہے، یہ جملہ ۴۰۲ بندوں پر مشتمل ہے۔ ہر بند میں بارہ چرن یامصرعے ہیں۔ بند کی ابتدائی پانچ اردھا لیاں یااشعار ایک ہی میٹر میں ہیں، اورہرشعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ کا التزام رکھا گیا ہے۔ ہر بند کے آخری دو مصرعے مختلف میٹر میں ہیں، جو نسبتاً طویل ہے۔ ڈاکٹر گپتا کے مطابق شاعر نے ایپھرنش میٹر استعمال کیے ہیں۔ شاعر کے متعلق سوائے اس کے اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ دالمؤ کے رہنے والے تھے اور

---

(۱) ملا عبد القادر بدایونی، منتخب التواریخ، ترجمة احتشام الدین، ص ۹۰۔

فیروز شاہ تغلق کے عہد میں سنہ ۷۷۹ ہجری (سنہ ۱۳۸۷ء) میں انہوں نے یہ قصہ نظم کیا۔ دالمؤ، یا ڈالمؤ، اتر پردیش کے ضلع رائے بریلی کا قصبہ ہے۔ اور بریلی سے ٤٤ میل دور، اور کانپور سے ۹۱ میل کے فاصلے پر ریلوے جنکشن ہے۔ یہاں دریائے گنگا کے کنارے کچھ بلندی پر ایك قلعہ کے کھنڈر اب بھی موجود ہیں۔ داؤد کی شخصیت اور مثنوی چنداین کے سنہ تصنیف پر، خود شاعر کے اس بیان سے روشنی پڑتی ہے۔

برس سات سئے ہوے اناسی
تھیا یہ کبی سر سئے بھاسی
ساہ پھیروج دلی سرطانا
جونا شا اوجیر بکھانا
دلؤنگر بسے نورنگا
اوپر کوٹ تلے بہی گنگا

(یعنی سنہ ۷۷۹ میں شاعر نے یہ قصہ نظم کیا۔ فیروز شاہ دلی کا سلطان تھا، اور وزیر جونا شاہ تھا۔ دلؤنگر ایك خوبصورت شہر اس طرح آباد تھا کہ اوپر اس کے قلعہ تھا، نیچے دریائے گنگا بہتی تھی)

ذیل میں چنداین کے قصے کا قدرے تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے، تا کہ مینا ستونتی کی عشقیہ داستان کے

دوسرے رخ، یعنی لورك اور چندا کی داستان محبت پر بھی روشنی پڑسکے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لورك، چندا اور مینا کی پریم کتھا کی مختلف ادبی شکلیں ایك طویل کہانی کے مختلف اجزا کو اپنا موضوع قرار دیتی ہیں۔ پھر یہ کہانی جزوی اختلافات کے ساتھ، مختلف علاقوں میں ایك نئے رنگ روپ میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

چنداین کا قصہ: سہدیو رائے مہر، گوور نگر کا راجہ تھا۔ اس کے ٨٤ رانیاں تھیں۔ ان میں پھول رانی راجہ کی چہیتی تھی۔ رانی کے بطن سے شہزادی چاند نے جنم لیا۔ بچپن ناز ونعمت میں بسر ہوا۔ ابھی چار برس ہی کی تھی کہ راجہ جیت نے اپنے بیٹے باون سے چاند کے بیاہ کا پیام بھیجا۔ نسبت طے پائی اور دھوم دھام سے شادی رچائی گئی۔ شادی کو بارہ برس گزر گئے، چاند نے شباب میں قدم رکھا لیکن اس کا شوہر اسکی طرف مائل نہیں ہوا۔ بالآخر چاند کے والدین نے آدمی بھیج کر اسے اپنے ہاں بلوالیا۔

میکے آنے کے بعد چاند اپنی سکھیوں کے ساتھ دن گزارنے لگی۔ ایك روز ایك باجر سادھو (بودھ فرقہ کا ایك سادھو) چاند کے محل کے قریب سے گزرا، اور چاند کا حسن و جمال دیکھ کر وہیں مبہوت کھڑا رہ گیا۔ لوگ جمع ہوے اور اس کی دیوانگی کا سبب پوچھا تو اس نے

تعریف کیا کہ وہ چاند کے آسمانی حسن کا دیوانہ ہو گیا ہے۔
اس کے بعد یہ باجر سادھو دیوانہ وار چاند کے حسن وجمال
کی تعریف میں گیت گاتا پھرنے لگا۔ کسی دوسرے نگر
کے راجہ روپ چند نے اس مجنوں صفت سادھو کا حال سنا
اور اسے بلا کر تفصیل پوچھی۔ سادھو نے چاند کے حسن
کا ایسا دلکش نقشہ کھینچا کہ روپ چند بھی چاند کا غائبانہ
عاشق ہو گیا، اور اپنی فوج لے کر گوورنگر پہنچا اور شہر کا
محاصرہ کر لیا۔ روپ چند نے راجہ سہدیو کو کہلا بھیجا کہ
وہ اپنی بیٹی کا اس سے بیاہ کر دے۔ راجہ نے جواب دیا کہ
چاند کا بیاہ بچپن میں ہو چکا ہے اور اب اس کے بیاہ کا
کوئی سوال نہیں۔ روپ چند نے اصرار کیا اور لڑائی شروع
ہو گئی۔ راجہ سہدیو کی فوج کے بڑے سردار مارے گئے
اور قریب تھا کہ اس کی فوج کو شکست ہو جائے۔ ایسے
میں کسی نے صلاح دی کہ بہادر لورک کو جو اسی نگری
میں رہتا ہے اور گوالوں کا سردار ہے بلانا چاہیے۔
ایک بھاٹ کی مدد سے اسے بلوایا گیا۔ جب لورک اپنی ماں
"کھولن" سے آشیرواد لینے کے لیے گیا تو ماں اور اس
کی بیوی مینا نے اسے لڑائی سے باز رکھنے کی کوشش کی
لیکن لورک نہ مانا، اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لڑائی کے
میدان میں آ پہنچا، اور ایسی دلیری سے مقابلہ کیا کہ

روپ چند کی فوج کے قدم اکھڑ گئے ۔ فاتح لورک جب دشمن کی فوج کو شکست دے کر لوٹا تو گوور نگر میں اس کا شاندار استقبال ہوا ۔ ہاتھی پر اس کا جلوس نکالا گیا ۔ رانیاں بھی اسے دیکھنے باہر آئیں ۔ اسی موقع پر چاند نے اسے دیکھا ، اور اپنا دل دے بیٹھی ۔ غم عشق میں مبتلا ہونے کے بعد جب چاند اداس اور کھوئی کھوئی سی رہنے لگی تو سہیلیوں نے اس کے دل کا حال پوچھا ، اور اسے صلاح دی کہ تم اپنے باپ سے کہو کہ وہ فاتح لورک کے اعزاز میں محل میں ایک ضیافت ترتیب دے ۔ ضیافت کا انتظام کیا گیا ، چاند بھی سج دھج کر وہاں پہنچی ۔ لورک نے اسے دیکھا تو کھانا پینا سب بھول گیا ۔ گھر لوٹا تو جنون عشق نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا ۔ لورک کی ماں ، اور اسکی بیوی ، اس تبدیلی سے پریشان ہوئیں ۔ چاند کی ایک سکھی لورک کی ماں سے ملنے کے بہانے آئی ۔ لورک نے جب چاند کا نام سنا تو اس کے قدموں پر گر پڑا ، اور منت سماجت کی وہ پھر ایک بار اسے چاند کی صورت دکھا دے ۔ سکھی نے مشورہ دیا کہ تم جوگی کا روپ دھار کر مندر میں جا بیٹھو ، ہم وہاں بھگوان کے درشن کرنے کے بہانے آئیں گے ۔ کچھ دن مندر میں دونوں کو ایک دوسرے کو دیکھنے کا موقع ملا ۔ پھر چاند کی

سکھی نے لورک کو رات کے وقت محل میں آنے کی ترکیب بتائی، اور وہ ایک رسی کے پھندے کے سہارے، چاند اور اس کی سکھیوں کی مدد سے اوپر آیا۔ صبح کو جب راجہ سہدیو چاند کے کمرے میں آیا تو چاند نے لورک کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ اسطرح چوری چھپے ملاقاتیں ہونے لگیں، اور شدہ شدہ شہر میں لوگ اس واقعہ کے متعلق سر گوشیاں کرنے لگے۔ لورک کی ماں اور اسکی بیوی مینا کو بھی اس کی خبر پہنچی۔ لورک کو جب اس کا پتہ چلا تو اس نے مینا کے ساتھ دکھاوے کی محبت کا اظہار شروع کیا، جس پر مینا اور برہم ہوگئی۔ مینا نے ایک مالی کے ذریعہ چاند کی ماں سے شکایت کی۔ ادھر مینا ایک نئی مصیبت میں گرفتار ہو گئی تھی، اور ادھر چاند اپنی محبت کے سہانے خواب کے ٹوٹ جانے کے خوف سے پریشان و متردد تھی۔ اتفاق سے دونوں ایک ہی وقت بھگوان کے آگے اپنی اپنی التجا لے کر مندر میں گئے۔ یہاں دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا، تند اور تیز باتیں ہوئیں، اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی۔ لورک کو پتہ چلا، اس نے جا کر بیچ بچاؤ کیا۔

اب لورک اور چاند نے مل کر طے کیا کہ یہاں بسر ممکن نہیں، اور وہ کسی دوسرے نگر کو فرار

ہو جائیں۔ منصوبہ کے مطابق ایک رات لورک چندا کے محل پہنچا، اور دونوں مال و دولت اور زر و جواہر لیے کر فرار ہو گئے۔ راستے میں لورک کا بھائی کنوارو ملا اس نے لورک کو اپنے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی، لیکن لورک یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا کہ وہ دو ایک ماہ بعد واپس آئے گا۔ راجہ کے آدمی ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ راستے میں دونوں نے ایک ملاح کو دھوکا دے کر گنگا کو پار کیا۔ چاند کا شوہر باون بھی تعاقب میں نکلا۔ دریا کو پار کر کے اس نے ان دونوں کو آلیا۔ لورک اور باون میں لڑائی ہوئی۔ باون نے ہار مان لی، اور کہا کہ اب چاند سے اسکا کوئی واسطہ نہیں۔ راستے میں ایک جگہ چاند کو سانپ نے ڈس لیا۔ ایک یوگی کے منتروں سے اس نے دوبارہ زندگی پائی۔ پھر ایک بار جب وہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے سو رہے تھے، دوسری مرتبہ ایک سانپ نے چندا کو ڈس لیا۔ لورک نے اسکی جان بچانے کی بہتری کوشش کی، دوسرے روز جب وہ چاند کی لاش کو جلانے، اور خود بھی اس کے ساتھ جل مرنے کی تیاری کر رہا تھا، اچانک ایک مداری ادھر آ نکلا۔ اور اس نے سانپ کا زہر اتار کر چاند کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ لورک نے اپنے سارے گہنے مداری کی نذر

کر دیئے۔ جواب میں مداری نے بھی لورک کو ایک منتر سکھایا۔ یہاں سے نکل کر لورک اور چاند ایک شہر سارنگ پور پہنچے۔ لورک نے وہاں کے راجہ کے ساتھ جوے کی بازی لگائی اور اپنے سارے مال و اسباب کے ساتھ چاند کو بھی اس بازی میں ہار گیا۔ لیکن مداری کے منتر کی بدولت ایک راکشش نمودار ہوا، اور اس نے لورک کے دشمنوں کا خاتمہ کر دیا۔ لورک اور چاند کسی اور طرف چل کھڑے ہوے۔ راستے میں تیسری مرتبہ چاند کو ایک سانپ نے ڈسا، اور ایک سادھو کی مدد سے پھر اس نے زندگی پائی۔ سادھو نے لورک کو متنبہ کیا کہ ایک یوگی چاند کو اپنی محبت میں گرفتار کرنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ راستے میں انہیں اس یوگی سے سابقہ پڑا، جس نے اپنے منتر کے ذریعہ چاند کے حافظے کو معطل کر دیا۔ لیکن لورک اس پر بھی غالب آیا۔ پھر جنگل میں ان کی ملاقات ایک راجہ سے ہوئی، جو شکار کھیلنے کے لیے ادھر آ نکلا تھا۔ جب لورک نے اسے اپنا حال سنایا تو راجہ نے ان دونوں کی دلجوئی کی، اور انہیں اپنے شہر ہری پاٹن لے گیا، جہاں یہ دونوں آرام و اطمینان اور شان و شوکت کی زندگی بسر کرنے لگے۔

لورک کے چاند کے ساتھ فرار ہو جانے کے بعد

اسکی بیوی مینا پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ لیکن ملا داؤد کی چنداین میں اس موقع پر فراق زدہ مینا کی داستان غم کی کوئی تفصیل نہیں ملتی، اور نہ آزمائش و امتحان کے ان کٹھن مرحلوں کا کوئی ذکر، جو "میناست" کا بنیادی موضوع ہے۔ چنداین کے صرف ایك بند میں مینا کے درد فراق کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:

نسی دکھ مینا ھی روئی بہائی
سبھ دن رھے نین پنتھ لائی
مکو لورك اینھا مارگ آوئی
کئی ھیری آکے آپو جناوئی
نسی دن جھروی آس بے آسی
روئی روئی کھن کھن ھوئی نراسی
لور لور کم دن پور آوئی
اور بچن ہر مکھ ھیں نہ آوئی
تپنٹیں اجھی رین بہائی
جس مچھری بن نیر مرجھائی
بره سنتای میناں آھیں پری دن او رات
سب لن ھیں دکھ لورك کیرا برھا کنہیں سنگات[1]

---

(1) چنداین، بند ۱۹۸ ص ۲۰۱ ۔

ایك دن مینا اور لورك كی ماں كھولن كو معلوم هوا كه گوورنگر میں تاجروں كا ایك قافله آیا هوا هے ـ دریافت كرنے پر كھولن كو پته چلا كه یه قافله هری پاٹن جانے والا هے ـ كھولن نے تاجروں كے نایك كو جو ایك برهمن تھا اپنے گھر بلایا ـ مینا اس كے قدموں پر گر پڑی، اور بڑی منت سماجت كی كه وه هری پاٹن میں لورك كا پته چلاے، اور اس كی دكھ بھری داستان لورك كو سنا كر اسے لوٹ آنے پر آماده كرے ـ برهمن مینا كی دكھ بھری كهانی سن كر متاثر هوا ـ

یهاں مولانا داؤد نے مینا كی آپ بیتی كو، جو وه تاجروں كے سردار كو سناتی هے باره ماسی كے پیرائے میں پیش كیا هے ـ مینا فراق كے سات آٹھ مهینوں كا حال جو اس پر گزر چكے هیں، مختلف موسموں كی كیفیات كا ذكر كرتے هوئے برهمن كو سناتی هے ـ تاجروں كا سردار كوئی چار ماه بعد هری پاٹن پهنچا ـ اس نے لورك كا پته چلایا اور اس كے گھر پهنچا ـ پھر اس نے گویا لورك كی پوتھی دیكھ كر اسے بتایا كه وه گوور كا رهنے والا هے، اور مینا كا شوهر هے، اور یه كه مینا كا پتی هونے كے باوجود اس نے مینا كو زمین پر ڈال دیا هے، اور چاند كو آسمان پر چڑھا دیا هے ـ مینا كا نام سن كر لورك كا

دل بھر آیا ۔ وہ مینا کو بھولا نہیں تھا اور اس کا حال جاننے
کے لیے بے تاب تھا ۔ اس نے برھمن سے پوچھا کہ وہ کہاں
کا رھنے والا ھے ، اور کہا اگر تم مجھے کچھ بتا سکو کہ مینا
کس حال میں ھے ، اور کیا وہ اب بھی میرا دم بھرتی ھے ،
تو میں تمھارے قدموں کی خاک اپنے ماتھے پر لگاؤں گا۔
جب برھمن نے مینا کی داستان غم سنائی تو لورك رونے لگا۔
اس نے بہت سا سونا اور متعدد بیل برھمن کی نذر کیے ،
اور وعدہ کیا کہ وہ دوسرے روز گوور واپس چلے گا۔
چاند کو جب اس نئے واقعہ کی سُن گن ملی تو وہ بڑی
پریشان ھوئی ، اور رات کو بغیر کھائے سو رھی ۔ دوسرے
روز لورك نے راجہ سے مل کر اس کو ساری تفصیل سنائی
اور جانے کی اجازت طلب کی ۔ راجہ نے بخوشی جانے
کی اجازت دی اور بہت سارے آدمی ، سازوسامان کے ساتھ
اس کے ھمراہ بھیجے ۔ لورك چاند کے ساتھ گوورنگر کی
طرف چل پڑا ۔ شہر سے تین کوس دور اس نے پڑاؤ کیا ۔
اطراف کے لوگوں میں یہ خبر اڑی کہ کوئی راجہ فوج لے کر
آیا ھے ۔ گوور میں کھلبلی مچ گئی لیکن مینا کو ایسا لگا
کہ لورك آیا ھے ۔ اس نے اپنی ساس سے کہا مجھے ایسا
معلوم ھوتا ھے لورك آئے گا ۔ پھر رات کو اس نے
لورك کو خواب میں دیکھا ۔

لورك نے خود کو ظاہر کیے بغیر ایك مالی کے ذریعہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ مینا کس حال میں ہے، اور کیا وہ حقیقت میں اب بھی اس کی وفادار ہے۔ ادھر مینا ایك گوالن بن کر اپنی سکھیوں کے ساتھ اس باغ میں گئی جہاں لورك اپنے قافلہ کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔ باتوں باتوں میں جب چاند نے مینا سے اس کا حال پوچھا تو مینا نے بتایا کہ بارہ مہینے پہلے اس کا پتی لورك چاند کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ اور اگر چاند اس کے ہاتھ لگے، تو وہ اس کا منہ کالا کرکے گدھے پر سوار کرکے اسے شہر میں گھمائے گی۔ چاند یہ سن کر اس سے الجھ پڑی۔ اس موقع پر لورك نے خود کو ظاہر کیا۔ مینا کو دیکھ کر وہ چاند کو بھول گیا۔ پھر اس نے مینا اور چاند دونوں کو منا سمجھا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ دونوں ایك ساتھ مل جل کر رہنے کی کوشش کریں۔ کھولن نے لورك اور چاند کو اپنے گھر بلایا، اور سب مل کر سکھ کی زندگی بسر کرنے لگے۔ کھولن نے لورك کو بتایا کہ اس کے جانے کے بعد گھر والوں کو کیسی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کھولن نے کہا کہ خود اس کے دن رونے میں اور راتیں جاگنے میں بسر ہوئی ہیں۔

یہاں پرمیشوری لال گپتا کی مرتبہ چنداین ختم ہوجاتی ہے

زیر بحث ایڈیشن کے مطابق یہ قصہ ۴۰۲ بندوں پر مشتمل ہے جمع شدہ اوراق کے مطابق اس کے بعد کے بند کا صرف نشان ۴۰۳ ورق پر موجود ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ داؤد کی چنداین کے متعدد بند ابھی تک دستیاب نہیں ہوسکے ہیں۔ ڈاکٹر گپتا کا خیال ہے کہ یہ قصے کا اختتام نہیں ہے، یقیناً کچھ اور بند اسکے علاوہ اصل تصنیف میں رہے ہوں گے۔ ۱

جناب سید حسن عسکری نے بھی اپنے مقالے میں جو "معاصر" شمارہ نمبر ۱۶ اور نمبر ۱۷ میں شائع ہوا ہے، اس امر کا ذکر کیا ہے کہ چنداین کے چیدہ چیدہ اور منتشر اوراق کی مختلف مقامات پر بازیافت عمل میں آئی ہے۔کوئی تعجب نہیں کہ قصے کے درمیانی حصے سے متعلق بھی چنداین میں کچھ بند رہے ہوں، جس میں "برہ سنتای میناں" کی دکھ بیتی کی تفصیل شاعر نے بیان کی ہو۔

میناست: لورک چندا اور مینا ستونتی کے سلسلے کی لوک کتھاؤں کا دوسرا اہم ادبی روپ میاں سادھن کی "میناست" میں ملتا ہے۔ میناست کے قدیم نسخے فارسی کے علاوہ ناگری رسم الخط میں بھی ملتے ہیں۔

چنداین، لورک اور چندا کی داستان محبت ہے۔ لورک

---

(۱) چنداین، مقدمہ، ص ۵۳۔

کے فرار ہو جانے کے بعد، مینا پر جو بیتی، اسکی تفصیل میناست میں بیان کی گئی ہے ۔ میاں سادھن کے حالات ہنوز تاریکی میں ہیں ۔ اس قدر پتہ چلتا ہے کہ میناست سولھویں صدی عیسوی کے درمیانی زمانہ کی تصنیف ہے ۔ بعد کے عہد کی ایک تصنیف " مدھو مالتی " میں بھی " میناست " ایک ذیلی حکایت کی حیثیت سے ملتی ہے ۔ سنہ ۱۹۰٤ ء میں مدھو مالتی کی اس ذیلی کتھا کو ماتا پرشاد گپت نے علحدہ حیثیت میں شائع کیا تھا ۔ بعد کو سنہ ۱۹۵۸ ء میں ہری ہر نواس درویدی نے، سادھن کی میناست کے منتشر اوراق کو، مدھو مالتی میں بیان کیے ہوے قصے کی بنیاد پر، مرتب کر کے، گوالیار سے شائع کیا ہے ۔

سادھن کی میناست کے مطابق، ساتن کنور، مراق زدہ مینا کو ورغلانے کی کوشش کرتا ہے، اور رتنا نامی ایک مالن کو دوتی یا دلالہ کی حیثیت سے مینا کے ہاں بھیجتا ہے ۔ رتنا دلالہ مینا کے گھر آئی ۔ اس نے بتایا کہ مینا کے بچپن میں وہ اسکی دایا رہ چکی ہے، اور مینا نے اس کا دودھ پیا ہے ۔ مینا اس کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئی ۔ مالن نے مینا سے دریافت کیا کہ اس نے جوگنوں کا سا روپ کیوں اختیار کر رکھا ہے ۔ مینا نے دلالہ کو غمخوار سمجھ کر اسے اپنی بپتا سنائی ۔ رتنا، مینا کے جذبات عشق و محبت کو بیدار کرنے کی غرض سے ہر مہینے موسم کی مختلف کیفیات سے متعلق

ہیجان انگیز گیت سناتی ہے، اور اسے راغب کرتی ہے کہ وہ بھی اپنے حسن و شباب کو ضائع کرنے کی بجائے، کسی سے دل لگائے؛ مینا کو دلالہ کی یہ باتیں پسند نہیں آئیں، اس نے عصمت و عفت کی اہمیت سمجھائی اور رتنا کے مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کیا رفتہ رفتہ مینا کو اندازہ ہوا کہ رتنا حقیقت میں صرف ایک دلالہ کا فرض انجام دے رہی ہے۔ دلالہ کی کوششیں بارہ مہینے تک جاری رہیں۔ اس دوران میں مینا پر دلالہ کا راز پوری طرح فاش ہو گیا۔ پھر مینا نے اس کا سرمونڈوا کر اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھایا اور شہر کی گلی کوچوں میں اسے گشت کروایا۔ رتنا کے اس حشر کو میاں سادھن کی زبانی سنیے:

میناں مالن نیر ملائی

دھر جھونٹا کٹنی نیھورائی

منڈ منڈائی کے سیندور دینہاں

کار پیردوی ٹیکا وینہاں

گدہ آن کے دھائی چڑھائی

ہاٹ باٹ سب نگر پھرائی

جوجس کرے سو پاوے تیس

کٹنی لوگ پکاریں ایس

لائی بسائی کنئے کالے کاٹ
کو دوب بوئے لو یہوں دھان

ست میناں کوتھر رہ سادھن راکھو کرتار
کٹئی ماری نکاری کیہہ کنگ کے پار

باپ پن دوی بیج جس بوئی تس نپجئی
سادھن جیسا کیجئی تیسا پھل آگے لھی

(مینا نے مالن کو نزدیک بلایا۔ اس کا چونڈا پکڑ کر اُسے قابو میں کیا، اس کا سر مونڈوا کر اسے کالے پیلے ٹیکے لگوائے، اسے گدھے پر چڑھوایا، اس کو راستے، بازار سارے شہر میں گھمایا۔ اسے جو دیکھتا تھا کہتا تھا۔ یہ دلالہ ہے، جو جیسا کرتا ہے اسے ویسا ھی ملتا ہے۔ کودوں بونے پر دھان کیسے پیدا ھو سکتا ہے۔ سادھن کہتے ھیں کہ نیکی اور بدی دو بیج ھیں، ان میں سے جس کو بویا جائے، اسی کا پودا زمین سے بر آمد ھوگا۔ سادھن جیسا کیجئے ویسا ھی پھل لیجئے)۔

سادھن کی میناست کے متعدد بند بھی ھنوز دستیاب نہیں ھوے۔ قصہ کا آغاز ساتن کنور کی شیطانی کوششوں سے ھوتا ہے۔ البتہ رتنا مالن اور مینا کے مکالموں سے پتہ چلتا ھے کہ مینا کا شوھر لورك ھے، اور وہ چاند کے ساتھ فرار ھوگیا ھے۔ لیکن مینا، لورك کی خاطر، چاند کی داسی بن کر

رھنے بھی تیار ہے ۔

عصمت نامہ غواصی کی مثنوی کے تعلق سے ، اس عشقیہ کہانی کی ایك اہم ادبی شکل حمیدی کا عصمت نامہ ہے ۔ حمیدی ، عہد جہانگیری کا ایك غیر معروف شاعر ہے ۔ اس نے سنہ ۱۰۱۶ ھجری (۸ ، ۱٦۰۷ء) میں یہ مثنوی تصنیف کی ، اور اسکا نام عصمت نامہ رکھا۔

در سال سعید و ماہ مسعود   تاریخ ہزار شانزدہ بود
روزی کہ شد این رسالہ مرقوم   بر عصمت نامہ گشت موسوم

آغاز داستان سے قبل شاعر ، روایتی حمد و نعت اور جہانگیر کی مدح و توصیف کے بعد ، ہندوستان کی تعریف کرتا ہے ۔ پھر کہتا ہے کہ ایك جگہ کچھ لوگ بیٹھے عرب اور ایران کے حسن کی توصیف کر رہے تھے ، اور لیلٰی ، عذرا ، اور شیریں کے حسن و جمال ، اور ان کے جذبۂ محبت کی داد دے رہے تھے ۔ میں نے بھی اپنی زبان کھولی ، اور ایك عروس ہندی کی داستان محبت سنائی ، اور کہا کہ لیلٰی و عذرا کیا چیز ہیں ، مجھ سے مینا کے وصف سنو :

من نیز در سخن کشادم   شرحے ز عروس ہند دادم
گفتم کہ چہ لیلٰی و چہ عذرا   از من شنوید وصف مینا

لوگ اس قصہ کو سن کر متاثر ہوئے ، اور حمیدی سے فرمایش کی کہ وہ اس قصہ کو فارسی میں نظم کر دے۔

عصمت نامہ کے مطابق مینا، ہندوستان کے ایک راجہ کی لڑکی تھی - راجہ نے لورک نامی ایک خوب رو نوجوان سے اس کی شادی کر دی - مینا حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کی بھی مالک تھی - ہندوستان کی روایتی شوہر پرست عورت کی طرح وہ اپنے شوہر پر جان چھڑکتی تھی - لیکن لورک کو چاند نامی ایک حسینہ سے محبت ہو گئی، اور وہ اسے چھوڑ کر چاند کے ساتھ کسی اور شہر کو فرار ہو گیا - فراق زدہ مینا جوں توں کر کے، آہ و زاری میں اپنے دن بسر کرنے لگی - مینا کے حسن کا چرچا سن کر ساتن نامی شخص مینا پر فریفتہ ہو گیا - اور رات دن اس کے محل کے چکر کاٹنے لگا - پھر اس نے ایک بوڑھی دلالہ کو مینا کے پاس بھیجا - بڑھیا نے خود کو مینا کے زمانۂ شیر خوارگی کی دایا ظاہر کیا - اس طرح مینا کا اعتماد حاصل کر کے اس نے مینا کا دکھ درد پوچھا - پھر شوہر کی بے وفائی کے جواب میں اسے بھی عصمت و عفت کی خیالی باتوں کو خیر باد کہنے، اور زندگی کی مسرتوں سے لطف اندوز ہونے پر مائل کرنے کی کوشش کی - اس نے بتایا کہ ساتن نامی ایک نوجوان اس پر فریفتہ ہے - اور وہ بھی ساتن کے ساتھ عیش و راحت کی زندگی گزار سکتی ہے - مینا نے ان باتوں پر سخت ناراضی اور برہمی کا اظہار کیا، لیکن دلالہ نے

اپنی کوشش جاری رکھی ۔ وہ ہر ماہ موسم کی مختلف کیفیات کے دلکش گیت مینا کو سناتی تھی، اور اس کے خوابیدہ جذبات کو بیدار کرنے کی کوشش کرتی تھی ۔ لیکن مینا اپنے عزم میں ثابت قدم رہی ۔ بارہ ماہ بعد چاند کی موت واقع ہوئی، اور لورک مینا کے پاس واپس چلا آیا ۔

مثنوی کے آخر میں حمیدی نے اس کہانی کو مجازی (allegoric) رنگ دینے کی کوشش کی ہے، اور لورک کو خدا، مینا کو انسانی روح، ساتن کو شیطان، اور دلالہ کو نفس انسانی سے تعبیر کیا ہے ۔ یہاں یہ امر محل نظر ہے کہ لورک، چندا اور مینا کی کہانی کی مجازی تعبیر کا یہ پہلو، چند این، میناست، یا ھندوستان کے دوسرے علاقوں میں پھیلی ہوئی، اس قبیل کی دوسری کسی کہانی میں نہیں پایا جاتا ۔ حمیدی کی یہ کوشش فارسی شاعری کے متصوفانہ اثرات کی غمازی کرتی ہے ۔

ستی مینا و لورچندرانی | سترھویں صدی کے اوائل میں بنگالی شاعر دولت قاضی نے اس کہانی کو ''ستی مینا و لور چندرانی'' کے عنوان سے ادبی روپ میں پیش کیا ۔ دولت قاضی اراکان کے راجہ چندر سدھرم (۱۶۲۲ تا ۱۶۳۸ ء) کے عہد کا شاعر تھا ۔ ابتداً یہ کتاب حمیدی پریس کلکتہ سے ''ستی مینا''

کے نام سے شائع ہوئی تھی، پھر وشوا بھارتی شانتی نکیتن کے سری ستندو بھوشال نے اسے ایڈٹ کر کے "ستی مینا و لور چندرانی" کے نام سے، ساھتیہ پرکاش کی جلد اوّل میں شائع کیا۔ دولت قاضی کے قصہ کا آغاز حمیدی کے عصمت نامہ کے مطابق ھے۔ دولت قاضی کے قصے میں رتنا مالن، مینا کو ورغلانے کی کوششوں کے دوران میں اسے طرح طرح کے قصے بھی سناتی جاتی ھے۔ لیکن بنگلہ کہانی کا اختتام عصمت نامہ سے مختلف ہو گیا ھے مینا اپنی ایك سہیلی کی مدد سے بوڑھی دلالہ کا سر مونڈوا کر اسے گدھے پر گشت کرواتی ھے۔ پھر وہ ایك برھمن کو لورك کے ھاں بھیجنے میں کامیاب ھو جاتی ھے۔ مینا کا حال زار سن کر لورك کا دل پگھل جاتا ھے، وہ چندا کے ساتھ واپس لوٹتا ھے۔ اور پھر چندا اور مینا کی رفاقت میں زندگی کے دن گزارتا ھے۔ قصہ کے اختتام کا یہ رخ چنداین میں قصے کے اختتام سے مشابہ ھے۔

دوسری بولیوں کی لوك کہانیاں چنداین، میناست، عصمت نامہ، ستی مینا و لور چندرانی کے علاوہ شمالی ھند کے علاقوں کی متعدد بولیوں میں بھی یہ لوك کتھا، جو لورك، چندا اور مینا اور لورك کے تانے بانے سے بُنی گئی ھے، اتر پردیش، بہار، بنگال، اور چھتیس گڑھ کے علاقوں میں پھیلی ہوئی

ملتی ھے ۔ چنانچہ بھوجپوری، مرزا پوری، چھتیس گڑھی، اور میتھلی بولیوں میں، اور بہار اور بھاگل پور کے علاقوں میں لورک، چندا اور مینا کی محبت کے افسانے جزوی اختلافات اور طرح طرح کی کمی بیشی کے ساتھ بکھرے ہوئے ملتے ھیں ۔

عصمت نامہ اور مینا ستونتی | غواصی نے ایك فارسی "رسالہ" کو اپنے قصے کی بنیاد بتایا ھے، اور لورك چندا کی کہانیوں کی قبیل کا واحد فارسی قصہ، جو ابھی تك دستیاب ہوا ھے، وہ حمیدی کا عصمت نامہ ھے ۔ اسلیے فطری طور پر یہ خیال پیدا ہوتا ھے کہ حمیدی کا عصمت نامہ ھی غواصی کی مثنوی کا ماخذ ھے ۔ لیکن غواصی کی مثنوی، قصہ کی بعض جزویات میں حمیدی کی مثنوی سے مختلف ھے ۔ اس خصوص میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اپنے ایك حالیہ شائع شدہ مضمون میں جو استدلال کیا ھے، اور جس نتیجہ پر وہ پہنچے ھیں، حسب ذیل ھے ۔ "قصہ چنداین کی اس وقت تك صرف ایك ھی فارسی روایت یعنی عصمت نامہ از حمیدی دریافت ہوئی ھے ۔ مگر غواصی کی مثنوی عصمت نامہ سے ماخوذ نہیں ۔ عصمت نامہ میں چندا آخر میں مر جاتی ھے، جبکہ غواصی کے ھاں ایسا نہیں ہوتا ۔ نیز اس میں بارہ ماسہ بھی نہیں جو قصہ چنداین کا

اہم ترین حصہ ہے، اور فارسی عصمت نامہ میں بھی موجود ہے۔ عصمت نامہ در اصل ایک صوفیانہ تمثیل ہے، جس میں وضاحت کردی گئی ہے کہ لورک خدا، سانپ ابلیس ہے، مینا روح ہے اور دلالہ نفس ہے۔ غواصی کی مثنوی میں ایسی کوئی وضاحت نہیں کی گئی۔ ان امور سے ثابت ہوتا ہے کہ قصہ چنداین سے متعلق فارسی میں حمیدی کے علاوہ کوئی اور روایت بھی رہی ہوگی، جسے غواصی نے اپنا ماخذ بنایا ہوگا"[1]۔

غواصی کی مثنوی اور عصمت نامہ کے باہمی تعلق سے بحث کرتے ہوئے چند امور قابل غور ہیں۔

جہاں تک قصہ کا تعلق ہے یہ امر واضح ہے کہ عصمت نامہ، چنداین نہیں بلکہ میناست کی کہانی پر مبنی ہے، اور قصہ کا یہی رخ غواصی کی مثنوی کا موضوع ہے۔ خود چنداین اور میناست کے جو منتشر اوراق اور نسخے دریافت ہوئے ہیں، ان کے قصے میں بھی قابل لحاظ اختلافات نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر جناب سید حسن عسکری نے جب چنداین پر اپنا مقالہ شائع کیا تو اپنے پیش نظر قصے سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ چندا بالآخر سانپ ڈسنے سے مر جاتی ہے۔ لیکن ڈاکٹر گپتا نے

---

(۱) نوائے ادب، اکتوبر سنہ ۱۹۶۵ء ص ۲۵ ۔

اب جو چنداین کا نسخه مرتب کیا ھے، اسکے مطابق چندا کو تین مرتبه سانپ ڈستا ھے اور تین مرتبه وه دوباره زندگی پاتی ھے، اور آخر کار لورك اور چندا دونوں مل کر گوور نگر آتے ھیں، اور مینا کے ساتھ مل کر رھتے ھیں - یه اور اسی قسم کے قابل لحاظ اختلافات ایك ھی مصنف کی لکھی ھوئی کہانی کے منتشر اوراق میں ملتے ھیں - پھر مختلف علاقوں کے شاعروں نے اس کہانی کے مختلف حصوں کو اپنا موضوع سخن بنایا ھے، اور تخلیقی تخیل آرائی کے ذریعه سے ھر جگه اسے ایك نئے رنگ روپ میں پیش کیا ھے - اس لیے اگر غواصی کی مثنوی، عصمت نامه کی بعینه پابندی نہیں کرتی، تو اس سے یه حکم لگانا که وه عصمت نامه پر نہیں، بلکه کسی اور نا معلوم فارسی مثنوی پر مبنی ھے، غور مکرر کا محتاج ھے -

پھر اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ھے که قدیم دکنی کی اکثر و بیشتر مثنویاں اگرچه فارسی قصوں پر مبنی ھیں، لیکن ان میں سے بیشتر ایسی ھیں، جن میں دکنی شاعروں نے قابل لحاظ تخلیقی تصرف سے کام لیا ھے - اپنے ادب پاروں کو مقامی تمدن کا رنگ دینے کی فطری کوشش کے دوران، انھوں نے اکثر صورتوں میں قصه کا صرف ڈھانچه مستعار لیا ھے، اور قصے کی تفصیلات اور جزئیات کا سارا مواد

اپنے اطراف کے ماحول سے حاصل کیا ھے ـ خود غواصی
کی دوسری دونوں مثنویوں کا یہی حال ھے ـ سیف الملوک
و بدیع الجمال ، الف لیلہ کے فارسی ترجمے کے ایک مشہور
افسانے پر مبنی ھے ، لیکن اس حد تک ، کہ صرف قصے کے
چیدہ چیدہ واقعات غواصی نے مستعار لیے ھیں ـ متعدد واقعات
کو حذف کردیا ھے ، اور اکثر نام بھی بدل دیے ھیں ؛
اور اس کو ایک حد تک اچھی قصہ بنا دیا ھے ـ اسی طرح
طوطی نامہ ، مشہور سنسکرت تصنیف " شُکاسپ تتی " کے
فارسی ترجمے پر مبنی ھے جو ضیاء الدین بخشی نے کیا تھا ـ
بخشی کا ترجمہ ۵۲ کہانیوں پر مشتمل تھا ، لیکن غواصی کا
طوطی نامہ صرف ۳۵ کہانیوں پر مشتمل ھے ـ اور قصوں کی
تفصیلات ، جزئیات نگاری اور منظر کشی میں غواصی نے
اس درجہ تخلیقی تخیل آرائی سے کام لیا ھے کہ دکنی ادب کے
اس عظیم فن پارہ کو کسی فارسی یا سنسکرت تصنیف کا محض
ترجمہ سمجھ لینا صریح زیادتی معلوم ھوتا ھے ـ[1] اس لیے کوئی

---

(۱) سیف الملوک اور طوطی نامہ کے مرتب مولوی سعادت علی
رضوی نے ان دونوں مثنویوں میں غواصی نے جو تصرفات کیے
ھیں ان پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی ھے ـ ملاحظہ ھو ،
سیف الملوک و بدیع الجمال ، مقدمہ ، ص ۲۲ ؛ طوطی نامہ ، مقدمہ ،
ص ۳۲ ـ

تعجب نہیں کہ غواصی نے میناستونتی کے قصے کا خاکہ عصمت نامہ ہی کے کسی مکمل یا ادھورے نسخہ سے لیا ہو، اور ذیلی تفصیلات میں اس نے حسب دلخواہ تصرف کیا ہو۔

بہر اس کہانی کی جو ادبی شکل بھی غواصی کے پیش نظر رہی ہو، یہ امر یقینی حد تک ممکن ہے کہ لورک چندا کی قبیل کی ایک یا ایک سے زاید لوک کہانیوں سے بھی غواصی کے کان آشنا رہے ہوں؛ اور اس نے اپنی مثنوی کے پلاٹ کی تشکیل میں آزادانہ طور پر ان کہانیوں سے بھی استفادہ کیا ہو۔ کیونکہ سولھویں سترھویں صدی عیسوی کے عرصے میں، جو غواصی کا زمانہ ہے، یہ لوک کہانی ہندوستان میں اپنی مقبولیت کے نقطہ عروج کو پہنچ چکی تھی۔ چودھویں صدی کے اواخر ہی سے شاعروں نے اس مقبول عشقیہ داستان کو اپنا موضوع سخن بنانا شروع کر دیا تھا، اور سولھویں سترھویں صدی میں یکے بعد دیگرے اسکی چار ادبی شکلیں، میناست، عصمت نامہ، خود غواصی کی مثنوی، اور بنگالی شاعر کی ''ستی مینا و لور چندرانی'' وجود میں آئی تھیں۔ اگرچہ یہ امر بھی بعید از امکان نہیں کہ اس عوامی کہانی کو فارسی کے کسی اور شاعر نے بھی اپنا موضوع بنایا ہو، اور یہی قصہ غواصی کے پیش نظر رہا ہو۔ لیکن جب تک ایسا کوئی قصہ دستیاب نہ ہو جائے،

یا کوئی اور ثبوت نامعلوم فارسی قصے کی تائید میں نہ ملے، قطعی طور پر یہ حکم لگانا کہ غواصی کی مثنوی عصمت نامہ پر مبنی نہیں ہے، راقم کی رائے میں احتیاط کے منافی ہے۔

طوطی نامہ، سیف الملوک اور مینا ستونتی کی مشترک خصوصیات

یہ سوال، آیا یہ مثنوی سیف الملوک اور طوطی نامہ کے مصنف غواصی ہی کی ہے، جو مولوی ہاشمی صاحب کے بیان کے مطابق اس وقت پیدا ہوا تھا جبکہ سنٹرل اسٹیٹ لائبریری کے مخطوطات دریافت نہیں ہوئے تھے، مذکورہ لائبریری کے قدیم ترین اور مکمل نسخہ (الف) اور نسخہ (ب) کی دریافت کے بعد بحث طلب باقی نہیں رہتا، تاہم دکنی ادبیات کے طالب علم کو اس امر کی تائید میں کہ یہ مثنوی غواصی کی ہے، جو داخلی شہادتیں ملتی ہیں، ان کا سرسری تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

یہ مثنوی اپنی زبان، ذخیرۂ الفاظ، اسلوب بیان، اور شاعر کے تخیلہ (imagery) کے اعتبار سے غواصی کی دوسری دو مثنویوں سے اس درجہ ہم آہنگ ہے کہ دکنی کے طالب علم کے لیے، جس نے غواصی کی دوسری تصانیف کا توجہ سے مطالعہ کیا ہو، اس مثنوی کے مصنف کے متعلق اندازہ قایم کرنے میں دشواری نہیں ہوتی۔ مخصوص محاورے

اور فقرے، اظہار خیال کے خاص سانچے، مخصوص الفاظ کی تکرار؛ بعض ہم قافیہ الفاظ کو بار بار استعمال کرنے کا رجحان، مخصوص موضوعات جن سے شاعر کو دلچسپی معلوم ہوتی ہے، ان موضوعات سے متعلق بعض ذیلی تصورات کا اعادہ؛ غرض سیف الملوك اور طوطی نامه کے مخصوص اسلوب بیان، اور غواصی کے منفرد آہنگ شعری کی گونج، پیش نظر مثنوی میں نہایت واضح طور پر سنائی دیتی ہے۔ غالباً یہی وہ نمایاں خصوصیت تھی، جس کی بنا پر مولوی نصیرالدین ہاشمی نے سنٹرل اسٹیٹ لائبریری کے تخلص والے مخطوطات کی دریافت سے قبل ہی یہ رائے قائم کی تھی کہ یہ مثنوی غواصی کی ہوگی۔ پھر ان کی رائے کو مزید تقویت، مثنوی کے بعض اشعار میں لفظ غواص کے استعمال سے پہنچی، کیونکہ غواصی نے اکثر مقامات پر اپنا تخلص غواص بھی استعمال کیا ہے اور اپنے تخلص کی رعایت سے وہ لفظ غواص سے کھیلنے کا بھی عادی ہے۔ راقم نے، جیسے زیر ترتیب دکنی لغت کے لیے الفاظ، محاورے، اور اظہار خیال کے مختلف سانچے جمع کرنے کے سلسلے میں غواصی، اس کے معاصرین، اور متقدمین کی تصانیف کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے، بعض دلچسپ داخلی شہادتیں، متذکرہ بالا مشترك خصوصیات کی،

سیف الملوک ، طوطی نامہ ، کلیات غواصی ، اور پیش نظر مثنوی سے جمع کی ہیں ، ان میں سے چند مثالیں درج ذیل ہیں ۔ قدیم دکنی کا ایک لفظ " ونیں " جو موجودہ لفظ "وہیں" کی دکنی شکل ہے ، فوراً ، اسی وقت اور اسی جگہ (then and there) کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے ۔ اور دکنی بولی میں آج بھی مستعمل ہے ۔ غواصی کے معاصرین میں ، وجہی اور محمد قلی کے پاس ، جہاں تك راقم کو یاد پڑتا ہے ، یہ لفظ شاید ہی کہیں استعمال ہوا ہو ۔ وجہی کی قطب مشتری میں یہ لفظ کہیں نہیں ملتا ۔ غواصی بیان میں زور پیدا کرنے کے لیے اس لفظ کو کثرت سے استعمال کرنے کا عادی ہے ۔ اس کی بعض مثالیں ملاحظہ فرمائیے ۔[1]

پڑیا ونیں زمین کے اُپر بے قرار   پڑیا چور ونیں سخت بے تاب ہو

(س ۱۲۹)   (م ۳٦۸)

سو ونیں شرمندا ہو چلیا بادشاہ   بزاں ہو کے شرمندا ونیں پھر چلی

(ط ٤۳)   (م ٦۸۲)

---

(۱) ان مثالوں ط (طوطی نامہ) ، س (سیف الملوك) ، ك (کلیات غواصی) کے مقابل میں ان کتابوں کے صفحات کے نشانات ، اور م (مینا ستونتی) کے مقابل میں ، اشعار کے نشانات درج ہیں ۔

اٹھیا مرغ وئیں صبح کیرا پکار | اٹھیا صبح کا وئیں سو مرغا پکار
(ط، ۴۲) | (م، ۵۲۲۲)

سو عاشق ہوا اس کے وئیں روپ پر | چھپے ٹھار تے شاہ نکل بہار وئیں
(ط، ۱۸۰) | (۹۸۴)

او عاشق سہیلی ہو حیران وئیں
کر اس روپ پر ایسیں قربان وئیں
(ط، ۱۸۰)

ذیل میں غواصی کے مخصوص مخیلہ (imagery) الفاظ اور محاوروں کے منفرد ذخیرہ، اور اس کے آہنگ شعری کے بعض ایسے رموز و علامات کی نشاندھی کی گئی ھے، جو غواصی کی دوسری تصانیف . اور پیش نظر مثنوی میں یکساں طور پر نمایاں ھیں ۔ غواصی کے شاعری اور اس کے اسلوب کی یہ وہ خصوصیات ھیں، جو اس کے فن پاروں کو، اس دور کے دوسرے ممتاز شعرا کے کلام سے ممیز کرتی ھیں ۔ متعدد مثالیں مصرعوں کے بعینہ توارد کی بھی ملتی ھیں ۔

ڈوبیا سور ہور واں اندھارا بھیا | اجالا ڈوبیا ہور اندھارا بھیا
(ط، ۵۶) | (م، ۳۵۴)

اٹھیا مرغ وئیں صبح کیرا پکار | اٹھیا صبح کا وئیں سو مرغا پکار
(ط، ۴۲) | (م، ۵۲۲۲)

ڈوبیا جاکے مغرب کے ظلمات میں (ط، ۱۷۰)	ڈوبیا جاکے مغرب کے ظلمات میں (م، ۴۹۷)
جیو غواص ہوں میں کر باندھیا سمندر منے دل کے ڈبکی لیا (س، ۱۸)	بزاں سور غواص باندھیا کر ڈوبیا جا کے مغرب کے دریا بھتر (م، ۵۱۳)
گیا پیس مغرب کے دریا بھتر (ط، ۹۶)	
رہیا جیو ہونٹاں منے آ اسے (س، ۱۳۰)	رہیا تہا اسے آ کو ہونٹاں میں جیو (م، ۶۳۸)
کہ ہونٹاں میں آجیو رہیا ہے مرا (ط، ۲۷۴)	آیا چور کا جیو ہونٹاں منے (م، ۳۶۴)
نہیں جانتی تیونچ اپس دکھا (ط، ۶۹)	
نہیں جانتیاں تیونچ کیتا کلا (س، ۱۲۳)	نہیں جانتا تیونچ کیتا کلا (م، ۴۷۴)
نیکا ناؤں اس کا سو ہے رام راج (ط، ۲۳۶)	نیکا ناؤں اس کا سو بالا کنوار (م، ۴۲)
نیکا ناؤں اس کا ہے سیف الملوک (س، ۱۱۲)	
غلاماں کتک خوب صاحب جمال (س، ۲۰)	وزیراں کتک خوب صاحب کمال (م، ۴۴)

سُنیے کی اگر تو کھوں کی تجیے (س، ۱۱۹)	سُنیے کی اگر تو کھوں کی تجیے (م، ۲۹۱)
سو اس دھات سوں لاملاتا اہے (س، ۱۷۷)	تو اس دھات سوں لاملاتا رحیم (م، ۵۸۰)
کہیا کھول قصا سب اس باغ کا (ط، ۱۸۳)	کہی کھول اپنا قصا سب تمام (م، ۴۵۳)
کہیا کھول کر وو حقیقت تمام (س، ۵۳)	کہیا کھول کر، سب سنے خاص و عام (م، ۳۷۹)
سمایا تو یو آ کھڑیا ہے منجے (ط، ۱۸۲)	سمایا کھڑیا ہے ہمن سر اُپر (م، ۱۴۳)
عجب کھیل کچ یاں ہے کرتار کا (س، ۱۴۶)	عجب کھیل ہے ایسے کرتار کے (م، ۶۹۷)
یو بستاں تجے آرزانی اچھو (س، ۳۴)	یو بستاں تجے آرزانی سدا (م، ۳۳۱)
یکیلا ہوں میں اس شہر میں غریب (س، ۱۱۶)	یکیلی ہوں میں اس وطن میں غریب (م، ۱۴۹)
نہیں کوی یاں باج پروردگار (س، ۸۴)	نہیں کوی یاں باج پروردگار (م، ۳۹۷)
کیے ڈھنڈ ڈھنڈ سب شہر تل اُپر (ط، ۱۸۷)	کیے دھونڈ کر سب ملک تل اُپر (م، ۱۰۱)

پکیے هت کڑك هور ریدك جو تیان	دیا هت کڑك هور ریدك لعل اسے
(س، ۱۷۳)	(م، ۱۲۶)
مرے پاس دهن مال هے بے قیاس	مرے پاس دهن مال هے لی متا
(س، ۵۲)	(م، ۶۵)
پھونڈے بندیا سب کے هت زوسون	پھونڈے بندیا لشکری استولر
(س، ۶۶)	(م، ۳۷۰)
بھرائے مجالس و لیے در ولیے	او منزل به منزل ولیے در ولیے
(س، ۱۶۵)	(م، ۶۹۱)
که کیوں دو کھنڈے مائیں کر یك میان میں	سما اسکے میان میں دو فرنگ
(ط، ۱۵۶)	(م، ۳۸۱)
کتك دن پچھیں او شہنشاہ کنبھیر	کتك دن پچھیں اشکری نام دار
(ط، ۱۷۷)	(م، ۵۳۲)
کتك دن پچھیں جو خدا اس اُپر	کتك دن پچھیں آج کیتا کرم
(س، ۱۲۰)	(م، ۳۶۲)
کتك دیس بعد از جو گھر آئیا	کتك دیس بعد از کوں آئے وهاں
(ط، ۲۰۱)	(م، ۶۹۲)
غواصی کرچه کینا پنکھی هے سائیں اگر	غواصی کینے پو کرنا نظر
	(م، ۷۰۲)
(مخطوطه کلیات غواصی ص ۱۱۷)	
سدا سر کوں بس یك چندوٹی تجھے	جو کھاندے جو الا چندوٹی هے سیر
یو دو بونٹ کی بس لنکوٹی تجھے	لنکے پاؤں هور یك لنکوٹی هے پھیر
(ط، ۴۶)	(م، ۸۰)

یو ظاهر دسے بھول بھالسے نمن | سجن بن منجے بھول کانٹے دِسے
و لے تیز باطن میں کانٹے نمن | اوکا نلیاں کون کئی لاک بھانکے دِسے
(ك، ۱۹۷) | (م، ۲٤۸)

زبان اور اسلوب بیان کی متذکرہ بالا مثالوں پر نظر ڈالنے کے بعد، یہ رائے قائم کرنے میں دشواری نہیں ہوتی کہ مثنوی مینا ستونتی، سیف الملوك اور طوطی نامہ کے مصنف ہی کی تصنیف ہے۔

غواصی کی تینوں مثنویوں کی ایك اور مشترك خصوصیت، جو بالخصوص طوطی نامہ اور مینا ستونتی میں نہایت واضح ہے، وہ ان مثنویوں کے کردار، اور ان کے مسائل ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غواصی کو طبعاً صنف نازك کے مسئلے سے کچھ خصوصی دلچسپی تھی۔ اس کا قلم اس موضوع پر خوب جولانیاں دکھاتا ہے[1]۔ شوخ و شنگ

---

(۱) غواصی کے شاعرانہ شعور، اور اس کی جذباتی زندگی کا یہ پہلو، اس کے تغزل میں بھی نمایاں ہے۔ شاید غواصی، اردوے قدیم کے دکنی اسکول کا سب سے بڑا غزل گوشاعر ہے۔ اس کی غزلیں، شوخی و وارفتگی، والہانہ شیفتگی اور خود سپردگی کی ایسی شدید کیفیات کی غمازی کرتی ہیں، جن کے مقابلے میں کبھی کبھی جرأت، مومن، حسرت، اور جگر کے تجربات محبت بھی بے رنگ معلوم ہوتے ہیں۔

حسیناؤں کی عیاریاں اور ان کے مکر و فریب، آشفتہ دل عاشقوں کی وارفتگی، پاکدامن عورتوں کی عفت کوشیاں، کٹنیوں کی پر فریب کوششیں، یہ وہ مسائل ھیں جو طوطی نامہ اور مینا ستونتی کے صفحات پر بکھرے ہوے ملتے ھیں۔ کبھی عشرت کوش حسینائیں سادہ لوح مردوں کو بیوقوف بنا رھی ھیں؛ کبھی شوریدہ سر نوجوان، فکر فضول اور جرأت رندانہ کے حربوں سے لیس، عفت مآب حسیناؤں کے دامن کو داغ دار کرنے پر مُصر ھیں، غرض جنس کے مسئلہ سے متعلق، مذھب اور سماج کی عاید کردہ پابندیاں، اور ان کے خلاف جذبات انسانی کی مسلسل بغاوت؛ طبع انسانی کے داخلی تقاضوں، اور خارجی بندشوں کی اس ازلی کشمکش سے غواصی کو بڑی دلچسپی معلوم ھوتی ھے؛ اور وہ عمیق نفسیاتی بصیرت، اور فن کارانہ کمال کے ساتھ ان مسائل کو شعر کے قالب میں ڈھال دیتا ھے۔ غواصی نے اپنے فنکارانہ شعور کے اس مخصوص رجحان کے متعلق ایک جگہ خود بھی اشارہ کیا ھے۔ طوطی نامہ کے تمہیدی اشعار میں وہ کہتا ھے کہ جب میں نے دنیاے شاعری میں ایک نیا کارنامہ سرانجام دینے کا ارادہ کیا، اور مختلف موضوعات پر نظر دوڑائی، تو میں نے بالآخر طوطی نامہ کو منتخب کیا، کیونکہ اس کا موضوع، اور اس کے مسائل، میری دلچسپی اور مذاق کے مطابق تھے۔

بجو دل طوطی نامہ پر دوڑائیا
مناسب مرے طبع کے آئیا

غواصی کے اس ذوق و پسند کی صدائے باز گشت، اس کی تینوں مثنویوں، بالخصوص طوطی نامہ اور میناستونتی میں واضح طور پر سنائی دیتی ہے ۔ ان مثنویوں کی مجموعی فضا، قصوں کے کردار، ان کے مسائل، اور ان کے اسالیب بیان میں جو غیر معمولی تشابہ اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے، اس کا اندازہ ذیل کی دو یک مثالوں سے ہوسکتا ہے۔

پاکباز حسینائیں، اپنے تیر ابرو سے گھائل ہونے والے مردوں کی چشم نمائی کررہی ہیں -

خیانت یکری آنك سیتے منجے
نجھاتا تو واجب نہ تھا یوں تجے
(ط، ۱۸۶)
کبھی یوں تو واجب نہیں ہے تجے
جو نزدیك آکر نجھاوے منجے
(س، ۱۲۸)

نہ تھا تج کوں واجب اے جان عزیز
جو ایسی کیا بات توں بے تمیز
(م، ۴۳۰)

پاکدامن اور مظلوم عورتیں اپنی آہ کی تاثیر پر یقین رکھتی ہیں:

اگر نئیں تو یك آہ سوں مار دم
دو جا کوی ہوتا تو کرتی بھسم
(ط، ۴۲)

کروں آہ تو ہووے بادشاہی بھسم
(م، ۶۷۹)

اس رے سانس کوں جان جیال سار
جلاؤں تجھے ہور ترا شہر یار
(م، ۶۷۸)

با عصمت حسیناؤں کے اوصاف، غواصی کے الفاظ میں:

سو اوتار ستونت روشن ضمیر
اتم پاکدامن و عاقل گنبھیر
(ط، ۴۰)

اتھی نار اس ایک روشن ضمیر
(م، ۵۵۲)

که لو نار اوتار کُج حور تھی
(س، ۱۲۷)

چھبیلی او اوتار کُج حور ہے
(م، ۷۰)

اپنے تو اپسے ستونتی نار کر
(ط، ۴۰)

او ستونت ناریاں میں اوتار ہے
(م، ۶۹)

عہد وسطی میں مروجہ اسلامی قانون کے مطابق فاسق و بدکار مردوں اور عورتوں کو سنگسار کرنے کی سزا دی جاتی تھی۔ اگرچہ میناستونتی اور طوطی نامہ دونوں ہندوستانی اصل کے قصے ہیں، لیکن غواصی نے جہاں قصے کی تفصیلات اور جزئیات میں آزادانہ تصرف کیا ہے، بدکار عورتوں کو سنگسار کرنے کی سزا بھی دی ہے۔ طوطی نامہ میں جہاں عشرت کوش عورتوں کی بہتات ہے، جگہ جگہ عورتیں سنگسار ہوتی بھی نظر آتی ہیں۔ مینا ستونتی میں بھی، غواصی کے قصے کے مطابق، چندا کو، لورک کو ورغلانے کی پاداش میں بالآخر یہی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔

او چاروں کو فرئیا سنگسار
کیا فسق سے پاک دونوں دیار
(ط، ۱۳۰)

بزان شاہ اپے گھر کوں میتا کے جا
پھریا واں تے اس نار نز کوں ملا
کیا اپنی بیٹی کوں اُن سنگسار
مونڈا سیس دوتی کوں بھایا بہار
(م، ٥٠-٦٩٤)

وئیں اُس نار تے ہات دھو ایک بار
غصا آئیا سو کیا سنگسار
(ط، ۱۱۸)

مثنوی کا ادبی جائزہ غواصی کی یہ مثنوی، اپنے قصے کی عام دلچسپی کے قطع نظر، اپنی زبان اور ادبی قدر و قیمت کے اعتبار سے بھی، اردوے قدیم کے دلکش فن پاروں میں جگہ پانے کی مستحق ہے۔ قصے کا انتخاب بھی، شعر و ادب میں غواصی کے حقیقت پسندانہ نقطہ نظر کی ترجمانی کرتا ہے۔ ہندوستانی اصل کی ایک لوک کتھا کو، جو عہد وسطی میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مقبول اور ہر دلعزیز تھی، سترھویں صدی کے ایک اردو شاعر کا، اپنا موضوع سخن بنانا، اردوے قدیم کے فنکاروں کے اس بنیادی رجحان کی نشاندھی کرتا ہے کہ یہ فن کار عہد مابعد کے شعرا کے برخلاف، زیادہ واقعیت پسند، اور صحت مند فن کارانہ شعور کے حامل تھے۔ وہ اپنے مقامی ماحول اور مقامی روایات سے شاعری کا مواد اور آب و رنگ

حاصل کر تے تھے۔ طوطی نامہ بھی غواصی کے اسی رجحان کا آئینہ دار ہے ۱ ۔ پھر غواصی ، عہد قدیم کے ان قصوں کو ، اس کے اپنے عہد کی معاشرت اور تمدن سے علحدہ کر کے نہیں دیکھتا ، بلکہ وہ اپنے عہد کے تمدن اور سماجی حالات کو، قدیم مقامی تمدن کا ایک فطری تسلسل سمجھتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بے تکلفی کے ساتھ ، اپنے عہد کے مسلم معاشرہ کی مخصوص روایات کو بھی ، عہد قدیم کے ہندوستانی قصوں میں داخل کرتے ہوئے نہیں جھجکتا ۔ جیسا کہ صحفات گذشتہ میں صراحت کی گئی، طوطی نامہ ، اور مینا ستونتی ، ہندوستانی اصل کے ان دونوں قصوں میں ، غواصی کے بیان کے مطابق بدکار عورتوں کو سنگسار کرنے کی سزا دی گئی ہے ۔ اسی طرح مینا ستونتی کے سارے کردار لورک ، مینا ، چندا اور بالا کنوار ، ہندو دھرم کی نمائندگی کرتے ہیں ، لیکن غواصی ، مسلمانوں کی مذہبی تلمیحات اور روایات کو ، ان کرداروں کی زبانی بیان کرتے ہوئے پس و پیش نہیں کرتا ۔ مینا ، دوتی پر ، عصمت و عفت کے

(۱) غواصی کا طوطی نامہ ، جو آج تک بھی اردو ادب میں اپنی طرز کا منفرد شاہکار ہے ۔ عظیم لاطینی فنکار بوکیشیو کی ”ڈی کیمران“ کی یاد دلاتا ہے ۔ راقم کا خیال ہے کہ نظم میں ”طوطی نامہ“ ، اور نثر میں ”سب رس“ دکنی زبان و ادب کے اعلیٰ ترین فن پارے ہیں ۔

عظمت و تقدس کو واضح کرتے ہوئے کہتی ہے:

دنیے اسمٰعیل سیس کعبے بدل
مری شرم ہے زیب کعبہ نچھل

کسی اور جگہ کہتی ہے:

رکھے شرم جس کا سو او ذو الجلال
سکے ظلم کرنے کون کس کا مجال
توکل رکھی ہوں میں رحمان پر
وہی دینہارا ہی ست کا آجر
کسے قرب ہی جان ہور مال کا
منجے قرب ہی پاک رحمان کا
مرے سر پہ سایہ ہے سبحان کا
منجے پشت ہے اپنے ایمان کا

غواصی کی یہ مثنوی، قدیم دکنی شاعری کے عام میلان کے مطابق، سادگی اور حقیقت پسندی کے بعض بڑے دلچسپ نمونوں کی حامل ہے۔ دکن کے قدیم شاعروں کی واقعیت پسندی، اکثر اوقات قدیم عرب شاعروں کی یاد دلاتی ہے، جو زندگی کی حیاتی حقیقتوں کا برملا اظہار کرتے ہوئے نہیں جھجکتے تھے، اور بسا اوقات تہذیب و شائستگی کی حدود سے بھی تجاوز کر جاتے تھے۔ دوتی مینا کو ورغلانے کی پے در پے کوششیں کرتی ہے،

اور عطف حربے اس کو رجھانے، کھلتی ہوئی جوانی کا احساس دلانے، اور اس کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے اختیار کرتی ہے۔ ایک موقع پر جب مینا کے استدلال کے جواب میں دوتی کہتی ہے:

سنی بات دوتی، کہی، سن پری
بو سَت ہر کسی پر خرابی کری
کرے جیو اُپر کہات پاتن کون زیان
دنیاں میں نہ رکھنا جوانی کون راں
پیا بن سو کیوں سیج بہاتی تجھے
یکیلی کون کیوں نیند آتی تجھے
نہ رکھنا ہے دو دن کی دنیا میں لاج
صُبا کرنے کا کام کرنا ہے آج

مینا، ترغیب و تحریص کی ان مسلسل کوششوں سے تنگ آکر بالآخر پوچھ بیٹھی ہے:

کہی سن کے مینا، تو کرتی ہے جہات
توں سچ کھول کر بول تیری تو بات
کری تھی کتنے مرد تو آج لگ
جو منج کون کرو کر پڑی ہی بلگ

اس کے جواب میں دوتی کا یہ راست اور مختصر جواب ملاحظہ ہو:

سنی بات دوتی، کہتی کچھ نہ لاج
کہ بارے بیتی یو قبولے گی آج

کہ نہن پن میں دو چار، جانی میں دس
بڈی ہوئی اتا بہر کو آتا ہوس

دو بیویوں والے سپاہی کی حکایت بھی، سوکنوں کی باہمی رشک و رقابت کے جذبات کی ایک مختصر، لیکن راست اور بے نقاب تصویر ہے۔ اندھیری رات میں چور موقع پاکر بالاخانہ کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ سپاہی کی پہلی بیوی بالائی منزل میں سو رہی تھی، اور کسن بیوی نچلی منزل میں۔ سیڑھیوں پر پاؤں کی آہٹ سن کر یکے بعد دیگرے دونوں کو خیال ہوا کہ ان کا شوہر بالائی منزل پر جانا چاہتا ہے۔ اس موقع پر جو پر لطف ڈرامائی منظر شاعر نے کھینچا ہے، اور دو سوکنوں کے بنیادی جذبات کو جس پر مزاح انداز میں بے نقاب کیا ہے، وہ غواصی کی نفسیاتی بصیرت، مزاح نگاری، اور اس کے فن کی سادگی اور پرکاری کا ایک بھر پور نمونہ ہے:

سیڑیاں پر دھریا پاؤں چڑنے بدل
بجیاں پاٹراں سب بنیادی سوں ہل

رہتی تھی سہاڑی تلے جو سندر
اٹھی ہڑ بڑاتی سنچل دیک کر

کنی مرد جاتا ہے سوکن کے پاس
پکڑ پاؤں جا اس کے عکم سراس
بڑی کا جو آواز یو کان میں
پڑیا، سو چل دوڑ سیڑی کنے
چلا ھات بالاں کے تئیں پینچ بھر
لگی کھینچنے، مرد اپنا کِکر
اُپر سوں کہی، سن بو سوکن مری
یتے دن رکھی، کیا نظر تئیں بھری
کتے دن پچھیں آج کیتا کرم
اُبر آنے دے، چھوڑ ری بے شرم
نھنی بولی، اس نہ چھوڑوں اِتال
اوپر جائے تو پاؤں توڑوں اِتال
تلیں ہور اُپر سوں لگیاں کھینچنے
آیا چور کا جیو ہونٹاں منے
خدا کِس نہ پاڑے ایسے بند میں
پڑیا چوڑ جوں دوئی کی دند میں
دیکھیاں چور کوں سخت آزار او
ہوا چوری کرنے تے بیزار او
دو ناریاں کا اونز شبینے تے بھر
تلک آنیا پیس اپنے مندھر

دیکھیاں سوکیاں نہاس ، بے آب ہو
پڑیا چور وئیں ، محنت بے تاب ہو

مینا کی زبانی شاعر نے ، ایك ستونت حسینہ کی جو طویل حکایت بیان کی ھے ، اس میں وہ منظر بھی قابل دید ھے جہاں اس پاکدامن عورت کے شوھر کا باوفا دوست ، ایك دن اچانك اس سے محبت کا اظہار کر بیٹھتا ھے۔ اس جرأت بیجا کے جواب میں باعصمت حسینہ کا رد عمل، ایك سیدھی سادی ، لیکن عفت کوش عورت کے احساسات کی کس درجہ حقیقی اور فطری تصویر ھے:

سنی سو سکی ، موں کوں لا دونوں ھات
انجو نین میں لیا ، کہی ، اے سجات
ترے ھور مرے مرد کی آشنای
ھیں ھور تمیں جیوں سگے بھان بھائی
کہی یو سو کس دھات معنا ھوا
مگر دور آخر زمانا ھوا
نہ تھا تج کوں واجب ، اے جان عزیز
جو ایسی کیا بات توں بے تمیز

دوتی اور مینا کے مکالمے ھر جگہ نہایت جاندار اور پر اثر ھیں ۔ اگرچہ اس مثنوی کا بیشتر حصہ ان ھی دو کرداروں کے باھمی مکالموں پر مشتمل ھے ، جس کے دوران

ذیل حکایتیں چلی آتی ہیں ، لیکن یہ مکالمے اس درجہ دلچسپ اور مدلل ہیں کہ کہیں اکتاہٹ کا احساس نہیں ہوتا ۔ دوتی ہر مرتبہ ترغیب و تحریص کے مؤثر حربے استعمال کرتی ہے ۔ مثنوی کے وہ اشعار ، جہاں دوتی ، مینا کو ورغلانے کی کوشش کرتی ہے ۔ زندگی کے حقیقی اور واقعی تجربات ، انسانی جذبات کی وقعت اور وزن ، اور زندگی کی مادی اور جسمانی آسائشوں کی اہمیت کی بڑے مؤثر طریقے پر ترجمانی کرتے ہیں ؛ اور دوتی کی گفتگو، اس کے مکر و فریب کے بنیادی مقصد کے باوجود ، کہیں بے جان نہیں معلوم ہوتی ۔ اس کے جواب میں ، مینا وقف شدہ محبت ، اور عصمت وعفت کی نصب العینی قدروں کی علمبردار ہے ۔ اپنے محبوب شوہر کے لیے اس کے وقف شدہ جذبات ، محبت کے نصب العینی نمونے کی کشش کے حامل ہیں ۔ اس طرح دوتی اور مینا کے مکالموں کے ذریعہ ، شاعر نے زندگی کی مادی اور روحانی قدروں کا ایک بڑا دلچسپ تصادم پیدا کیا ہے ۔ زندگی کا یہ ازلی المیہ ، مادی اور روحانی اقدار کا یہ تصادم ، جس میں زندگی کی یہ دونوں قوتیں ، اپنی اپنی جگہ حق پر مبنی معلوم ہوتی ہیں ، اور ہر ایک اپنی پوری قوت وطاقت کے ساتھ دوسرے پر حملہ آور ہوتی ہے ، مینا ستونتی کے قصے میں ، اعلیٰ ادب کی ایک واضح جھلک پیدا کردیتا ہے ۔

دوتی کی گفتگو کے دو ایک حصے ملاحظہ ہوں ۔

دنیا کی ہوس کُچ نہ دیکھی ہے توں
دنیا کی لذت کُچ نہ چاکی ہے توں

خدا کے ولیاں، عالماں ہوا فقیر
اوُن کوں بی دنیا کی آتی فکیر

دنیا سوں بشر کوں سدا مان ہے
دنیا سوں شرم، دھرم، ایمان ہے[1]

توں ست کوں پتیا کر نکو ہو ہلاک
یو ست ڈال دے بھوت پاوے کی بھاگ

سینا سخت ترا نہ جیتی ہے توں
ملا زہر امرت میں پیتی ہے توں

بدل گڑ کڑاوے کر جنے میتی
یکیلی سینا پھٹ مرے کانپتی

مرا آس برلا چنچل کن بھری
جوانی چلی باؤ ہو صرصری

جوانی کی کوئی فند پایا نہیں
جوانی کٹے پر سہایا نہیں

کتے ہیں جوانی کٹے پر اونار
کہ جیوں دیں ڈھل جا پڑے اند کار

---

(۱) غواصی کے یہ اشعار، نظیر اکبرآبادی کی نظموں "مفلسی" اور "پیٹ کے لیے" کے بعض دلچسپ حصوں کی یاد دلاتے ہیں ۔

اس کے جواب میں مینا کے جذبات کا ردعمل دیکھیے۔

اگر سور اسمان تے آے گا
اگر چاند آمنج کون ازماے گا

اگرکوئی ملک ہوے صاحب جمال
اگر کوئی مقبول ہوے جگ اجال

تو لورك سے ابلاڑ ہیں سب تمام
اومر تاج میرا منجے اس سون کام

دوجے تے بھلا موت آنا منجے
بھلا ہے نبر کا بچھانا منجے

پرای سیج میں جاپس کون سلاون
سو او سیج مانی میں کیون ناملاؤن

مرے ست کے دریا کالورك غواص
نہ لیسے کئی اس باج موتیان کی راس

پرت کا مرے دھن پو بیٹھیا ہے ناگ
سکے کون لینے کون تن میں ہے آگ

مثنوی کے وہ اشعار بھی جہاں دوتی کی جانب سے ورغلانے کی مسلسل کوششوں، اور مینا کی جانب سے اسکی مدافعت کو مجازی (allegoric) رنگ میں پیش کیا گیا ہے، شاعر کی قادر الکلامی اور فنی پختگی کے نمونے ہیں ۱۔ مثنوی کا بیشتر

---

(۱) ملاحظہ ہوں اشعار ۵۹۲ تا ۶۰۰

حصه چونکه دوتی اور مینا کے مکالموں پر مشتمل ہے، اس لئے غواصی نے ان مکالموں میں فطری رنگ پیدا کرنے کے لیے، انہیں اپنے عہد کی عورتوں کی زبان، اور ان کے محاوروں سے آراستہ کیا ہے۔ جسکی وجہ سے ان مکالموں میں بڑی برجستگی، روانی، اور بے ساختہ پن پیدا ہوگیا ہے۔ پیار بھرے اور محبت آمیز انداز میں مخاطبت کے طریقے، کوسنے اور بد دعائیں دینے کے انداز، غرض دکن کی قدیم نسوانی زبان کے بیسیوں محاورے اور فقرے، اس مثنوی میں محفوظ ہوگئے ہیں۔ جہاں تک راقم کو یاد پڑتا ہے، غواصی کے کسی ہم عصر یا پیش رو شاعر کے کلام میں، دکن کی قدیم نسوانی زبان کے اتنے وافر نمونے نہیں ملتے ۱۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

بلا پیو کی میرے، پڑو تج اُپر
لڑو سانپ بیچھو ترا جیو جگر

او لورک جو میرا ہے بالا کنوار
بلا دور کروں بادشاہاں ہزار

مرو نار او پا پنی استری
جن ایک چھوڑ، دوجے اُپر من دھری

---

(۱) غواصی کے بعد هاشمی کا دیوان ریختی، قدیم دکن کی عورتوں کی زبان کے ایک نایاب ذخیرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

پرائی بھار کے کوں ستاوے گلا
تو اس جای کوں موت آنا بھلا
بگانے کوں جو مکھ دکھای خوب تر
بھلا ہے چھپے مکھ او مائی بھتر
بغیر پیو منج سیج کھاتی دسے
کوڑاتی ہے چپ آس کائی منجسے
اتا سن یو ناچیز کٹنی جُھٹی
کتی ھون اتا سں یو ۔ بختاں بھٹی
میں سمجی نوں تحقیق مکر زناں
بوڑی بھار کی سوں ہے ملنا منا
کتی دیك لورك كوں توں گاودی
ھوے بال اجلے ۔ نکو کر بدی
نهنا کام یو نا کروں تو چونڈا
سٹوں کی ترت اپنے سر تے مونڈا
بزاں دوتی بولی اے بڈ ھری
مرا جیو قربان تج پر کری
سنی سو گیا سب سینا پھوٹ کر
فکر سوں کلیجا گیا ٹوٹ کر
اجوں لگ کتی ہے توں کیسا پیا
او اجڑیا تجسے رنج ایسا دیا

توں نادان بالی مرے ہات کی
کیا معنا یتا شوخ ہو بات کی

توں نہنواد چھوری، تجے نام کیا
چندر کی صورت ہے، تجے وہام کیا

کہی، بہاگونتی. جلو تیرا بہاگ
جو کہاتی توں اپنی جوانی کی آگ

ہر ایک بات کرتی ہے توں زار زار
پڑو تیرے دامن میں جلتے انکار

بھلا ہی توں اپنا کیا پائے گی
انگے پند میری توں ازمائے گی

میری بات کوں تو سمجھتی ہی دند
اٹھی دود کی جھل تو کہتی ہوں پند

نہیں تو غرض کیا منجے بولنا
ستم گھوڑ پر گونہراں رولنا

بڈی سن کو بولی، نکو کر یو بات
ستم ہوکے کرتی توں اپنے پہ گھات

کہی، توں سنی نئیں اچھے کی بیان
سکی آپنا جیو تو سارا جہاں

اِتا کیوں ترا دل نگر کھٹ ہوا
یو سنپات کیا تج کوں او چٹ ہوا

اِتا کہوں تو کوتال پر من دھری
اِتا کہوں ترا جان اس پر کری

عجب ہے ترا دل نہ اس تے بھکیا
کیا سو نیوں دھیان اس کا لگیا

تو آخر ہے کندی، جنم کھوے گی
برا کہا، برے گود میں سوے گی

کُبھو درد مرا ترے بالسے بسال
سزا دیوے اس کا تجھے ذو الجلال

آخر میں اِملا کے ان اصولوں کے متعلق چند امور کی صراحت ضروری معلوم ہوتی ہے، جو اس مثنوی کی تدوین میں ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ قدیم دکنی مخطوطات کے املا کے بعض اصول، معیاری اردو کے مروجہ املا کے اصولوں سے مختلف تھے۔ مثلاً لفظ "اُس" قدیم مخطوطات میں "اوس" کی شکل میں ملے گا، "اِتا" "ایتا" کی شکل میں۔ پیش نظر مثنوی کے متن میں، الفاظ کی جو صوتی شکل؛ شاعر نے منظوم کی ہے، اسے موجودہ اِملا کے مطابق لکھا گیا ہے۔ مثلاً اگر شعر میں لفظ "اِتال" باندھا گیا ہے، تو اسے "اِتال" ہی لکھا گیا ہے، اگرچہ مخطوطوں میں وہ "ایتال" کی شکل میں ملے گا۔ اسی طرح لفظ "کوئی" کے دکنی تلفظ میں (ہ) اور

(i) کے دو متصل مصوتے نہیں پائے جاتے، بلکہ یہ (o)
اور (i) کے ایك اماله (diphthong) کی شکل میں ملتا ہے،
جیسے موجودہ املا کے مطابق "کُئی" لکھا جا سکتا ہے۔
البتہ ایسی صورتوں میں جہاں کسی لفظ کے املا کو،
صحیح دکنی تلفظ کے مطابق لکھنے میں، لفظ کی شناخت
میں دشواری پیدا ہوتی ہو، اسے مروجہ املا کے مطابق
ہی لکھا گیا ہے۔ مثلاً "صورت" دکنی تلفظ کے مطابق
شعر میں "صُرت" باندھا گیا ہے، لیکن لفظ کا یہ اِملا
نامانوس ہے، اور اس سے لفظ کی پہچان میں دشواری
ہوتی ہے۔ اس لیے ایسے الفاظ کو مروجہ املا کے مطابق
لکھا گیا ہے۔ ایسی صورتوں میں جب تك الفاظ کو
صحیح دکنی تلفظ کے مطابق نہ پڑھا جائے، مصرعے بحر سے
خارج معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ قدیم شعراے دکن عربی
اور فارسی الفاظ کو ضرورت شعری کے پیش نظر، جب
چاہتے ہیں، عربی یا فارسی کے ابتدائی تلفظ کے مطابق بھی
استعمال کرتے ہیں۔ دکنی کے ایسے الفاظ جن میں "ہ"
کا صوتیہ درمیانی حالت میں آتا ہے، ان میں بالعموم "ہ"
کی جگہ بدل جاتی ہے، اور اکثر و بیشتر "ہ" کا صوتیہ،
اس سے پہلے واقع ہونے والے صوتیے سے مل کر، اس
صوتیہ کی متنفس شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کسی صوتیہ کی

معنی شکل کے لیے دو چشمی ھ کا التزام رکھا گیا ہے۔ مثلاً لفظ "مہنے" کا دکنی تلفظ "مہنے" ہوگا؛ "رہا" کا تلفظ "رھا"، اور "کہا" کا "کھا"۔

پیش نظر مثنوی میں چند اشعار ایسے بھی ملتے ہیں، جن میں قافیہ غائب ہے۔ ایسی شاذ مثالیں طوطی نامہ اور سیف الملوک میں، بلکہ کلاسکی دکنی کے اکثر شعرا کے کلام میں نظر آتی ہیں۔ اس کا سبب بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سالہا سال کے طویل عرصے میں ان ادب پاروں کا، صحیح متن ہم تک نہیں پہنچ سکا ہے۔

مثنوی میں بعض مصرعے ایسے بھی ملے، جن کا صحیح متن، مثنوی کے پیش نظر نو مخطوطوں میں سے کسی نسخے کی مدد سے بھی متعین نہیں ہو سکا۔ کہیں مخطوطے کا ورق کرم خوردہ ہے، اور کہیں کم سواد کاتبوں نے، بے معنی الفاظ کے ذریعہ خانہ پری کردی ہے۔ ایسے مصرعوں کو مختلف مخطوطات کے مختلف الفاظ کی مدد سے، از سر نو تشکیل دینے کی کوشش کی گئی ہے ان مصرعوں کے آگے نشان (*) دے دیا گیا ہے۔

---

(۱) قدیم دکنی کی متذکرہ صوتی خصوصیات سے راقم نے اپنے مقالہ "دکنی زبان کے بعض لسانی رجحانات" میں تفصیل سے بحث کی ہے، ملاحظہ ہو، "مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر، سنہ ۱۹۶۴ء"۔

مثنوی کا یہ تعارف ادھورا رہے گا اگر میں ان اصحاب کا ذکر نہ کروں جن کے قیمتی مشوروں سے میں نے اس کی ترتیب و تدوین کے دوران میں استفادہ کیا ہے۔ محترم ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے مثنوی کے تدوین کے مختلف مرحلوں میں، اپنے گراں قدر مشوروں کے ذریعہ میری رہنمائی فرمائی۔ متن کے بعض الجھے ہوئے مصرعے اور پیچیدہ الفاظ جو کھل نہیں سکے تھے، ڈاکٹر صاحب کی مدد سے حل ہوئے۔ دکھنی کی پیچیدہ عبارتوں کو کھولنے میں، ڈاکٹر صاحب کی لسانی اور صوتیاتی بصیرت سے، میں نے راست اور بالواسطہ طور پر بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ میرے فاضل دوست ڈاکٹر ایس آر کلکرنی، صدر شعبہ مرہٹی، عثمانیہ یونیورسٹی، جو دکنی زبان و ادب کے بھی مزاج شناس ہیں، اس مثنوی کی ترتیب کے متعدد مرحلوں میں میرے برابر رفیق رہے ہیں۔ قصے کے ماخذ کا سراغ لگانے میں ابتداً میری محترم دوست ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے مجھے راہ دکھائی۔ پھر میں نے جناب ڈاکٹر نذیر احمد، صدر شعبہ فارسی، علی گڑھ یونیورسٹی، اور جناب پروفیسر سید حسن ڈائرکٹر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پٹنہ، سے مراسلت کرکے ضروری لٹریچر حاصل کیا، جس کے لیے میں ان دونوں عالموں کا بھی متشکر ہوں۔ ابتداء میں جب میں نے اس

مثنوی کو مرتب کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو مرحوم مولوی نصیر الدین ہاشمی نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ میری ہمت افزائی کی۔ اسٹیٹ لائبریری کا ایک اہم مخطوطہ بے جگہ ہو کر کہیں گم ہو گیا تھا، موصوف نے کئی گھنٹے چھان بین کر کے اسے ڈھونڈ نکالا۔ مرحوم کو اس مثنوی سے اسطرح دلچسپی تھی کہ اسے مخطوطات کے ڈھیر سے نکالنے، دکنیات کے طالب علموں کو اس سے روشناس کرانے، اور اس کے مصنف کا سراغ لگانے کے سارے مراحل انہوں نے ہی انجام دیے تھے۔ موصوف کا اصرار تھا کہ میں کسی طرح ڈسمبر سنہ ۶۳ء سے پہلے ہی اس کو مکمل کر کے شائع کردوں، لیکن عملی دشواریوں کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو سکا۔

غلام عمر خاں

حمد

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
کہ او حمد زیور ہے ایمان کا
جمع حمد اُس کوں سزاوار ہے
کہ جن جگ کوں پیدا کرنہار ہے
او خالق ہے سب خلق کا خاص و عام
او مالك اہے مُلك سب کا تمام
او رزاق ہے رزق کا دینہار
کہ دینے کو اُس کے کرے کون شمار
کتیاں کوں دیا مال[1]، دھن سروری
کتیاں کوں دیا فقر سوں مہتری
کتیاں کوں صَبَر دے کے صابر کیا
کتیاں کوں فقیری میں نادر کیا
ہوے فقر سوں اولیا ہور امام
سدا فقر سوں انبیا تھے تمام

---

(۱) مطابق (ب) ، (الف) ملك کی سروری ۔

[illegible] کا اس نارز کوں ہے آب
حیا کا ہے جس مکھ اپر آب تاب
حیا کا نگہبان ہے ذو الجلال
وہی ست رکھنہار ہے بے مثال
کتیاں کوں حیا سوں رکھیا استوار ۱
کتنے بے حیا ہیں سدا خوار زار ۲
حیا کا رتن رب دیا جس کے ہات
ہوی تار ستونت، ہور نر کھجات ۳
الٰہی شرم دھرم تج پاس ہے
ہمن کو ترے کرم کی آس ہے
تو ستار ہے، عیب داراں ہیں
تو کرتار ہے خوار زاراں ہیں
گنہ میں نپٹ چور ہیں اے قوی
دلاں پر دکھا تازگی نت نوی

در نعت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم

الٰہی رکھیا توں بندیاں کی شرم
نبی کو دیا بوجھ کیتا کرم

---

(۱)(ب) (ج) (ف) (ل) ہے سنوار (۲) کتنے بے حیا
ہو پھرے خوار زار (۳) مطابق (ف) (ل)، (الف) زینت سنگات ۔

منور کیا جس نے اسلام کوں
شفاعت دیا خاص هور عام کوں

شفیع او[1] حشر سات کے وقت کا
او سلطان معراج کے تخت کا

او هی سرور عالم و شهر یار
قناعت کیا جن اُپر عین بار

صَبَر جس کے گهر کا گواتا هے داس
پڑیا هے توکل سو جس دار پاس

۲۰ محمد نبی خاتم الانبیا
شرف جس نے حق جگ میں هنا دیا

منور کیا جگ کوں اس نور سوں
دیا روشنی سب کوں اس سور[2] سوں

مُجکُوں رب کوں مانے، نمانے رسول
نهیں دوست حق کا نه کس کَن قبول

دیا جس کوں تشریف لولاک کا
هوا جس نے مظهر یو افلاک کا

نبی نے همیں پاے رب کا پچهان[3]
ٹلیا دل میں تے کفر کا سب گمان

تصدق هن سار کے کئی هزار
محمد کے نعلین پر بار بار

(۱) مطابق (ب)، (الف) (ل) هے اوعرصات (۲) مطابق (ی)، (الف) نور (۳) (ب) نشان ـ

تا اچھتے کمن کوں جو او مہرباں
تو اچھتے ہیں سب جہنم کے نہاں

ہزاراں کمن بہشت کے نیک نام
محمد پو صدقہ ہیں سارے تمام

محمد کے بعد از صفا چار یار
نبی روح تھے ، او عناصر چہار[1]

امام ہے ابوبکر ایمان کے
خلیفے نبی بعد انسان کے[2]

عمر کے عَدَل کا رہیا ہے نشان
خجل جس انگے عدل نوشیروان[3]

منور مکمل تھے عثمان ذات
حیا کے اتھے گو نہراں جس کے ہات

سو شیراں میں ہے شیر حضرت علی
انو کی شجاعت کی ہے کہلبلی[4]

علی تھے شجاعت میں روشن کمال
خجل جس شجاعت سوں رستم کا خال[5]

شہیداں میں سرور حسین و حسن
حسن بعدازاں میر[6] میراں رتن

---

(۱) (ن) (و) کہ اصحاب یعنی وزیراں چہار (۲) مطابق (م) ، (الف) اسلام (۳) مطابق (ب) ، (الف) خجل جس عدل کا ہے نوشیرواں (٤) یہ شعر صرف (ب) میں ملتا ہے (٥) (ب) چال (٦) (ف) پیر ۔

محی الدین معشوق جس کا ھے ناؤں
ولیاں جنس قدم کالیے کر کو چھاؤں[1]

محی الدین ولی پیر کی بول آمنا
سچے دستگیر کی سبوں کو پناہ

مدد منگ کو اس تے کیا ابتدا
سنینگے سو بولیں کے رحمت سدا

نوازے ھیں بندیاں کوں بندے نواز
او صاحب جہاں کے ھیں گیسودراز

رسالہ اتھا فارسی یو اول
کیا نظم دکھنی سنے بے بدل

عقل فہم عرفان کا کام ھے
محبت کے دریا کا پُر جام ھے

مٹھی یک حکایت عجب خوب تر
رسالہ مرا خوب شہد و شکر

حکایت بادشاہ و چندا و لورك

کہ یک شہر کا تھا بڑا پادشاہ
جہانگیر عالم میں تھا شہنشاہ

تھا عادل و مہربان شہر یار
اتھا ناؤں اس کا سو بالا کنوار[2]

---

(۱) تلمیح ھے حضرت عبد القادر جیلانی کے ان الفاظ کی طرف، جو انھوں نے حالت جذب میں فرمائے تھے: " قدمی ھذہ علی رقبة کل ولی اللہ " (میرا یہ قدم ھر ولی اللہ کی گردن پر ھے) ۔
(۲) (ب) (ج) (د) (ف) ع ۔ نیکا ناؤں اس کا سو بالا کنوار ۔

وزیراں یکتک خوب صاحب کمال
ملیکاں ہزاراں سوں تھے عملے عمال

اُسے گڑ، ولایت، بہت شہار تھے
کسی خلق واں کے دیسا دنار تھے

یوں بستی سوں معمور سب شہار تھے
جدر دیکھے صاحب تو گلزار تھے

تھا عالم خَلَق سب امن میں تمام
رہتے تھے تھنڈی چھاوں میں خاص و عام

چتُر بادشاہ خوب چھبیلا نَوَل
اتھا خوش چمن میں سو دل کا کنول

تھی بیٹی اُسے ایک صاحب جمال[1]
اتھا ناؤں اس کا سو چندا کمال

• جھلک چاند کا جوں اُجالا دِسے
سو گڑ، چُلبُلی نار دل میں بَسے

سرو کے نمن نار، نازک پِچھل
یو پانی اُپر جیوں کھلا ہے کنول

کھڑی عشق کے آکے میدان میں
رہیا نئیں ہے طاقت دل و جان میں

سدا عشق لیٔ دل میں دھرتی اتھی
کتھے جان عاشق کوں جیتی اتھی

---

(۱) مطابق (ن)، (الف) اتھی ایک بیٹی سو صورت جمال۔

تھا اس بادشاہی میں کوّال ایک۔
اِسمؔ اس کا لورك اتھا ناون نیك
گُرو ھانك اك دن اوآتا اتھا
شہر[1] کی گلی میں سون جاتا اتھا
شہنشاہ کی بیٹی چھجے کے اُپر
کھڑی تھی سو دیکھی اُسے سربسر
کہی من میں، کیا خوب سیدا ھےجان
گُرو راکتا کر ھوی پشیمان
کھڑی باٹ میں آ اشارت سون دھر
بُلای تَزك اس کوں کوّال کر
کھڑی ھو اشارت سو کَتی اس سنگات
کَتی ھوں تجے سرفرازی کی بات
۶۰ مرا دل لگیا تُج سون، تو راج ھے
تجے سرفرازی کا یو ساج ھے
یو سن بات کوّال تسلیم کر
کہیا منج ہو کرنا کرم کی نظر
میں چاکر ھوں تیرا نظر منج اُپر
ترا منج ہو سایا ھے سر پر چھتر
سو واجب نہیں منج کوں یو کام سون
دیکھو جہان کر بات خوب فام سون

---

(۱) (ی) (و) چھجے۔

جواب دادنِ چندا، کوّال را

کہی سن کو، کوّال اے جان یار
کی ہوتا ہے[1] کورومنے خوار زار[1]

مرے پاس دھن سال ہے لی کَتا
تجھے دیوں کی میں جتا ہے وتا

چھبیلا توں ہے جان، جانی منجے
لگیا جیو میرا کتی ہوں تجھے

وولے مال سارا یہاں تے ہلوک
ہمیں ہور تمیں مل کو جائیں پر ملوک

کتی ہوں سدا سکھ سوں مل کر رہنا
میں عاروس پیاری، توں نوشو بنا

گفت کوال، چندا را

یو سن کر کہیا، میرے کہر نار ہے
او ستونت ناریاں[2] میں اوتار ہے

چھبیلی او او تار کچ حور ہے
سہیلی کوں یوسف کرا نور ہے

خدا نے ایسے نور ایسا دیا
چتر سار خاصیاں میں اس کوں کیا

---

(۱) (ف) ع. کی ہوتا ہے تو کوروان میانے خوار (۲) (ل) ناری نرا دھار ہے۔

نہ حاجت منجیے چاند ہور سُور کا
مرے گھر میں شعلہ ہے کُہ طور کا
ستارے اس انگے یوں دسنے اہیں
کہ جیوں دیس کوں دیوٹیاں لائے ہیں
اِسم پاك اس کا کہوں میں ٹك ایك
پتی ورتا مینا سو ہے ناؤں نیك
اسے چھوڑ جانا تو واجب نہیں
میں کس دھات سینے لے جاوں تیرے تئیں [1]
توں ہے شاہزادی سو میں ہوں گوال
اِتا تو حرص کوں توں اپنے سمال
بَرے بادشاہ ہور وزیراں امیر
سنیکے پکاڑ کر کریں کے خمیر
مرا کُچ نہ جاگا ترا زیاں ہے
مری تاز سوں دیکھ مرا دھیان ہے

جواب دادن چندا، لورك را

یو سن بات چندا، کہی اُستوار
اپیں ہو خدا تج کوں کرتا ہے خوار

---

(۱) مطابق (ن)، (الف) ع . میں بھول مال کوں کیوں بلاوں تیرے تئیں (؟) .

جو کھاندے چوالا ، چندوئی ہے سیر
لنگے پاؤں ہور یک لنگوٹی ہے پھیر

لنگوٹی کھٹی ہور سڑیا گودڑا
بچھانے کوں کی ، یک پھٹیا بوریا

لیا بھارکس هات میں جھانکتا[1] (؟)
پھرے جنگلے جنگل گُرو راکتا

تجے کائیکوں کوت ، بچھانا، صَدَر
ارے گاؤدی کیا توں جانے قَدَر

انبل چھاچھ کنکیاں سو تج لدتاں
تجے کائیکوں خاص کیاں نعمتاں

جو کُچ تیری قسمت ، سو توں پاے گا
ترا اودسا یو، کدان جاے گا

یو سُن بات لورك ، کھیا ، شہپری
پکڑ هات میرا کرم توں کری

توں چندا، میں لورك هوں چاکر ترا
بَلا دور کروں تُج اُپر جیو مرا

کٹے دونوں مل اختیاری یو کَھٹ
لیے مال هور واں تے نکلے اوپٹ

لے چندا کوں لورك جو باهر هوا
سو یو غُلغُلا جگ میں ظاهر هوا

---

(۱) (الف) (ب) ع . لیا بارکول هات میں جهانکتا (؟) ۔

٩٠ گئی رات ہور بھی اُجالا ہُیا
خبردار لوگاں کوں معلوم ہوا
سو راجا وہاں کا بیٹھیا تخت پر
خبردار اس کوں دیے یو خبر
تری پاك دامن کوں لورك گوّال
بڑا دھیٹ ہو لے گیا بد شکال
سنا بات راجا ہنسا کھل کھلا
کہیا میرے دل کا ٹُٹیا وسوسا
کہیا اپنے لوگاں کوں موں کھول بات
کیا چوری کر، چور گوّال ذات
سو کہر اس کے مقبول یك نار ہے
بہوت دن سوں اس پر مرا پیار ہے
کھڑیا تھا محل پر پڑی تھی نظر
انکھیاں تاب نالیا کیاں سُد بسر
صورت البیلی یك دسی ہے منجے
دیکھیا تب سوں او چٹ پئی ہے منجے
چڑے ہات میرے جو او ماہتاب
نہ نس کوں غروب ہوے او آفتاب [۱]
کیا خبرداراں کوں کٹنی کوں لیاؤ
ڈھنڈو جاکے یك خوب کٹنی کوں باؤ

---

(۱) یہ شعر (الف) کے سوا باقی تمام مخطوطوں میں ملتا ہے۔

۱۰۰ جتے خبرداراں رواناں ہوے
چلے دھونڈ لیتے زمیں کے چوے
لے کر آے ہزاراں میں سوں یک چُنی
او تحبہ بڑی یک بُڈی کُوانی
لے کر آ، شہنشاہ کوں تسلیم دلاے
بہت پیار سوں تخت نزدِک بلاے
کَیا، لیا کے مینا کوں توں دے منجے
بہت مال بخشش کروں گا تجے
او محبوب اچپل عجب نار ہے
اسی پر مرا یو بڑا پیار ہے

جواب دادنِ دوتی، بادشاہ را

سنی بات دوتی نے تسلیم کر
کہی اس کوں اے بادشاہ بخت ور
اَچھو عمر دنیا میں تیری دراز
جو ہوتے ہیں تُج تے جگت سرفراز
اگر لاک پردے اچھے جس محل
اچھے نار کُئی سات پردے وَ جھل [۱]
تو تو یسیاں کوں غفلت منے بھاؤں گی
ترے سامنے لیا کو دکھلاؤں گی

---

(۱) (ب) (د) (ف) (م) وجل۔

یو مینا تو کٹوال کی نار ہے
اسے بھوند لینا نا تو کیا بار ہے

بڑا کام فرما جو منج کوں سجے
ہے اس کام تے بہوت بہانت منجے

شہر کی بڈیاں میں مرا ہانک ہے
مکر زن زناں میں مرا دھانک ہے

ہنر مند ناریاں میں میں نار ہوں
بہت فند فریاں میں سردار ہوں

نھنے کام پر کیا میں دوڑاؤں دل
کریں گیاں بُڈیاں مار ساریاں خجل

گفتن پادشاہ، دوتی را

یو سن بات، شہ یوں کہیا، پیر زن
پڑیا تھا او میرے نظر تل رتن

دیکھیا اس کے مکھ پر حیا آب تھا
اِتا اس کے سر پر پاؤں لگ تاب تھا

دِسیا تھا منجے خوب اس کا جمال
یکایک او مُج ہات آنیا محال

یکائیک پھندے میں کیوں بھائے گی
توں کس دھات لیا منج کو دکھلائے گی

جواب دادن دوتی پادشاه را

جلی ہور بولی یو کٹنی جواب
بڑے ٹھگ فنداں میں سو میر ہے داب
پری دیو شیطان میرے نفر
بنگالے میں ہوتا ہے میرا سحر[1]
مکر سحر جادو میرے هات میں
پھرے سب موکل مری بات میں
اگر کئے تو لیاؤں سرس میں کی حور
جو بولوں تو افتاب آوے حضور
ستاریاں سو زهرا اتاروں اِتال
کروں ست کوں ستونت کے پائمال
نہنا کام یو نا کروں تو، چونڈا
سٹوں گی تُرت اپنے[2] سرتے مونڈا
یو سن کر ایسے شاہ تشریف دیا
کتک بے بہا بہت بخشش کیا
دیا ہت کڑک ہور پدک لعل اسے
کتک موتیاں ہور کنٹھال اسے
کیا، سن توں یو بات منج پاس کا
دیا تج کوں فرصت میں چھے ماس کا

---

(۱) (ب) (د) ھنر (۲) (ب) موت بھا کر مونڈا .

تو جا بیگ پُھسلا کے کر کام یو
اسے بھاوے نیوں کر توں آرام یو
نہ کر ظلم اس پر مرے قرب تے
ھمن عدل پر بول نالیا دوتی
سُنو قصہ مینا کرا سر بسر
سنی جیوں او لورک گیا نہاس کر
بندی خوب دھنکڑا او اُجلا سو پاك
مانڈی چرخا، ہور موں کوں بھرلائی خاك
اپس دھول تن میں ملانے لگی
تمام روپ اپنا جلانے لگی
تلك آ کے کٹنی نے کیتی سلام
دی تعظیم اس کوں بُلا نیك نام
کہی مینا ماں تو کی اچھتی ھے کاں
میں بیٹی ہوں تیری ، توں ھے میری ماں
کہی کٹنی مینا کوں ، ماں ھوں تری
چھِپی دو برس توں پیٹی ھے مری
نہ تہا دود کُچ بی تری مای کوں
پلای تھی میں دود تج جای کوں
میں ھوں دائی تیری، منجے پیار کر
تجے جانتی ھوں میں دلدار کر
سُلا کود میں ، ھور تج کوں کھلای
بہت پیار سوں دود تج کوں پلای

پڑیا کُچ سمایا، ہوی دورمئیں
بہت یاد آتی تھی اسے حورتئیں
۱۴۰ بَتِس دھار منج مہر کے بار بار
اُبلنے لگے تو آی تیرے دوار
پکڑ آی ہوں دل میں کر آس میں
رہوں کی کَتی ہوں ترے پاس میں
یو سن بات مینا نے پاواں پڑی
دیتی بیٹھنے اپنی پیسک پڑی
کہی بات مینا اسے سربسر
سمایا کَھڑا ہے ھمن سر اُپر
کہی، تج تے اے مای محبت ہوا
تجے دیکھتے دل کوں راحت ہوا
گیا چھوڑ ھمنا ھمارا پیا
گما نوں کیوں کَتی تھی یکیلا جیا
نہ ماں بھای بی کوئی منج سات ہے
نہ باندی نہ بردانہ کُئی ذات ہے
نہ دادی، پھپی کُئی چچانی منجے
نہ نانی نہ خالا کہوں کیا تجے
نہ نندان نہ بھاوج، بھتیجی نہی
کری ہوں مرا دل میں سب سو غنی

یکیلی هوں میں اس وطن میں غریب
کرم توں کری تو زہے منج نصیب
که ایسی جو صحبت خدا نے دیا
مرے پر بڑا وُن نے احسان کیا

جواب دادن دوتی ، مینا را

بزاں دوتی بولی ، اے بیٹی مری
مرا جیو قربان تج پر کری
میں آتے وقت یو سُنی بات میں
کہیا یك سجنا شہر کے ہاٹ میں
مرا آشنا تھا. کہیا یو خبر
لے چندا کوں اورك گیا نہاٹ کر
سُنی سو گیا سب سینا پھوٹ کر
فکر سوں کلیجا پڑیا ٹوٹ کر
کہوں کیا میں لورك دیا تج کوں دُوك
اپیں مل کے چندا سوں پاتا ہے سُوك
تو کیسے کری جای تہی بختور
نه سمجیا اُنے تُج کوں ، ناچیز خر
کیسی بھاگوتی سو توں ، اے سکی
آپس تن کوں کہوں کر جلا کر رکہی

تو مقبول ایسی چھبیل ہے نار
ایسی کوئن جلاتون کی ہوتی ہے خوار
کیسے بھاگ تیرے ہوے واہ واہ
پڑیا بخت تیرے او سانڈی گوا[1]
اجوں لگ کتی ہے توں کیسا پیا
او اجڑیا تجے رنج ایسا دیا
کہی ہور رونے لگی زار زار
صبیوں کوں مینا کے جن آہ مار

جواب دادنِ مینا

دیکھی حال مینا سونا تاب لیا
اپیں بی ذرا آنک میں آب لیا
کہی ، مائی غم چھوڑ دے اب تمام
اِتا پند دے کُچ ، توں سِکلا فہام
دنیا میں بڑی توں جو ہمنا جنی
دوجا پیو لورک ہے سر[2] پر دھنی
نکو بول لورک کوں ہرگز اِتال
دَرونا مرا جل ہوا پائمال

---

(۱) مطابق (ب) ، (الف) دھیری گوا (۲) (د) (ل) سرت دھنی۔

تدھاں تے کیا چھوڑ او خوش کلام
تدھاں تے کیا گھر میں بوھا مقام
خدا نے کیا ہم کوں عورت مرد
تو ھونا ھمیں اس کے پگ کی گرد
جو کچ اُن کیا سو اسے ماف ھے
الٰہی کے نزدیک انصاف ھے
مرے پیو اپر جیو یو قربان ھے
اچھے جاں اُسے حق کا آمان ھے
ھمن تے بُرا کُچ ذرا کام ھوے
دونوں جگ میں او نار بدنام ھوے
اُسی نار کا موں سو کالا اھے
سو شیطاں کے موں کا جالا اھے
اُسے نئیں ھے جاگا کسی ٹھار میں
پڑے گی او عورت بڑے غار میں
خدا کا اُسے نئیں ھے دیدار واں
کرے گا اُسے کیوں خدا یاد واں
او سبحان مرداں کوں دیتا شرف
لکھیا ھے بُرا عورتاں کا حرف
میں عورت ھوں اُس کی وو میرا سجن
سلامت رھے مرد گلشن چمن

جواب دادنِ مینا، دوتی را

ٹھنی بات دوتی، کہی اے نہنی
نچھل روپ کی توں چھبیلی[1] بنی
توں ناداں بالی مرے ہات کی
کیا معنایتا شوخ ہو بات کی
ٹھکی ہوی ہوں، یو دل کوں لگتا عجب
نپی دھیٹ ہو بات کی کیا سبب
تری عمر پندرا برس دین کے
کہوں کیا، ترے نِدیس کم سِن کے
توں تہنواد چھوری تجھے فام کیا
چندر کی صورت ہے تجھے وھام کیا
جوانی تری دیک کر بارے بار
تڑپتا مرا جیو نت بے قرار
جوانی سدا جھاڑ کا بھار ہے
مدن مد بھریا ساانپ کالار ہے
یو ہنگام تیرا ہے آنند کا
جو کھانے پینے ذوق کی چھند کا
جڑت روپ تیرا فکر میں نہ کھال
بھٹی غم کی لا کر، کی ہوتی نڈھال

---

(۱) (ب) الے پدمنی۔

نہ سمجیا او لورک جو تج خاص کول
کیا نہاس کر مال کی آس کوں یو

اگر گاؤدی ہات ہیرا اچھے
نہ سمجھے، کہے گار چیرا اچھے

یو آخر ہے گوال کیا جانتا
ترے پر اچھے جیو، تو او مانتا

دھریں کے لموے کوں جو سنوار کر
جو دکھلائیں کے گاودی کوں اگر

کہے گا یو تروار ہے بے بہا
چتر دیکھ بولے، ٹکے کا لموا

چتر گاودی میں یتا فرق ہے
چتر سیانا ہور عقل میں غرق ہے

تجھے میں کتی ہوں نصیحت کی بات
تج ہنگام ٹلتا ہے دن ہور رات

سدا توں انند میں اچھنگی نہی
ترے گود میں ہے چندر جیوں بہی

اتا میں رتن پارکھی لیاوں کی
ترا جونہری روپ دکھلاوں کی[1]

ملا دیوں کی تج کوں جانی چتور
پھاندگی توں دیک اپنے حضور

---

(۱) (ب) ع. ترے جوڑ کا روپ دکھلاوں کی.

تجھے دیکھتے پیار آتا ہے بہوت
یو ہنگام پر بیچ ڈالی سپوت
یو جانی سکی تیری اپروپ ہے
ملا دیتی ہوں یار یک خوب ہے

جواب دادن مینا دوتی را

سُنی او سُلکھن جو ایسے بچن
لگے تیوں ہوا آگ سب اس کے تن
کہی میں بڑی کرکے سمجی تجھے
جو پردیس کی ہے سنگاتی منجے
منجے عقل کی بات سکلاے گی
مرے دُکھ درد کوں توں بہلاے گی[1]
سو ایسے توں دینے لگی پند یو
اُٹھے دو جہاں میں بُری گند یو
سو بدنام کرنے کو منگتی ہے توں
باتاں کر مکر لیا اُلنگتی ہے توں
بُلدی سن کتی ہوں تجھے میں بچن
ستی اپنے ست کوں جو رکھنا جتن
اپس پیو اُپر جن اچھنگی فدا
یو رحمت اُسی پر رہے نت سدا

(۱) (د) ع . میرے دھشتاں فکر بہلاے گی۔

نبی کوں فہم سوں بڑا مان ہے
بڑا ہے عقل نئیں تو نادان ہے

نبی کی مناجات اوّل قبول
ہے خوشنود اُس پر خدا ہور رسول

اچھی مُجان صالح تو ابلس ڈرے
بُڈی فحش سوں مسخرا گی کرے

تو ہنگام کبھی تُجسے فام کیا
اچھے نیک بی بیاں تو ہنگام کیا

بُڈی، مُجان کا دیک ایکیچ ہوس
اُبال دُود کا تیونچ دِستا ہے بس

جو سو رات کوں چوری کر کھاوتے
گیا دھڑ منے بھر کے پچتاؤتے

مِٹھا جِیب میں ہے تلک بے مثال
گیا حلق میں تو ہوا پائمال

حِرَص آدمی کا سمج اِس وضا
یو جینا ہے دو دن، نہ چوکی قضا[1]

حِرَص کوں جلانا اپن ہات ہے
حیا کا کفن جیو کے سات ہے

کَتی دیک لورک کوں توں گاودی
ہوے بال اُجلے نکو کر بسدی

---

(۱) (ب) ع ۔ یو جینا دو دن کا نہ چوکی قضا ۔

نہ ہوے گاوڑی ، او چتر راج ہے
مرا پیو میرا او سرتاج ہے[1]
بڈی کو ہوا تیوں ڈَرونا جلائی
کہ جیوں روی میں تیل بہا آگ لائی

جواب دادنِ دوتی ، مینا را

کہی ، بہاگوتی ، جلو تیرا بہاگ
جو کہاتی توں اپنی جوانی کی آگ[2]
ہر یک بات کرتی ہے توں زار زار
پڑو تیرے دامن میں جلتے انگار
بھلا ہے توں اپنا کیا پائے گی
انگے پند میری توں ازمائے گی
مری بات کوں توں سمجتی ہے دَند
اُٹھی دُود کی جَھل تو کہتی ہوں بند
جوانی تری دیک آتی ہے عار
تو کہتی تُجے پند میں بار بار
نہیں تو غرض کیا مُجھے بولنا
ستم کُھوڑ اُپر کو نہراں رولنا

---

(۱) (ب) ع . کہ سنگار میرا او سر تاج ہے ـ (۲) مطابق (ب) (ل) ،
(الف) ع . جولاتی توں اپنی جوانی کوں آگ ـ

سُنا روپ تیرا بره ڈانک لگ
هوا هے یو افسوس کی، آگ لگ[1]
کتی بهیس سیلا ایس کا زیان[2]
که جون چاند کون آکے پکڑیا گیران
چهپیا جاکے عقرب میں تیرا جمال
که جیون چند په چهایا هے کالا ابهال *
سُہا سے نه کنوال تج لال کون
دهتورا سُہے کان سرو ڈال کون
سہا سے نه کسوت تُجے کهونگڑی
بُری باس تن کون لنکوٹی سڑی
سوے کهونگڑی اوڑ تون رات میں
دسے جیون پڑا چاند[3] ظلمات میں
سُہاوے سدا چاند اسمان کون
سہاوے کی تو نار دیوان کون
دوانی، ملاتی هوں بالا کنوار
هیشه اچهے ذوق سون نت سنوار
۲۳. کچهیلیاں کری کسوتاں زرزری
بهرے خوش چمن میں تون هو شہری

---

(۱) مطابق (ی) (م) (ن)، (الف) ع. هوا هے یو افسوس کی لاك لگ - (۲) مطابق (ب) (د) - (۳) (د) (ل) سُور -

پہنے پھول، ہور پات لوچن دسن
لگا خاص خوشبو تن، انجن نین
ہوے بخت واری بلندی نظر
چڑے شاہزادی ہو، شاہی صدر
جو دوتی نے اس دھات سوں بول اٹھی
تو ستونت مینا نے سن لٹو کھٹی *

جواب دادن مینا، دوتی را[1]

کہ کیا بولتی توں مرے یار کوں
مرے من کے آدھار، دلدار کوں
برا بولتی سو کنا کیا اسے
او ادمی نھنا ہر کسی کوں دسے[2]
بلا پیو کی میرے پڑو تج اپر
لڑو سانپ بیچھو ترا جیو جگر
منگاوے جو یو سیس لوزک اتال
محبت مجھری سوں اتاروں اتال

---

(۱) مرتبہ متن میں مینا کا یہ جواب مخطوطات (ب) (ج) (د) (ی) کے مطابق ھے ۔ نسخہ (الف) میں اس موقع پر مینا کا جواب، پیش نظر متن میں شعر ۲۸۳ سے شروع ہوتا ھے ۔ لیکن جیسا کہ مرتبہ متن کے اشعار ۲۴٤ تا ۲۵۲ سے واضح ھے کہ یہ اشعار دوتی کی گفتگو (اشعار ۲۲۰ تا ۲۳۳) کے جواب میں کہے گئے ھیں ۔ اس لیے اول الذکر چار مخطوطات کی ترتیب درست معلوم ہوتی ھے ۔ (۲) (د) ع ۔ او کم تر نھنے آدمی سوں دسے ۔

طبق دل، حیا کا او سرپوش کر
پھٹا آوں لورك آچھے جس نگر[1]

کرے گا جو عضوی سوں عضوی جدا
مرے پیو پہ منج سار کیاں کٹی فدا[2]

240 کرے گا جو لورك منجے تارے تار
تو قرباں کروں جیو میں بار بار

او لورك جو میرا ہے بالا کنوار
بلا دور کروں بادشاہاں ہزار

میں مینا، او کوّال سو گنند ہے
وہی میت میرا سجن جند ہے[3]

او گھنگڑی جو ظلمات کے سار کی
رتن[4] عیب سرپوش سنسار کی

مَرو نار او پانی استری
جن یك چھوڑ دو جے اپر من دھری

پرای بھار کے کوں سناوے گلا[5]
تو اس جائی کوں موت آنا بھلا

یکانے کوں جو مکھ دکھای خوب تر
بھلا ہے چھپے مکھ او مائی بہتر

---

(1) (ب) (ج) ع . میں بھیجوں کی لورك اچھے جس نگ
(2) (ب) مرے پیو پر جیو کروں میں فدا - (3) (ج) (ی) وهی شاہ میرا منج آنند ہے - (4) (ب) رهنے - (5) (ب) (ج) پرای مرد کوں جو سناوے گلا -

کھن بن منجیے پھول کانٹیے دِسے
او کالیاں کوں کئی لاك پھانٹیے دِسے
بغیر پیو منج سیج کھاتی دسے
کُوڑاتی ہے جُب آس کاٹی منجیے
۲۵۰ یو خوشبوی منج تن اُپر خاك ہے
یو زر باف دھنکڑا انچل پاك ہے[۱]
منجیے خاص کسوت کفن ہے بھلا
بُرے کام تے کاٹ لینا گلا
منجیے پان ہے زہر، کاجل حرام[۲]
دِسے خوب کھانے[۳] انکارے تمام
نکو بات کر آج تے یو دراز
ڈوبانے کو منگتی ہے ست کا جہاز

جواب دادنِ دوتی، مینارا

بڈی سُن کو بولی نکو کر یو بات
ستم ہو کے کرتی توں اپنے پہ گھات
کبی توں سُنی نئیں اچھے کی بیاں
سُکی آپنا جیو تو سارا جہاں

---

(۱) (ب) (ج) (د) ع. یو زر بفت کھنکڑی انچل پاك ہے۔
(۲) (ب) ع. منجیے پان کاجل مسی ہے حرام۔ (۳) (ب) کھانے۔

یتا کیوں ترا دل نگر گھٹ ہوا
یو سنپات کیا تج کوں اوچٹ ہوا
یتا کیوں تو کوّال پر من دھری
یتا کیوں ترا جان اُس پر کری
عجب ہے ترا دل نہ اُس تے بھکیا
کیا سحر تیوں دھیان اُس کا لگیا
تو آخر ہے گندی جنم کھونینگی
بُرا کہا بُرے گود میں سوئینگی
جو سووینگی نزدیک اُس شاہ کے
دِسے سُور جیوں گود میں ماہ کے
تجے کان زری کسوتاں کی جھلک
تجے کان او صدراں او زربفت لک[1]
تجے کان او صدراں، سُنہری محل
جو تختاں مرصع کے ہیں، بے بدل
کہاں تج کوں او مملکت مال زر
نہ سمجھی ہے اجنوں[2] توں اُس کا قدر
تجے پینے پرم ہور ٹاٹ بس
تجے کھونگڑی اوڑنے کی ہوس

(۱) (ب) ع۔ تجے کان او زر بفت نیلک کی لک۔ (۲) (ب) حیواں۔

اسی دھات اپنا جنم کھوئینگی
تو پشتا بزاں گور میں سوئینگی

تو ست کوں بِتا کر نکو ہو ہلاک
یو ست ڈال دے بھوت پاویں گی بھاگ

سینا صفت تیرا، نہ جیو ہے توں
مِلا زہر اَمرت میں بیتی ہے توں

بدل گڑ گڑاوے کر جنسے مِتی
پکیلی سینا پُھٹ مرے کا نیتی

مرا آس برلا، چنچل گُن بھری
جوانی چلی، باؤ ہو صرصری

جوانی کی کُتی فند پایا نہیں
جوانی کٹے پر سُہایا نہیں

کتے ہیں جوانی کٹے پر اوتار
کہ جیوں دِین ڈھل جا پڑے اندکار

تجے بولتے مُنج پکیا ہے سینا
تو اب بھاوتی ہے تجے کیا کتا

بتا کیوں توں کوّال پر من دھری
بتا کی تو جیو کیوں بڑھانا کری

سنگت نیک کا جاھلاں کو بڈھاے
بُرے کی سنگت تے بُرا بول آئے

دیکھو بیل بہنتاں کوں شیرنی سٹا
بغیر گھانس ان کوں نہ لاکے پلٹا

مشہور بات ہے جل سنیے سنگ نہ جانے[1]
سبی علتاں جاے، عادت نہ جاے

سنی ہوں کہ یک شہر کا شہریار
ملایا تھا درویش[2] کی ایک نار

ہمیشہ منگے بھیک او در بدر
چڑایا اسے بادشاہی صدر

والے بھیک کی اس کوں عادت اچھے
لے کر آکے روٹیاں پو روٹیاں رچے

۲۸۰ رکھے لا کے محراب میں یک سدا
منگے اس کنے ہو ہمیشہ گدا

او کھاتی تھی الوان نعمت جتا
منگے باج اس بھیک راحت نہ تھا

وہی خصلتاں تج منے آج ہیں
یو سٹ عادتاں، تج جنم راج ہیں

جواب دادن دوتی، مینا را

سنی بات اس کی جو مینا سندر
دیا جوش طؤ کوں اٹھی بول کر

(۱) (ج) (ی) ع . بری چال اپس کی اپس کوں جو بھاے۔
(۲) (ج) درویشی ایک نار۔

اِتا سن یو نـاچیز کٹنی کُجھٹی
کتی ہوں اِتا سن تو بختاب پُھٹی
عجب کوچ کٹنی توں ہے بے دھرم
نہ رکھتی بھرم ہور لتی شرم
دغا دینے منگتی ہے کٹنی چھنال
ستی اپنے ست کوں جو رکھنا سنبھال
میں سمجی ، توں تحقیق مکر زناں
بُنڈی بھار کی سوں ہے ملنا تمنا [1]
اپس دائی ہو کر سو کرتی مکر
شکر میں زہر ، ہور زہر میں شکر
منجے مال ہور بخت سوں کام کیا
منجے شاہ کے تخت سوں کام کیا
نہ بھاوے منجے مال ، کسوت چمن
نہ بھاوے منجے وو ، جلو راج دھن
نقل مال کا یاد ہے یک منجے
سنے گی اگر توں کہوں گی تجے
سن یک شہر کے تین یاراں ماے
وو دلدار ہو کر سفر کوں چلے
یکس کے اُپر یک فدا چور تھے
سگے بھای اُن پر بلا دور تھے

---

(۱) مطابق (ج) (د) (ف) ، (الف) تو نا میلنان ـ

یکتک دن کوں یک ٹھار پر آئیے[1]
دو ایتاں سُنے کی اُنوں پائیے

بھمکتیاں پڑیاں تھیاں وو جنگل منے
اوچا کر لئے اس کوں تینوں جنے

ہوے خوش، کہے بانٹ لیناھے راس
چلو جائیں نزدیک یک بائیں پاس[2]

چلے بیگ یک سیم منے آ بیٹھے[3]
اپس میں کے یک یار کوں بول اٹھے

کہے جاؤ تم گاؤں کیرے بھتر
لے کر آو کچ نُقل فرمای کر

چلیا گاؤں دھر یار اُٹ شوق سوں[4]
چلیا دل میں تجویز کر ذوق سوں

یو بھنکار[5] کیوں بانٹ کر لینگے
یو یکس دہات تقسیم کر دینگے

بھلا ھے جو کھانے میں سٹنا زھر
او[6] کہا نیچ میں یار دو جائیں مر

---

(۱) مطابق (ل) (ف)، (الف) یکتک دن کوں یک ٹھار جنگل میں آئے۔ (۲) (ج) (د) گاؤں پاس۔ (۳) (ن) نزیک گاؤں کے باغ میں جا بیٹھے۔ (۴) مطابق (د) (ف)، (الف) اٹھیا یار دھر گاوں کی ذوق سوں۔ (۵) (ی) یو دوا ینٹ۔ (۶) (ی) اُسی سات میں

یو کھانے میں مر جائیں کے دوجنے
ھیں لے کے جائیں کے نوشو بنے
نزاں مال مج ھات میں آئے گا
نہ جانیا، کیا، آپنا پائے گا
ملایا او کھانے میں قاتل زھر
ولے واں ہوا ایک گوجا ہنر
او یاراں جو تھے بہای سے بے نظیر
او تجویز اپس میں کیئے یو فکیر
ھیں تین مل بانٹ لینا سو کیوں
ولے ایک فکر دل میں آتی ھے یوں[1]
گیا ھے جو کھانا پکانے کوں یار
او آتیچ میں پیگ سٹنا ھے مار
کتے ھیں تلک آئیا سامنے
فرنگ کھینچ مارے اُسے دوجنے[2]
لے کھانا لگے کھاونے ذوق سات
چڑیا زھر، ہورجیو گیا ھاتے ھات
۳۱۰ پڑے تین یاراں نہ تھے تیوں موے
عبث مال تے روپ زایاں کیئے[3]

---

(۱) (ج) (ی) یو دوا اینٹ کوں پھوڑ دینا سو کیوں۔ (۲) مطابق (ج) (د) (ف) (ل) (م) (ن)۔ (۳) عبث مال خاطر او نو جیو دیئے

او یاری سو شیطان کا مسال ہے
شرّم کون بڑا جیو کا کال ہے
بندیا بہشت شداد دنیاں منے
بے حد مال خرچیا، چلیا دیکھنے
سٹیا پاؤں دھلیز میں تا پکار
لیا جیو اس کا سو پروردگار
او قارون اسی واسطے غرق ہے
جو ھامان کون غیب کا چرخ ہے (؟)
یو دُنیاں کری نئیں وفای کسے
نہ بھاوے کی یو آشنائی کسے
بھلا ہے جو قائم اچھو اپنی کھاٹ
سلامت اچھو کھو نکڑی ھور تاٹ
مبارک او کوّال مینا اچھو
سلامت ہر یک ٹہار جیتا اچھو
پرای سیج میں جا اپس کون سُلاؤں[1]
سو او سیج مائی میں کیوں نا ملاؤں
دوجے تے بھلا موت آنا منجے
بلا ہے قبر کا بچھانا منجے

---

(۱) مطابق (ی) (ف) (ل)، (الف) ع۔ کہ دُسرے کون میں سیج میانے سُلاوں ۔

۳۲۰ توں دوتی ھو آی ھے شہ پاس تے
تو دیتی ھے فتوا ابس آس تے[۱]
مبادا ترا ھوے باراں کا حال
نکو پڑ یدوانی توں میرے دُنبال
ستی ھندواں کی جلسے ایک دن
ھماری عُمَر ساری جلنا کٹھن[۲]
کہ جیتے ستیاں کی سو ھوں گرد میں
نکو پڑ توں منج آہ کے درد میں
جُکُتی منج پو کڑویاں جو نظراں دھرے[۳]
بلا شک سو اودو زخی ھو مرے
توکل رکھی ھوں میں رحمان پر
وھی دینہارا ھے ست کا اَجَر
کِسے قرب ھے مال ھور جان کا
منجے قرب ھے پاک رحمان کا
مرے سر پہ سایہ ھے سبحان کا
منجے پُشت ھے اپنے ایمان کا

---

(۱) (ب) ع . دیوے عقل یو مال کی آس تے ۔ (۲) (ج) (ل) ع . ھماری عُمَر سر کے جانا کٹھن ۔ (۳) (ب) جکتی منج پو کڑوی نظر او دھرے ۔

جواب دادنِ دوتی ، مینا را

سُنی جیوں او مکر زناں اپنی بات
غصے سوں لگی چُوور نے اپنے ہات
کہی ، بھی سینے کوں جلاتی سو ، کی
بُرا بول کر یوں بَلاتی سو ، کی
بہت بھر کے لی ملك دیکھی ہوں میں
ولے نار تُج سار دیکھی نہ کیں
عجب فند دیکھی ہوں میں تُج منے
یو[1] جھوٹی حکایت یکی کس کنے
ادِك ہے مرا من ہوا ناتواں
لرزتا مرے دُك سوں بھویں آسماں [2]
پُھٹو کُود مرا ترے بالے بال
سزا دیوے اس کا تجے ذوالجلال
دنیاں میں بُرا سو مرا شیر ہے
دعا بد مرا غیب کا تیر ہے *
بلائی تمی میں کُود ، کتی ہوں تُجے
خدا جانتا میں کہوں کیا تُجے
اگر مائی یا باپ اچھتا ترا
بڑا چاؤ اس گھر میں ہوتا مرا

---

(۱) (د) یو جھوٹے حکاناں ۔ (۲) (د) لرزتا ہے میرے دُکھوں آسماں ۔

بڈیاں کا تجے سنگ لگتا برا
ولے نیم ہے مر بُڈیاں کا کھرا
بُڈیاں کی عَقل سوں دُنیا دین ہے
چلیا ہے رواج یو نج عالم منے
تجے میں کتی هوں، تکو کر غصا
نو هوسے دو عالم میں تیرا هنسا
پڑیا تھا سکندر جو ظلمات میں
بُڈیاں کوں کیا یاد اس سات میں
اُن کی عَقل سوں نکل بھاراو
دیکھیا کھول انکھیاں میں سنسار او
بُرے سنگ تے آدمی خوار هوے
بھلے سنگ بیٹھے دنیا دار هوے[1]
دُنیا کی هوس کُچ نه دیکھی هے توں
دنیاں کی لَذّت کُچ نه چاکی هے توں
خدا کے ولیاں، عالماں هور فقیر
اونن کوں بی دنیاں کی آتی فکیر
دنیاں سوں بشر کوں سدا مان هے
دُنیا سوں شَرم، دین، ایمان هے
جُکُئی بد نیت هیں سو هوتے هیں خوار
او نن پر سدا اودِسے کا هے مار

---

(۱) (ج) ع ۔ بھلے سنگ سون آدمی وار هوے۔

ھمارا تو دل کارسازی ہو ہے
ھمارا بہت سرفرازی ہو ہے

ہمیں تو تجھے دینے منگتے ہیں راج
خدا خوار کرتا ، اُسے کیا علاج

او لورك جو اِس ٹھار پر آئے گا
تو سنگات چندا کوں لے دھائے گا

۳۰۰ اگر شاہزادی اِیہاں آئے گی
کرے داس ، یا بھار تج جائے گی[1]

نقل یك کتی ہوں بڑے سُن ، تجھے
بہت روز سوں یاد آیا منجھے[2]

سنی ہوں سپاہی اتھا یك نگر
اتھیاں عورتاں دو اُسے سربسر

رہتی تھی بڑی نار مھاڑی منے
تاے تھی نہنی پیار سوں تو کنے

---

(۱) (ب) ع . گلے ھات دے بھار تج جائے گی ۔ (۲) مرتبہ متن میں سپاھی کی یہ حکایت جو شعر ۳۰۱ سے شروع ھوتی ھے ، مخطوطات (ب) (ج) (د) (ی) (ف) کی ترتیب کے مطابق ھے اور قصہ کے تسلسل کے پیش نظر اس حکایت کو یہیں آنا چاھیے. نسخۂ (الف) میں کاتب نے بھکارن شہزادی کی حکایت کے اختتام پر ، یعنی شعر ۲۸۲ کے بعد ، سپاھی کی حکایت درج کردی ھے ، جو بے ربط ھے .

سو یک دن سپاہی شینے کیا
اجالا ڈُبیا ، ہور اندھارا بھیا

ادھی رات چوری کرے وقت پر
بیٹھیا چور ایک اُس سپاہی کے گھر

سیڑیاں پر دھریا پاؤں چڑنے بدل
بجیاں پاٹراں سب بنیادی سوں ہل

سوتی تھی مہاڑی تلے جو سندر
اٹھی ہڑبڑاتی سنچل دیک کر

کہی ، مرد جاتا ہے سوکن کے پاس
پکڑ پاؤں جا اس کے حکم سراس

پڑی کا جو آواز یو کان میں
پڑیا ، سو چلی دوڑ سیڑی کنے

چلا ہات بالاں کے تئیں پینچ بھر
لگی کھینچنے مرد اپنا کُکر

اُپر سوں کہی ، سُن یو سوکن مری
یتے دن رکھی کیا نظر نئیں بھری[1]

کتے دن پچھیں آج کیتا کرم
اُپر آنے دے ، چھوڑ ری بے شرم

نہی بولتی ، اس نہ چھوڑوں اِتال[2]
اُپر جاے تو پاؤں توڑوں اِتال

---

(۱) (ج) ع . یتے دن رہا تج نظر نئیں بھری ۔ (۲) (ی) (اِل)
ع . تلے سوں کہی اس نہ چھوڑوں اتال ۔

تلیں ہور اُپر سوں لگیاں کھینچنے[1]
آیا چور کا جیو ہوٹاں منے
خدا یکس نہ پاڑے ایسے بند میں
پڑیا چور جوں دوی کی کند میں[2]
دیتیاں چور کو سخت آزار او
ہوا چوری کرنے تے بیزار او
دو ناریاں کا او نر شبینے تے پھر
تلک آئیا پیس اپنے مندھر
دیکھیاں سو گیاں نہاس، بے آب ہو
پڑیا چور وئیں سخت بے تاب ہو
پچھونڈے بندیا لشکری اُستوار
اچالا ہوا، لے چلیا گھر کے بہار
۳۷. پکڑ چور کوں خوب مزبوت کیا
اُسے مار کر رنج بے حد دیا
پھرایا اُسے چور کر شہار میں
لے جایا اُسے شہ کے دربار میں
بیٹھیا شاہ آ منصفی کے بدل[3]
کہیا، چور کوں بیگ کرنا قتل

(۱) (ی) (ل) ع. تلے سوں اُپر سوں لگیاں کھینچنے۔ (۲) مطابق (ب)، (الف) بند میں۔ (۳) (و) ع. کیا منصفی شاہ نے یوں کُبل -

نہ جانیا ولے پادشاہ یو خبر
دو ناریاں یو پُچلا کیاں خوب تر

کَہیا چور، اے شاہ عالم پناہ
یو بخشش کرو آج کا تم گناہ

میں چوری کروں تو ہے سوگند منجے
کرو بہیاؤ کیاں عورتاں دو منجے[1]

بری لت یو کہایا ہوں اے گُن نَدھان
اتا بخت میرے تو ہو مہربان

دونوں عورتاں منج کوں ماریاں کُل
کیاں ہیں بندے بند میرے پَچل

ہنسا ہور بولیا اُسے شہر یار
یو سوگند کیسی تو کہایا گنوار[2]

بزاں سوکناں کا قِصا سب تمام
کَیا کہول کر، سب سُنے خاص و عام

۳۸۰ ہنسا بادشاہ ہور سارے بشر
دیا چور کو چھوڑ، آزاد کر

ہے ایسا بُرا سوکناں کا دو سنگ
سماتا تاسکے میاں میں دو فرنگ

---

(۱) (ب) ع۔ میں چوری کیا سو کہوں کیا تجے
ہویاں بہیاؤ کیاں عورتاں دو منجے

(۲) (ب) ع۔ یو ہے سوکناں کیسے کہنا سنوار۔

کتی ہوں تجھے بات میں ، سُن اِقال
سگی بھان ہے بی ، تو سوکن ہے کال

اگر کس کی جائی پو سوکن جو آی[1]
بھلا ہے او جائی زمیں گھر بسای

اسی فکر میں ، میں ہوی ہوں فنا
نہیں عار آتی تجھے ، کیا کنا

تجھے دیک پُھٹتی ہے میری نظر
جو ہوی زندگانی تری خوار تر

جوانی کوں کی جالتی رات دن
یو کیا دیس جینے کے بھرتی کٹھن

سکایا تجھے کون ایسا فہام
ٹلے پر نہ آسے ، یو ہرگز ہنگام

جواب دادن مینا ، دوتی را

سنی بات مینا ، اٹھی بول کر
انجو دو نَیَن سوں سٹی رول کر

برھا کا جو بادل گرجتا اٹھیا
ادک سانت غم کے برستا چُھٹیا

نَیَن سوں رکت کے رتن یوں پڑے[2]
کہ جیوں شمع سوں لال پھولاں جھڑے

(۱) (د) (ی) (ل) ع . کسی پاك دامن پو سوکن جو آئی ۔
(۲) (ب) (م) ع . نین سوں رکت کے یو انجھواں جھڑے ۔

درونا جلیا هور کهی آه مار
یو کٹنی منجے کرنے منگتی هے خوار
کهی کیا نپاتی هے ناپاك ذات
که پهر پهر دُوراتی هے آپنیچ بات
اول تے جلی هوں جلاتی سو کی
لگا آگ، بهی تیل بهاتی سو کی
پیا بن هے پردیس بهاری منجے
تری بات کا تیر کاری منجے
نه ماں باپ سوں میں کدهیں سُوك پای
نه راجوں مرّد کے، نه کُئی بهان بهای
نه سُسرا، نه کُئی ساس، تایا، چچا
قبیلا، نه کُئی کوت گهر کا بچا
نه همسایه کُئی هے دهرك دینهار
نہیں کوئی یاں باج پروردگار
اوپچ تیج مری موڑ کوں کیڑ کهاے
تو کس دهات سوں پهول پهل بار آے
هوی پت جهڑی برهاتے جهاڑ کی
لگی هو کے بارا تو آساڑ کی
اگر سُور اسماں تے آے گا
اگر چاند آ منج کوں ازماے گا

اگر کُئی مَلِك هوے صاحب جمال
اگر کوئی مقبول هو جگ اُجال

تو لورك سے ایلاڑ هیں سب تمام
او سر تاج میرا، منجے اُس سوں کام

دکھاتی منجے سو کناں کا دو سنگ
تری بات سوں جاے سب نام و ننگ[1]

اگر آوے چندا، کروں پیلا دهم
مبارك مرے پیو پہ لا کھاں حرم

کرے رات دنِ او جو منج سوں لڑای
رکھیے گھر میں یا بھار، اُس کی بڑای

اولیا وے گا لورك جو داسی سنوار
ملازا هے اُس کا سٹوں جیو کوں وار

اگر ایك لیاوے تو کئی لاك سُك
هزاراں سوں لیاوے تو صد لاك سُك

او ویسیا نچ تھیاں عورتاں خوار زار
کیاں تھیاں جو او چور کوں گرفتار

سَبی یك سر یکیانچ هو تیاں نهیں
لکھیا باج کُئی جگ میں پاتیاں نهیں

۴۱۰ حرص آدمی کا تو ناپاك هے
اصیل کوں سدا شرم کا دهاك هے[2]

---

(۱) (د) (ی) ع. مرے پیو سوں کیا منجے نام و ننگ۔
(۲) (ج) ع. اصیلاں کے تئیں شرم اور باك هے۔

ـ ہوں حکایت جو یک نار کی
پتی ورتا ناریاں میں او نار کی
سہاتا اتھا قد سرو کے نمن
پشانی سو جیوں چاند، تارے نَیَن[1]
اتھے ہونٹ جیوں لعل یاقوت بھرے
جھمکتے سو جیوں دانت ہیرے جڑے
مٹھائی زباں میں، مبارک بچن
کری بات جوں پھول جھڑتے رتن
بہت مرد کا اس اُپر پیار تھا
گھڑی یک نہ دیکھے تو غم خوار تھا
سکی چھوڑ جانے نہ ہوے اس کا دل
ولے ایک دن او چلیا یک سبیل
اُسے آشنا یک برادر اتھا
سگے بھای تیوں جیو کا یار اتھا
حوالے کیا اس کوں گھر بار سب
وصیت کیا جو کوں اس دھات تب
بگانا نہ دھر اس کوں، سُن اے سندر
سگے بھای تیوں، توں اسے پیار کر
کہیا، ہور چلیا، لشکری سربسر
کیا سیر کوں ایک مدت سفر

---

(١) مطابق (ب) (د)، (الف) نمن۔

بزان او سکی گن بھری نام دار
کری خدمت اُس یار کا اُستوار
چھبیلی نے کھانا پکا کر کھلای
اپس ھات سوں اُس کے پاواں دُھلای
سو او بے وفا یار، ناپاك ذات
بُرا دل میں لیا کر کھیا اُس سنگات
که اے شہری تیری آدھار کا
دوانا ھوں میں تیرے دیدار کا
سر افراز کر منج، گلا گل سوں لا
اَدھر سوں اَدھر لا کے اَمرت پلا
کیا ھوں مرا جیو تُج پر فدا
چلو سیج میں ذوق پاویں سدا
سُنی سو سکی، موں کوں لا دونوں ھات
انجو نین میں لیا، کہی اے مُجات[1]
تری ھور مرے مرد کی آشنای
ھیں ھور تمیں جیوں سگے بھان بھای
کہی یو سو کس دھات معنا ھوا
مگر دور آخر زمانا ھوا
۴۳۰ نه تھا تج کوں واجب اے جان عزیز
جو ایسی کیا بات توں بے تمیز

---

(۱) ع . (ب) انجو نین سوں بھر سکی او مجات ـ

بزاں ہو کے شرمندا او چُپ رہیا
ولے دل کی کَڑوای اُن نئیں سٹیا[1]
کِتک دیس بسراٹ میں بہا کو بات
کَیا ایک دن، اے سہیلی سہات
توں کیا واسطے سخت دلگیر ہے
ترا غم جِتا سب مرے سِر ہے
مگر بہای او یاد آیا مرا
اُسی نے یو کملائیا مُکھ ترا[2]
چلو یک دکھانا ہوں نادر تَھوا
عجائب تماشا ہے واں کُچ نَوا
جو اس باغ کوں دیکھنے آے گی
کدورت یو دل کی سو سب جاے گی
بہت لئی وضا سوں فریب اس دیا
لِجانے کے تئیں اُس کوں راضی کیا
بہرحال پُھسلا، چلا لے اُنے
لے جایا اُسے ایک جنگل منے
اُتاریا بیاباں منے ایک ٹھار
نَزک جا کے بولیا کہ اے گلعذار
کہیا گر توں مرا کَری تو بھلا
نہیں تو ترا کاٹتا ہوں گلا

---

(۱) (د) ع۔
بزاں چپ رہیا شرمندا ہوے کر ولے دل اتہا اس خیانت اُپر
(۲) مطابق (ج) (د) ۔

سُنی بات او ستونتی نامور
کہی ، بھای اِی بات ہرگز نہ کر[1]
اگر مارنا ہے تو جیو جائے گا
ولے کُچ بُرا بول نا آئے گا
سُنیا سو ہوا سخت، لہؤ کھوئیا[2]
چُھری ہات میں لیے ، سلایک سٹیا[3]
کہیا دھن اگر توں قبولی منجے
تو در حال جیو دان دیوں گا تجے
کہی یوں منجے توں کرے تارے تار
تو رہ جائے گا یک مرا یادگار[4]
دنیا دین میں سو مرا ایک پیو
شرم پر سوں صدقہ ہے دھن، مال، جیو
دیے اِسمعیل سیس کعبے بدل
مری شرم ہے زیبِ کعبہ نچھل[5]
کتی تھی تلک اُس میں قادر قدیر
نظر جو کرم کی کیا دستگیر

---

(۱) مطابق (ب) (ن) - (۲) (و) ع . سُنیا سوچ غصے سوں لہؤ کھوئیا - (۳) (ب) (ن) ع . چُھری ہات میں لے گلے او سٹیا - (٤) مطابق (ب) ، (الف) ع . تو رہ جائے گا جگ مرا آشکارا - (۵) (ی) ع . مری شرم ہے ریب کعبہ نچھل -

عجب کھیل واں ایك رب کا ھوا
بشر قافلہ ایك وھاں دھائیا
دسیا جوں او سوداگری قافلا
گلا کاٹ ناسك، ھوا او پیلا [1]
گیا چھوڑ کر نہاس، اُس نار کوں
او ستونت ناریاں میں اوتار کوں
دیکھیا جیوں تجارے نے غم خوار کوں
نزك آ، پوچھیا حال اُسے پیار سوں [2]
کہی کھول اپنا قصا سب تمام
بڑا مان بولیا اُسے نیك نام
توں بیٹی مرے نین کی روشنی
کروں میں تجے پیار چل اے نہنی [3]
نہ بیٹا نہ بیٹی منجے نئیں سگے
بہت پیار سوں میں رکھوں گا تجے
دعا دے کے بولیا کہ اللہ غنی
تُجے ھی مددگار صاحب دھنی
منگا پالکی بیسلا اُس بہتر
چلیا اسے کے اُس ٹھارتے سر بسر

---

(١) (د) (ف) (و) هوا وائیلا ۔ (٢) (ب) (م) ع. نزك آ كو پوچھیا اسے پیار سوں ۔ (٣) (د) چل برھنی ۔

تجارا چلیا لے کے دن ہور رات[1]
دیا بیٹی کر اپنی عورت کے ھات
ترق ھوا وقت اس نار کا
ھوا واں سے کچ کھیل کرتار کا
٤٦٠ تجارا اول تے انہا بانجھ سار
ھوا ایك فرزند اسے خوب دیدار
جو اس بانج نے پوت یو پائیا
سہیلی کا احسان بجا لائیا
اُسی جای کے گود میں بہائیا
کہیا میں ترے کرم تے پائیا
کری پرورش اس کی دل جان سوں
ھوا یك ستم اس پہ اسمان سوں
غلام ایك اتھا اس کوں فرزند کے سار
بُھلیا دیك اس غمزدی کا دیدار
یکبیاے بُلا اس کہیا ، اے موھن
لگیا ھے ترے سات میرا یو من
رھتے ایك کھر میں ھمیں ھور تمیں
بڑے راحتاں سوں ترا جیو مگیں
سنی سو کہی ، بھای چاتر سُجان
مجھے جان یوں کر سکی تیری بہان[2]

---

(۱) (م) ع . تجارا گیا ایك دن ھور رات - (۲) (و) ع . سگی بہان تیری سمجھ کر پچھان -

ھمیں بھای بھانسا میں کیا بانپ ھے
بڑا بھای سو توں مرا بساپ ھے
کھیا ، توں اگر نا قبولی منجے
بَلا لاؤں گا ناگہاں یك تجے [1]
۴۷۰ وھی ھٹ پکڑ دل منے نابکار
ادھی رات کوں جا کے سوتی کے ٹھار
بچے کوں لے او نار ، اپن ٹھان میں
سوتی تھی لے اپنے گریبان میں
موذی ، بدبخت وقت سبادیا اتھا
ادھی رات کوں بَل او پایا اتھا
او ناپاك دند آپنا سار کر [2]
سٹیا پیٹ تھنواد کا پھاڑ کر
رگت اس بچاری کے ھاتھاں کو لا
نہیں جانتا تیونچ کیتا کلا [3]
چندا جوھری لے کے تارے رتن
کیا جا کے مغرب کے گھر میں وطن

---

(۱) (ب) میں اس شعر کے بعد یه اشعار ملتے ھیں :
بزاں سُور اپ دیس کا چڑ ترنگ او مغرب کے دریا میں نھاٹیا نسنگ
که مشرق شہر تے او چندا نکل چڑیا چاند لے سات تارے سکل
(۲) (ج) (ی) ع . او ناپاك ، دندکار ، مردار خر ـ (۳) مطابق (د) ، (الف) ع . نجانے نمن تیونچ کیتا کلا ـ

او مشرق شہر تے کرن تارکر
نکل آئیا سُور زر تار کر

اٹھی جاگ کر جب تجارے کی نار
دیکھی حال بالك ھوا خوار زار

کہی کاں نے لیا یا ھے ڈاین بُلا
جگر گوشہ میرا یو کھائی بَلا

تجارا سُنیا دوڑ کر آئیا
او چا اس سہیلی کون بِسلائیا

کَیا، یونہ ھوسے جلے نہاگ سون
ستم اِس اُپر کرنہ تون آگ سون*

مہرباں ھو اس بچاری اُپر
خَرچ باٹ دے اس کون بہایا پہر

چلی او سسکی آہ وئیں مارتے
گلی سر تے بس لگ اس آزار تے

کہی یا الہی یو کیا ھے غضب
گنہ کیا ھے میرا، یو کیا ھے سبب

چلی سوز، میں آگ جلتی بھی
انکھیاں گل ریزاں سات انجواں سٹی*

دیکھی نا گہاں ایك جنگل منے
بلاتے تھے یك چور کون مارنے

کہی کاں لیجاتے ہیں اے بھای یار
اگر چھوڑ دینگے تو ڈبوں ہوں ہزار
او سندر سکھی دے کے بیکے چُھڑای
دے جیو دان اسے بند میں تے چُھڑای
سخاوت یو کرتے چلی اپنے باٹ
ابھلاں بھی غم کے لگے[1] چھانے داٹ
رکت صاف سوں دو تین یوں بھرے
اُبلتے تھے جیوں آب جم کے جھرے
بزاں چور نے آ ہوا ہم کلام
کیا، توں دھنی، میں ہوں تیرا غلام
بڑا لاج ہے چھوڑ جانا تُجے
چھوڑای دے جیو دان بخشش منجے
میں قرباں تیرے قدم کے اُپر
سکی تیرے سر پر خدا کی نظر
اِتا یو قدم چھوڑ نا جاؤں گا
بندا تیرے گھر کا ہو میں آؤں گا
کہی، آ تو اے بھائی میرے سنگات
خدا تج چُھڑایا ہے[2]، بندے کے ہات

---

(۱) (د) انکے چھاے داٹ۔ (۲) (د) نہ بندے کی بات۔

بھاتا ہے او آپ پروردگار
ستر مادراں نے اُسے لاک پیار
سکی او چلی باٹ دِن تین چار
کبھی جا کے بستی اُنے[1] ایک ٹھار
سکندر نمن سُور اس سات میں
ڈوبیا جا کے مغرب کے ظلمات میں
آدھی رات کوں چور اُٹھ اپنے ٹھار
اوچا اس سکی کوں، کیا نا پکار
مرد نا تجے، ہور نہ عورت منجے
عبث عمر کھوتی، کہوں کیا تجے
کھی توں میرے پیٹ کا ہے بسر
دھرے کیوں نظر پوت، مادر اُپر
یو حسن لؤ تپیا ہے رگ رگ مرا[2]
چھڑای سو دیتا نتیجہ مرا
جگئی چور شیطاں سوں کیتا ہے سنگ
او اکثر کرے بے وفائی کُڈھنگ
نپٹ رُوخ دیک چور کا او گلی
چوکا آنک، اُٹ یک طرف سوں چلی
جدا چور سوں ہو گئی او نداں
سوتی جا کے خالی اتھا یک دُکاں

(۲) (ف) کنے ـ (۲) مطابق (د) (ل) (م) ـ

او ظلمات جا دیس آیا نکل
دورائی[1] پھرا سور نکلیا توَل

اُٹھیا چور، ڈھنڈتا چلیا حور او
چل آیا او، بیٹھی تھی جاں سور او

دیکھو او کیا کیسی بازی گری
پکڑ ہات بولیا یو باندی مری

لے جا یک تجارے کے تئیں بیچ کر
گیا واں تے او نحس نا چیز خر

نہ سمجیا اُنے چور ناپاک ذات
کدھن جیو اُپر آی تھی سو او بات

ہوا خوش وو تجار، دل میں کہیا
رتن آج پایا ہوں میں بے بہا

بزان او سکی سخت دلگیر ہو
سٹی دل تے سب اپنی تدبیر دھو

کہی، میں خریدی ہوی اُس کی آج
اِتا شرم رکھنا ہوا لا علاج

بزاں سور غوّاص باندیا کر
ڈوبیا جا کے مغرب کے دریا بھتر

---

(۱) (ی) دوھائی ۔

بچارا چندر رین کا جہاز چڑ [1]
ستارے سوں گوہر چلیا اُس میں بھر
بزاں سوداگر شوق میں آئیا
محبت کے بھر ذوق میں آئیا
بلا اُس سہیلی کوں بولا او نیک
مُنکھیاں مار چك نیند آوے ٹُکیک
اٹھی ناؤں لے کر الله کا سکی
برا نامَرد ہے کُکَر او شکی
ہلوں چُپ کنے آ کے بیٹھی سکی
توکل سو اپنا خدا پر رکھی
سٹی پاؤں پر ہات جب آہ مار
لیا جیو اُس کا سو پروردگار
٥٢٠ بَلا ناگہاں اس پو نازل ہوا
قضا غیب سوں آ مقابل ہوا
مُوا او بچارا، ہوا اس کا کام
مُوے خلق بھی جہاز میں کے تمام
رَین کا چندا جب چُھپیا ایك ٹھار
اٹھیا صبح کا وئیں سو مرغا پکار
ہوا دیس دیکھی موے ہیں تمام
دیا بخت اس نار کوں تب آرام

---

(۱) (ی) ع . او تاجر چندر رین کا دھر چھتر ـ

موے تھے او سارے سو پانی میں ڈال[1]
چلی چھوڑ کر جہاز ، لے سارا مال
بھی کسوت او مردانگی کا کری
مونڈا سا بندی ایک سوداگری
کر بند ، شمشیر لے ہات میں
اتھا شہر نزدیک اس ٹھار میں
یلائی کتے خلق اس ٹھار جا
بندی محل ہور ایک اونچا چھجا
لگی رہنے اس ٹھار او استری
لگای دوکان ایک سوداگری
ہوا نین میں اس کے عظمت پناہ[2]
دیکھے درد منداں تو پاوے شفا[3]
۵۳۰ ہوا آنک[4] اس کا جو لقمان دھات
بھریا چشم جوں خضر آب حیات
ہوا غلبلا ملک میں نار کا
بہت خلق آنے لگیا شہار کا

---

(۱) مطابق (د) (ل) (ن) ۔ (۲) (الف) کے سوا باقی سارے نسخوں میں ”پناہ“ کی بجائے ”وفا“ ملتا ہے ۔ (۳) (ب) (م) ع ۔ دیکھے درد منداں کوں تو ہووے شفا ۔ (٤) (ن) ھانك ۔

کتک دن پچھیں لشکری نام دار
اسی شہر پر نے چلیا اپنے ٹھار

دیکھیا یار اپنا جو تھا ناپکار
ہوا کوڑ میں انگ سب استوار

پوچھیا لشکری، کیا ترا حال یار
کہاں ہے مری بھاگ ونتی او نار

کہیا اے سُجاتی وفادار نیک
نکل گئی تری دھن مرا حال دیک

سُنیا ہور کہیا، اے مرے جیو کے یار
بھلا ہے جو گئی، بے وفا[1] تھی او نار

ولے ایک حکمت ہے یک شہار میں
رہتا ہے تجارا ایک اس ٹھار میں

عجب نین میں اس کرامت دسے
ہوے برطرف درد دیکھے جسے

تجے میں لے جاتا ہوں، چل اس کنے
کہیا ہور ڈولا کیا راس اُنے

چلیا لے اسی کیچ نگری رُخن
اسی باٹ میں چور، او بد لکھن

پڑیا ہے اُنے کوڑ میں پائمال
ہوا ہے نپٹ بدتر اس کا حوال

---

(۱) (ب) بے وفادار نار۔

چلیا لے اُسے بی ثواباں بدل
کیا جا اسی ٹھار بستی اول
رکھیا تھا جہاں نار کوں سوداگر
او بیٹی گُھکّر آپنے گھر میں بہتر
بندا اُس کا بی کوز میں چُور ہے
سڑا تن گُھکّر گھر میں سوں دُور ہے
اُسے بی چلیا لے کو ڈولی میں دَھر
کیا تین ڈولیاں، چلیا سر بسر
اُسی سوداگر کے محل کے تَلَھار
خبر جا کیے، تین ڈولیاں اُتار
سُنی سو منگای او ڈولیاں چھپاں
بندا ایک پردا اپن درمیان
نزاں لشکری جا کے تسلیم کیا
اول یار کی لیا کے ڈولی دھریا
کہی اُس کوں سچ بول اے بد شکال
یو کیا واسطے تن ہوا پائمال
اگر بولتا ہے تو سب جائے گا[1]
وگر نئیں تو تج بھی بلا آئے گا
سُنیا بات سو یوں، ہوا لا علاج
کہیا، اے سلکّھن، میرے سر کے تاج

---

(۱) (ب) ع۔ تو تحقیق بولیا تو کُدک جائے گا۔

کرم کر جو لیایا ہے مُنج تیرے دھیر
اتھی نار اُس ایک روشن ضمیر

نظر میں دھریا اُس پو، راضی نہ دیک
لجایا اُسے میں سو جنگل میں ایک

اُسے بے گناہ کاٹتا تھا گلا
بُرا دل میں لیایا سو مُنج یو بَلا

کہی، بے وفائی کیا. کیا سبب
شُکر کر کے کوڑی، بنچایا ہے رب

تَسی بعد ازاں کاڑ پردا اَپن
دکھای سو تب کھول روشن نَیَن[1]

اتھا درد اُس کا جو ظلمات کا
دیکھت صبح صادق ہوا رات کا

نَراں دُسرے بندے کی ڈولی دھرے
لگی پُوچھنے اُس کوں، موذی ارے

یو کیا واسطے تن ہوا چُور چُور
جو سچ بول، تُج تن ہوے درد دُور

کہیا یوں، مرا تھا جو تاج سَری
کیا تھا او کرنے کوں سوداگری

(۱) (د) ع . دیکھی سُور تب کھول روشن نَیَن ـ

لے آیا تھا جنگل ستے ایک نار
دھریا تھا اُسے اپنی بیٹی کے سار
کیا ظلم اُس پر، دکھیا بد نظر
سو اس تے میں پایا ہوں بھاری ضرر
نزاں پردے اوپر سوں جھانکیا او شور
ہوا تن سوں اس کا سفیدی سوں دُور
نزاں چور کوں بی پوچھی اس وضا
یو کیا واسطے تُج ہوا ہے سزا
کھیا، میں کہوں کیا مرے حال کوں
ہزاراں سوں رحمت ہے اُس نار کوں
کُتَبل لھار پر مارتے تھے مُنجے
چھڑای بجد ہو، کہوں کیا تُجے[1]
سو اس پر دھریا بے ایمانی نظر
سُنی نئیں، سو پَیکے کیا، بیچ کر
اسی واسطے یو کھڑیا ہے یو غم
عجب ہے جو گھٹ[2] میں رھیا ہے یو دَم
کہی اے نحس، او لکھن، نا پکار
عجب کیا ترا حال ہوے اس تے خوار

(۱) (ب) ع۔ چھڑای بجد ہو کے جیودان دے۔(۲) (ج) (ل) (ن) دھڑ۔

چنـدر سار کا بعد ازاں مکھ دکھای
ہوا تن سب اس کا نچھل روشنای[1]

بزاں اپنی کسوت زنانی کری
ہوس لشکری کی طلب کا دھری

کہی، زن تری، توں مرا مرد ہے
جو کچ یو کہے سو مرا درد ہے

بڑی بےوفا دنیا ناپاك ہے
ہمیں تو ہمن ٹھار پر پاك ہے

عجب کچ اتھا پاك تیرا نیت
رہیا ہے مرا آج لگ کا یو تت

سُنیا سو ہوا شرمندا استوار
کہیا یو مری ہے وفادار نار

پڑیا پاؤں جا کے اوتار کے
رکھیا جھاڑ کر کوشاں اُس نار کے

بزاں تین کوڑیاں کوں آزاد کر
رہے مل کے یك ٹھار او نار نر

جو کئی جس یو جیسی نظر لیاے گا
مشہور ہے او اپنا کیا پاے گا

---

(۱) (ج) ع ۔ ہوا تن پھر اس کا سگل روشنای ۔

ثمرو او دو رنگی ، جو موں میں شکر
چھپا دل میں کڑوای کرتی مکرؔ
جسے جو ملا نے کوں آتا کریم
تو اس دھات سوں لا ملاتا رحیم[1]
میں اس نے مناجات کرتی ہوں آج
ملے گا او لورک مرا رای راج ۔
توں جا ینگ یاں سوں اے ڈاین کھاٹ
نکو[2] ہو دوانی ، پکڑ اپنی باٹ
جو دستے ہیں تارے سماوات میں
نہ آسیں او بج داس کے ہات میں

اس داستاں حقیقت گفتن دوتی خود پادشاہ را

سنی بات ایسی جو کٹنی چھنال
چنی ہات سوں توڑ لے سر کے بال
چھے مہینے ہو کئے اس کی تکرار میں[3]
کھڑی جا شہنشاہ کے دربار میں
کری شاہ کوں تسلیم ، پھر آے کر
کہی ، اے گنی بادشاہ بختور

(۱) (ب) ع. تو اس دھات آسان کرتا مہیم ۔ (۲) (ج) نکو پڑ توں منج سنگ ، (د) نکو پڑ کنبالی ۔ (۳) مطابق (ج) (ی) ، (الف) (د) ع. چھے مہینے پچھیں گئی اودربار میں ۔

پو چھیا شاہ دوتی کوں، کی آی توں
مُنج اسمان کا چاند تئیں لیای توں
مرے دل کی راحت کوں تئیں لیای ہے
رتن جوت کوں چوک یہاں آی ہے ٭
کبھی خسروانی کہوں کہا تجے
عجب نار او نار دستی منجے
۵۹۰ میں اتھی سمجی کئی کڈھنگی ہے آج
وو دستی ہے پاتال کی رای راج
چھے مہینے جُھٹے اس سوں یوں آس کر
سینا سو بجر ہور الماس کر
کُبل کوٹ ست کا بندی شہری
صبر کا حشم لیا کو اُس میں بہری
رَچی تَٹ پو ہمت کی بھانڈی تمام
بھری غم کی دارو و گولی تمام
جلالی خندق کھود کر آس پاس
دھری تٹ پو جذبے کو انداز راس (؟)
قہر کا تحولدار اُس ٹھار تھا
عَقَل کوتوال ہو، خبر دار تھا[1]
تحوٹی کا قاضی بہتر ہو کھڑا
کری ہے زباں کوں تعدل کا کڑا

(۱) (ب) ع. ہو کوتوال ابرو خبردار تھا۔

بزاں میں برھما کا جو لشکر منگای
او کونٹاں کوں ھمت کے ھاتی تلای[1]

فکر کے او بھڑ کل دوارے کے تئیں
لکے نٹیں او کونٹال کُنجر کٹھیں *

خبر پا شرم شاہ پر دھاں عقل
او پٹ برھا لشکر کوں ماریا کُھندل

غُصے کے او شاطر ھو کر چلیا
بزاں مکر سب مُنج دوتی کا تلیا

کھیا شہ دوتی کوں، بھی یکبار جا
سنگات میں بی آتا ھوں، بھی آزما[2]

بھی یکبار جالے توں ھمت کی لاگ
لگا دل کے لنکھا کوں برھا کی آگ

بزاں سور اپ دیس کا چڑ تُرنگ
او مغرب کے دریا پو آیا نسنگ

ادھی رات کوں او شہنشاہ سجات
چلیا گھر کوں مینا کے دوتی سنگات

چھپیا جا کے کونے میں او ایک ٹھار
بہتر کئی دوتی، رؤوتی آہ مار

کھی، میں کروں کیا فلک بھان کوں
پریشان کیتا منج پریشان کوں

---

(۱) مطابق (ن) ـ (۲) (ب) ع ۔ سنگا نیج منج کوں بی تیرے بلا ـ

گئی بہار چُھپ، میں تو ناچیز ہو
اُٹھیا دُود کا جھل رنگ آمیز ہو

کہیا جیو یکیلی کوں یوں چھوڑ توں
کی جاتی ہے مُکھ آپنا موڑ توں

بَچی کے غُصے کا کی لگتا بُرا
نہ جانا جو مارے او کوشاں پھرا

رہیا نئیں مرا جیو تو پھر آئی میں
جنم پر مرے آج پشتای میں،

تَھکی ہوی سکی، دیک یو غُلبلا
کہ پھر آئی یو آسمانی بَلا

کہی، توں مرے جیو کوں تو بھاے گی
کنتھا تیرا پھر توں جو مالیاے گی،

جواب دادن دوتی، مینارا

کہی "اے سکی، گُن بھری نام دار
اچھو ناؤں جگ میں توا بر قرار

نہ تھا کُچ غرض بولنے کا منجے
ولے اس بدل بولتی ہوں تُجے

کُڈھنگی انھی شہر میں یک ستی
دیا بھیج اُس پاس یک نر دوتی

اُنے بی جُھٹے اُس سوں کی لک بچار
نہ ہوی بات میں او بی اُس کے قرار
ہوا بیاپ ہنگام سوں جب ٹلی *
بزاں یاد کر مرد اپنا چلی
چھجے کے اُپر مرد اُس کا یَنکات[1]
او بیٹھیا تھا لے یک سہیلی سنگات
چھجے پاس جا کر اگای نظر
او مشغول تھا پھر نہ دیکھیا اِدھر
خجل ہو پھری واں تے دل میں انکڑ
بُلای او دوتی کوں ہت پاؤں پڑ
کہی جا کے لیا توں کتی تھی جسے
قبولوں کی میں جو دیکھوں کی اُسے
گئی بیگ دوتی نے اُس مرد پاس
کیا تھا جنے اُس سہیلی کی آس
دیئی جا کے در حال اُس کوں خبر
قبول تجھے اے سہیلی سندر
کہیا جان پھر کر دوتی کوں بی یوں
اول نئیں قبول اتا کیا کروں

---

(١) (ج) ع . نجھا دیکھتی مرد اپنا یکات ـ

کَہیا، کام اب کیا او آنی ہے بس
ٹلا اُس کے ہنگام کا رنگ رس[1]
ہوے پھول باسی تو کُئی سر نہ بھاے
سو کے تاڑ پھل نا کِسے کام آئے
کھاوے کہاں تازا تو دستا ہے بھوك
او باسی ہوے پر کرے تن کون روك
جو کُچ ہے سو تازا وو دستا ہے خاص
او باسی ہوے پر کرے کھوڑ پوراس
کَہیا یوں اُنے سو ہوئی نا اُمید
میں اس تے کتی ہوں تجے سو یو بھید
۶۳۰ تو کیا یوں چھرالی ہو کرتی غُصَا
کیتی آج توں دشمناں کا ہنسا
سُنی بات مینا، کہی ممن اے مای
تو سچ مان میری سُلکّھن سودائی
کُڈھنگی سَتی او تہی بد خصاتی
بُرے کام میں جی ایس کا رکھی[2]
جو کُئی ہٹ کرے ساماں کے سنگات
کہو، کیوں زمانا اُسے دیوے ہات

---

(۱) یہ شعر صرف (ج) (د) (ی) میں ملتا ہے۔ (۲) مطابق (ج)۔

نہ چل ہے یوھٹ اُس پیارے انگے
کہو ، کون دنیا میں اس تے سگے
یو اس تے گوای ستیاں میں کُڈھنگ
کیتی اپنے پیوسوں ، اُنے نام ننگ
ہمیں لو ستیاں ہیں نصوحا نظر
کیا تھا جو او ایک ناری اُپر [1]
او ناری شہر میں ستی نیک تھی
اپس پیو پہ ہر دم فدا جیو تھی
اُسی دھات اُس کا کیا تھا سو پیو
رھیا تھا اُسے آ کو ھونٹاں میں جیو
نصوحا نے دوتی کوں دکھلا کے آس
دیا بھیج لانے کوں اُس نار پاس
دیکھی نار ، نا بات کس سوں کری
اُبلتی اتھی نین انجھواں جھری
پھری دیک دوتی نصوحا کے دھیر
کہی آکے اے بادشاہ بے نظیر
تجہیں ، دن اُجالا ھوا اُس پو شام
روے باج دیگر نہ دستا ہے کام

(۱) مطابق (د) ، (الف) ع . کیا تھا جو یک طلب داری اپر (؟) ـ

موکی ہو، اشارت سوں کرتی ہے بات
کہو کیا چلے بے خبر کے سنگات
نہیں عشق، نا عقل کا اُس میں گیان [1]
نہ کھانا نہ پینا نہ کس کا ہے دھیان
کَہیا، ظلم سوں لیا اُسے بیگ تر
نہیں تو کردوں تُج کوں ٹُکڑے، مگر
بھری واں تے دوتی او کرنے ہلاک (؟)
نکل تن سوں اُس کے گیا روح پاک
رکھے شرم جس کا سو او ذو الجلال
سکے ظلم کرنے کوں کس کا مجال
بزاں آکے دوتی کہی اُس کے پاس
مُوی او سکی، تون کیا جس کی آس
صندل ست کے لکڑیاں کا اوٹھا ڈھگار [2]
لگای اُسے غم کی تازی انگار
650. کَہتی رُخصتی کا پِروتی چڑی
دیے کے اُپر جا پتنگ ہو پڑی
سُنیا سو نصوحا او غُصے میں آ
تُرت اُس گھڑی اُس کا مُردا منگا

---

(۱) (ب) ع . کہ نا عشق نا عقل نا اُس میں گیان ۔ (۲) (ف) ع . صندل سنگ او تن لکڑیاں کا ڈھنگار ۔ (۳) (ج) (ی) ع . رکھی نٹیں دوجے کو لیایک گھڑی ۔

فصاحت سوں کرنے منگیا عیش یوں
ہوا ایك آواز واں غیب سوں
اے ناپاك کرتا ہے کی آ کے سنگ
کہ جلنے کو منگتا ہے اُس پر پتنگ
سُنیا سو او لرزیا و توبت کیا
اَمَر دل منے لیا فراست دھریا
کُڈھکی کی نا بول ھمنا کوں بات
ھمن میں وھی ستونتیاں کا ہے دھات [۱]
سُنی بات دوتی ، کھی سُن پری
یو ست ہر کسی پر خرابی کری
کرے جیو اُپر گھات ، یا تن کو زیاں [۲]
دُنیا میں نہ رکھنا جوانی کوں راں
پیا بن سو کیوں سیج بھانی تجے
یکیلی کوں کیوں نیند آتی تجے
نہ رکھنا ہے دو دِن کی دنیا میں لاج
صُبا کرنے کا کام کرنا ہے آج
کھی سُن کے مینا توں کرتی ہے جہات
تو سچ کھول کر بول تیری تو بات

---

(۱) (م) ع . ھمن پر سدا ستونتیاں کا ہے ھات ـ (۲) مطابق (ب) (د) (م) ـ

کری تھی یکتے مرد نوں آج لگ
جو مُج کوں کرو کر پڑی ہے بلگ

سُنی بات دوتی، کیتی کُچ نہ لاج
بَرے یوں بیتی، یو نبولے گی آج

کہ نھن پن میں دو چار، مُجانی[1] میں دس
بُـڈی ہوی اِتـا یـاد[2] آتـا ہوس

سُنی بـات اس کی، سکی مُسکٹی[3]
مِٹھے دو لَبَد کھول یوں بول اٹھی

اگر دود میـں بی پی اَچھتی ترا
تو ھر کیوں تو بی جیو پھرتا مرا

منجے ماں بنیر دُود تیرا حرام
پی اچھتی تو کرتی حرامیں کے کام

کہ ماں باپ پر فرض ہے چار بات
جو فرزند کے حق میں کرنا جہات[4]

اول نیـک کا دُود اس کوں پلائیں
دوجا، دیك اشراف کے سنگ لائیں

ہے تسرا، پـکانـا اُسے حق کی بات
بھی چوتھا، اُچانا ادب کے سنگات

---

(۱) (د) بَڑ پن میں دس۔ (۲) (ب) (ن) پھر کو آتا ہوس۔
(۳) (ج) (ی) ع. سُنی بـات ست کی ستی مُسکٹی۔
(٤) (ب) ع. جو بیٹیاں کے حق میں سو کرنا جہات۔

٦٧٠ اگر نئیں تو اُس کے طرف تے اُنے
نضیحت هووے دین دنیا منے
پرانے مَرَد پر جو کرتی نظر
اُسی کام تے جاے دوزخ بهتر
دنیا میں بُرا نئیں هے کُچ اِس تے کام
جو کُئی هے حرامی سو کرتی حرام
مری ماں یو سب جانتی تهی تمام
پلائی نهیں دُود تیرا حرام
توں لخشا هے تُج کوں نهیں لاج یاد
جو دیکهی هے توں دس جنیاں کا سواد
وفادار هے سو وهی نار هے
وفا نئیں تو پیو اُس تے بیزار هے[1]
مرے ست کے دریا کا لورك غوّاص
نه لے سے کُئی اُس باج موتیاں کی راس
پرت کا مرے دهن پو بیٹهیا هے ناگ[2]
سکے کون لینے کوں، تن میں هے آگ[3]
مرے سانس کوں جان جیپال سار*
جلاؤں تجے هور ترا سب[4] شهار

---

(۱) (ج) (د) ع ۔ اُسی نار پر پیو کا پیار هے ۔ (۲) (د) (ی) کال ۔ (۳) (د) (ی) ع ۔ سکے کون لینے کوں کس کی مجال ۔ (٤) (د) (ن) شهریار ۔

کرے قرب جس کا ہے تُج پر کرم
کروں آہ تو ہووے بادشاہی بھسم

کہی پھر کو، اے دوزخی نار توں
جنم اس عمل میں گرفتار توں

خدا تُج سے راضی، نہ راضی رسول
جیتے جیو دوزخ کری توں قبول

دوتی سُن، شَرَم تے اَپس میں گلی
بزاں ہو کے شرمندی پھر وئیں چلی

سُنی بات دوتی، چلی ہار مان
اَچنبا ہوا سُن کے باتاں دیوان

دیکھیا شاہ تدبیر چلتا نہیں
چُھپے لہارتے او نِکل بہار وئیں

دونو ہات تے شاہ تسلیم کر
کَیا، توں مری ماں، ترا ہوں پسر

کَیا، اے سکی میں ہوں فرزند ترا
بَخش توں جو کُچ ہے سو تقصِیر مرا

نِکل واں تے او شاہ آ تخت پر
لکھیا سات تولاں کا فرمان کر

دیا ہات قاصد کے جلدی چلا
لکھیا ہور لورِک کوں بھیجا بُلا

چلیا دھونڈتا قاصدی اُس کے تئیں
سو پایا اُسے یک شہر میں کہیں
لکھیا او دیا شہا کا اُس کے ھات
دیکھیا سوچ لورک چایا اُس کے سات
لورک ہور چندا دونو مِل چلے
او منزل بہ منزل ولے در ولے
کِتک دیس بعد از کوں آئے وھاں
خبر سُن کے مینا ہوی شادماں
جب آیا او لورک اپس شاہ کن
کُھلے جیوں کہ ساری دلاں کے چمن
تزاں شاہ اپس گھر کوں مینا کے جا
پھریا واں تے اُس نار تر کوں مِلا
کیا اپنی بیٹی کوں اُن سنگسار
مُنڈا سیس دوتی کوں بہایا بہار
گدھے پر اُسے سار کر شہار میں
پھرایا ہر یک ٹھار بازار میں
عجب کھیل ہے ایسے کرتار کے[1]
کُھلے پھول مینا کے آدھار کے

---

(۱) مطابق (ب)۔

پڑیا آس مینا کی او ذوالجلال
دیکھت سَت، مِلا کر اوکیتا نہال[1]
وہی سَت دیا ہور زحمت دیا
مشقت دیا ہور راحت دیا
۷۰۰ کیا نظم قصے کا نابات کھول
دیکھو چُوک یاراں تو را کھو نہ بول[2]
بَرے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کَیا ہوں یو نادانگی سوں تمام
غواصی کیسے ہوکرنا نظر[3]
دعا حق سوں منگنا مرے حق اُپر
ہوا نظم یو ناؤں سوں سب تمام[4]
بحق محمد علیہ السلام

---

(۱) (ب) ع۔ رکھیا ست جتن کر، کیا اُس نہال۔ (۲) (ی) (ف) ع۔ سُنو خوب یاراں نزاکت کے بول۔ (۳) (ب) ع۔ غواصی ہوکرنا کرم کی نظر۔ (۴) (ب) ع۔ ہزاراں دروداں، ہزاراں سلام۔

ضمیمہ

ذیل میں مخطوطات (ب) اور (ن) کے وہ زاید اشعار درج ہیں، جن میں سے بیشتر کا تعلق پیر کے کردار سے ہے؛ اور جن کے متعلق راقم نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ الحاق ہیں، اور کسی فروتر ذہن کی پیداوار ہیں۔ ان میں سے متعدد حصے ایسے ہیں جنہیں متن میں شامل رکھا جائے تو یہ قصے کی دوسری تفصیلات سے بھی متصادم ہوتے ہیں۔

مرتبہ متن کے شعر ۱۲۲ کے بعد یہ اشعار ملتے ہیں:

اپس پیر کے تئیں سو کھر کوں بلا
قدم پر بلا دور ھو کر بلا

کہی یوں تو لورك نے کیتا ہے کرم
اتا کمج سمالے تو ھوتا ھے کام

بلا دور قدماں پوتے جیو مرا
میں پکڑی ھوں سب پیر کا آسرا

نکو ڈر کہے پیر اللہ ھے دیك
دعا میں کروں گا ترے حق میں نیك

ولیکن توں اپنی شرم کوں سنبھال
بغیر پیر کئیں بی نہ دوڑا خیال

خدا تج سو راضی اچھے گا مدام
بحق محمد علیہ السلام

اپس پیر سوں راز کی بات کر
رہی او اپس کے سو گھر کی بہتر

وِدا ہو چلے پیر مینا ستی
کتک وقت بعد از کوں آئی دوتی

شعر ۲۱۲ کے بعد:

او لورک کیا تو بلا گئی مری
میں قدماں اُپر پیر کے من دھری

منجے پیر میرے اتاریں کے پار
وہی منج رکھے دو جہاں میں ہشیار

ولیکن مَرد کوں دیا تھا خدا
ہمارے تے ہونا نہ تھا او جدا

شعر ۲۵۳ کے بعد:

مجے مرد کا کچھ نہیں ہے گماں
مرا پیر ہادی سوں ہے جیو ایماں

بلا دور اپس پیر پرتے جو میں
رکھنہار ہے شرم ابرو کے تئیں

عقل ہور حیا آبرو شرم کا
نگہبان ہادی ہے ہر وقت کا
ہے مشہور یو بات پر من دھروں
شرم آبرو چھوڑ میں کیا کروں
کتے ہیں اول ہور آخر کے لوگ
ھنڈی ایک لیویں تو دیکھیں کے ٹھوک
لورک میرے میں کچھ نہ دستا خلاف
جہاں کی سہیلیاں میں ہے او صراف
یو مینا سوں دوتی سُنی جب بچار
لگی پھر کو رونے وہیں زار زار
کہی سُن یو نادان صاحب جمال
کہاں کے فقیراں کا رکھتی خیال
یو پیراں فقیراں خدا کے ولی
انو کو کھلانا پلانا بھلی
انو کو جو کچھ خیر دینا مدام
دعا ان کی لینا ہے ہر صبح و شام
کہ یو کچھ کھلانے پلانے کے نئیں
کہ یو کچھ پنانے اُڑانے کے نئیں
یو مینا ستی سُن کو یوں لھؤ کھوئی
اپس میں اپے آپ جل کر اٹھی

اری سُن تو ناچیز گندی کُڈھنگ
کرے پل میں نا بود.. ننگ

محمد نے جس کوں سو عزت دیے
دنیا دین کا اوج لذت لیے

دنیا دین هیں ان کے باندی غلام
نہ دھرتے انوں دین دنیا سوں کام

همیشہ رکھے عشق ربّی ستے
او ربّی ستے هور مربّی ستے

مربّی کوں معبود کر جان توں
مربی کوں معشوق کر مان توں

انوں حق میں حق هو کو رهتے هیں
همن سار کے پار اتارے اهیں

بے ایمان بد بخت ناپاك هے
خدا کی لعانت سدا تج کوں هے

شعر ۲٦۱ کے بعد:

ترا یار تج سوں وفادار نئیں
وفادار نئیں هور غم خوار نئیں

دیا چھوڑ لورك نے تج ناؤں کوں
ترے ناؤں کوں هور ترے ٹھاؤں کوں

او چندا ستی مل کو نت ذوق پائے
ترا یاد اُس دل میں ہرگز نہ آئے
سکیاں سہیلیاں نے لگیاں پیو کے گل
سو پیاروں لگاتیاں ہیں سہنا چکل
میں لیاتی ہوں ماہ جان چاتر سجان
توں مل بیٹ کر یک گھڑی اس پچھان
تو نادان ہے تج کوں نئیں فام کُچ
تو اس وقت سمجے گی او لاب کُچ
کتی تھی جتے بول دوتی سنوار
یو سن کر کہی پھر اسے ست کی نار
کہی کٹنی کوں توں اری بے شرم
نہ رکھتی ہے کس دھات اپنا بھرم
برے بو نہ راضی رسالت پناہ
جو بولیا بُرا کُئی اُسے لئی گناہ
مری شرم نازک ہے شیشے ستی
تُرا بول ہے سخت تیشے ستی
مرا سخت سینا ہے الماس تے
کہ سہتی ہوں میں دوکھ آکاس تے
منجے ست کا سنکار ہے جگ منے
بھریا ہے مرا ست رگے رگ منے

نکو بوج توں منج دِوانی ہو خام
ہے لورک بنا منج سہاوے حرام
کبھی یوں، اے مینا چنچل گُن بھری
کہ میں آس دھرتی ہوں لا کہاں تری
جوانی منے توں لہو کھوٹی
تجے دیکھ کر میں سبی مُند سٹی
ترا دکھ سنی جو سٹی کان دھر
تو پانی ہوا گل کو میرا جگر
تو سنگار اپس کوں تو منج ہوے سُکھ
تو میلی رہے تو مجے ہوے دکھ
ترے لب میں دستے ہیں امرت جھرے
پلاوے تو امرت جوانا مرے
سمج تو ترے میں ذرا کُچ نہیں
ہے اوجھڑ پنے کا سمج تیرے تئیں

شعر ۲۹۹ کے بعد:

ولیکن مرے پیر ہادی ہوتے
یو جیو جان قربان کی اُس ہوتے
سبی ذوق میں پای ہوں پیرتے
دنیا دین کے شاہ گنبھیرتے
مجے مرد کا کچ نہیں ہے گماں
دکھی ہوں مرے پیو ہو سانت ایماں

مرّد کوں کہے ھیں جو نیم خدا
کہے پیر کوں دیك نبی مصطفےٰ
نبی پیر مانند ھے اور بی (؟)
اسی پر میں ایمان راکھی سبی
بلا دور میں پیر کے قدماں پوتے
اُسی ناؤں پر میں ھوی ھوں ستے

شعر ٤٠١ کے بعد:

تو ذرّا نہ ھوے کس پو میرا خیال
مرے جیو میں ھے پیر کا پھر جمال
او لورك مرے سر پو احسان کیا
قدم پیر کے مُنج کوں پکڑا دیا
یہی آسرا منج کوں یو بس ھوا
قیامت تلك منج اُپر جس ھوا

شعر ٥٢٧ کے بعد:

شہر تھا بڑا خوب دیکھی نجھا
جو دیکھی موا شہر کا بادشا
ملے ھیں خلق بہوت اس چوك میں
اُچا ھار ھاتھی لیا سونڈ میں
کھڑے خلق مبہوت ھو اس کنے
لی پھرتا ھے ھاتھی بنہا گل منے (؟)

که ایسے میں دیکھیا اُسی نـار کوں
گلے هـار بهـایا اُسے پیار سوں

دیکھیا اس شہر کا او حکمت وزیر
دیـا تخت اس کوں سو او بـا تمیز

خـدا نے دیـا بـاد شـاهی تمـام
کیے سب سپـاهی اسی کوں سلام

او بهیجی نبی پر درود و سـلام
بیٹھی راج کرتی اُنے صبح و شام

ان اشعار کے بعد (ب) اور (ن) میں، دوسرے تمام مخطوطات کے مطابق، یہ شعر ملتا ھے:

لگی رهنے اس ٹهـار او استری
لـگای دوکان ایـک سـوداگری

شعر ۵۸۱ کے بعد:

نبی کے مریداں میں تهی یک مریـد
او بهی نیک بخت هور نعمت مزید

یـکا ایک ایـک دن محمد نـبی
چلے لے کو اپنے مجالس سبهی

چلے آے او پاک دامن کے گهر
سنی سوچ قربـان هوی سربسر

بچھالی صَندر هور بچھائے تمام
نبی آکو بیٹھے اسی کے مقام
پڑی جا کو قدموں پو ثابت کمال
مریداں منے تھی او صاحب جمال
شفقت هوا دل نبی کا تمام
که رو رو کہی سب هوا اب ارام
که میری مرید، تُج پو کیا حال هے
کہی جیو میں حضرت کا مُنج خیال هے
جداں سوں میں دیکھی مبارك قدم
اسی عشق میں مست هوں دم بدم
چَشم کھول رحمت سوں دیکھے نبی
مریدی میں بستا هے ذات ربی
دیکھے عشق اُس کا عجب پاك هے
بلا کر گلے لیا کو بوسا دیے
اپس گود میں اُس کوں بسلا کے کر
رکھے دست مبارك سر کے اپر (؟)
کہے سب حقیقت کا سارا کلام
کہے راز سب معرفت کا تمام
او خلوت تے فارغ هوے جب نبی
کھلاے هیں الوان نعمت سبی

خوش حالی سوں بیٹھے تھے مجلس منے
یکا یك اے کر آ، مَیّت سامنے

کہے اے محمد رسول خدا
کہ عرفان کی باٹ میں یو موا

یو ہے پوت پیارا اسی نار کا
تمارے مریداں میں سردار تھا

نبی اٹ چلے و ٹینچ خلوت منے
بیٹھے آکو او پاك دامن کنے

اُسے کُچ خبر یو نہ تھی پوت کی
چڑھی تھی او مستی اُسے ذات کی

و لیکن نبی نے کہے یو خبر
او فرزند تمارا موا ہے ککر

نبی نے کہے جاؤ اس کوں بلاو
پکڑ دست بیٹے کا منج پاس لیاو

دیے لاکو بیٹے کوں اس دم منے
پکڑ دست لیائے نبی کے کنے

نبی نے کہے یوں کہ صاحب جمال
دیا پوت تج کوں اپے ذوالجلال

یو فرزند تجے آرزانی اچھو
قیامت تلك یو نشانی اچھو

نبی نے تو سجدا کرے شکر کا
که سجدے میں آیا او غیبی ندا

تمارے مریداں میں ثابت یقیں
که بخشیا انوں کوں دنیا هور دیں

دنیا دین هیں اُن کے باندی غلام
بهشت میں کرو بادشاهی مدام

که ایمان پر دیک حق یوں کیا
موا تها پهرا کو اُسے جیو دیا

که ماں پوت کوں پهر مِلا کو تمام
پهر آے نبی واں سوں اپنے مقام

میں اُس تے مناجات کرتی هوں آج
ملے گا او لوزك مرا رای راج

نیَت کوی ثابت رکهے پیر پر
اوهی دینهارا هے اس کا اَجر

شعر ۶۰۰ کے بعد :

کسی بات میں او سو آتی نہیں
کسی فند میں دل گماتی نہیں

او ناری مرید هے بڑے پیر کی
بہت عشق رکهتی هے اس پیر کی

که اُو پیر اُس کے درو نے بسے
کسی کا مَکَر واں نہ چلتا دِسے

اُسے پیر دن رات ہے پُشتی بان
ہمہ وقت اُس پر او ہے مہربان

بہت فند سوں میں نے سمجھای تھی
و لیکن اَپَس ٹھار ہشیار تھی

اُنے پیر پر بہوت رکھتی ہے خیال
بسیا اُس کے جیو میں انوں کا جمال

وسیلا اُسی پیر کا ہے اُسے
کہ دن رات او پیر دل میں بسے

نیّت اُس کا ثابت ہے اُس پیر پر
تو اس پر نہ چل سے ہمارا مکر

نگہبان جس سر اُپر پیر ہے
اُنے دین دنیا میں گنبھیر ہے

شعر ۳۳٦ کے بعد بے ربطی کے ساتھ یہ اشعار ملتے ہیں:

کہ یو کام میرے سوں ہونے کا نئیں
مروں گی تو منج کوی رونے کا نئیں

کہ مرنا قبولی ہوں درگاہ میں
ولیکن تو مت آ مری راہ میں

مرے پیر کا حکم ہے اس وضا
شرَم پر سوں جیو کوں توں کرنا فدا

تو اُس کا آجر ہے خدا کے نزیك
دنیا میں اُسے مان ہوے ادیك

شعر ٦٥٠ کے بعد :

دیئی اوسکی جیو سمت کے بدل
کھڑیا او نصوحا پو مشکل کُبل
نصوحا چلا دیکھنے ٹوں وھاں
نبی آکو بیٹھے اتھے اُس مکاں
اُسی وقت گھا بر . . . واں ھوا
کھڑا شرم سوں جوں که جیتا موا
ولیکن اپس جیو میں یوں کہا
که دیدار اُس کا مُجے نئیں ھوا
که اُس گور کن آج میں جاؤں گا
اسے گور میں جا گلے لاؤں گا
ادھی رات کو اٹھ چلا گورکن
که دیکھوں بدل جوں کی اس گورکن (؟)
چلا کھود نے قبر نیت پکڑ
نبی آکو بیٹھے تھے اُس گور پر
دیکھا جوں جمال مبارك نبی
دلا کر کہے اُس کوں حضرت نبی

اے مردود آیا ہے کی کور پاس
که معلوم ہوا ہے ترے دل کا آس

شعر ۶۸۲ کے بعد :

سو اتنے منے پیر از غیب او
یکائیک پیدا ہوے دیک او
سو ویسے میں دوتی بی پھر جای کر
بلا لیای ہے بادشاہ کوں مکر
او ستونت دیکھی نظر کھول کر
آیا بادشاہ آپنے گھر بہتر
کہی یوں که ستونت ہادی رسول
مری آہ درگا میں کرنا قبول
دیکھیا بادشاہ سو ہوا بے خبر
لرزنا پڑیا او زمیں کے اُپر
یکتے وقت بعد از کوں ہشیار ہو
پڑیا پیر کے جا کے قدماں پو او

ان اشعار کے بعد (ب) اور (ن) میں دو اشعار (۶۸۴ ، ۶۸۵) ملتے ہیں ؛ اور پھر یہ اشعار :

مرے پیر ہو صاحب العظمتی
رکھے ہیں نظر منج اُپر رحمتی
اٹھا ہات دونوں مناجات سوں
الٰہی کی درگاہ میں حاجات سوں

مرا جیو قربان تج ناؤں پر
که لولاک کلمه هے جس شان پر
سو تسلیم کر بادشاه اُس کے تئیں
رضا دے اِتا پھر کو جاتا هوں میں
اِتا جا بُلا بھیجتا هوں تمام
که چندا او لورك کے تئیں اس مقام
که میں بادشاهی نه کر سوں اِتا
که تقصیر مری یه بخشے خدا
رضا دے کو بولی وهیں ست کی نار
کیا جا خدا تج گناهاں سو پار

شعر ٦٩٤ کے بعد :

که چندا و لورك نے مل کر تمام
که ستونت کے جا کو پکڑے قدام
قدم پڑ کو بولے که اے نام دار
ترا ست خدا نے رکھیا برقرار
بزاں بادشاه هور سارے بشر
ملے آ کے ستونت کے گھر بهتر
ملے مجلسیاں هور وزیراں تمام
سلح دار سردار میراں تمام
بزاں یو قصا سب کہے کھول کر
او لورك و چندا سُنے سربسر

کہا یو مجھاتی مری نار ہے
دو عالم منے یو تو اونار ہے

کہا بادشاہ نے او لورک کے تئیں
کہ ہادی ہدایت زبردست کے تئیں

انو سوں شَرَم او ستی کی رھی
پتی ورتا ناریاں میں او یہ ل رھی

کہ از غیب سوں او اپے آن کر
بچھائے شَرَم ھور ابرو مگر

بزاں پھر چلے واں سے مجلس تمام
کہ اُس پیر ہادی کنے خاص و عام

کہا بادشاہ نے اے کامل سریر
اِتا تم مجھے اپنا کرنا فقیر

دیا بادشاھی سو لورک کے تئیں
مبارک اچھو اس یو چندا کے تئیں

اسی وقت او بادشاہ ھو فقیر
چلیا ونیں سو مکّہ مدینہ کے دھیر

او کٹنی کوں اس وقت سنگبار کر
منڈا سر کو بٹھلا گدھے کے اُپر

شہر کے گلیاں میں پھرا خوار کر
کہ چھوڑے لے جا کر پرای نگر

او ستونت سکی نے پھرا بھیاؤ کر
ملاتی او لورک و چنـدا مکر (؟)
سگل بـادشـاهی حوالـے کیـے
مُلَك مـال هور تخت ان کو دیـے
او سـتـونت بـولی پیـا نـامـدار
اچھو بـادشـاهی تجھـے برقـرار
سدا فتح و نصرت سو توں راج کر
یو چندا مبارك تج کوں مکر (؟)
که یو مال هور ملك کی آس کر
لے کر گئے هیں چندا کوں تم سربسر
مبارك هے تم کوں مُلَك مال یو
مبـارك مجھـے بـیر کا دلـق یـو
مرے پر بخش کر کرو تم کرم
مبـارك اچھو تم کو لاکھاں حرم
کہا، اے سکی تو کرے گی سو کر
ولے منج پو رکھنا کرم کی نظر
کہی، اے پیا جیو کے پیارے تمیں
همیں هـور تمیں عـاقبت میں ملیں
همارے نصیبـاں میں اِتناچ تھـا
زیـادہ نه تھـا هم کو اِتنـاچ تھـا

یو دنیا کا جینا ہے چند روز کا
کہ جینا تو ہے عاقبت کا بقا
او اِتناج کم کر ھوی او فقیر
او ستونت تاریاں میں کامل سریر

شعر ۷۰۲ کے بعد نسخہ (ب) میں یہ اشعار بھی ملتے ھیں :

کرم کی نظر رکھ کم و بیش سوں
کرو پرورش اُس دل و جان سوں
بنانے کا منج میں نہ تھا کُچ دماغ
دعا بزرگاں کی کیا تازا باغ
شتابی سوں لکھنے کوں آوے ھوس
پڑنہار کوں پھر کو آوے اُمس

فرہنگ

(الف)

اَبھال : بادل

اَپ بھاوتی : خود پسند

اُپجنا : پھوٹنا، اُگنا

اَپروپ : بے مثل، نایاب

اتا : (۱) اتنا، اس قدر (۲) اب، فی الوقت؛ (۳) ذرا

اتال : اب، اسی وقت

اُجڑیا : خانماں برباد

اُچانا : اٹھانا

اَچپل : چاق و چوبند، شگفتہ خاطر، خوش طبع

اَدِک : زیادہ

آس کاٹی : بد بخت، نامراد

اُلنگنا : حد سے تجاوز کرنا

آمنا : امان

اَنبل : امبل

اَنجن : سرمہ

آندکار : اندھیرا

اوپٹنا : جڑ سے اکھاڑنا، قطع تعلق کرنا

اوتار : کوئی غیر معمولی نیک یا ممتاز مرد یا عورت، اعلیٰ

اودسا : بد قسمتی، بد بختی

ایلاڑ : اس طرف، کم تر

(ب)

بار : (۱) باری، خدا؛ (۲) بہار؛ (۳) دشوار

بارکش : چرواہے کی لکڑی یا درانتی (؟)

بالے بال کُود پھٹنا : ایک بددعا (کسی کے روئیں روئیں پر عذاب کا نازل ہونا)

بائیں : باولی

بجر : پتھر

بچھانا : بچھونا

بختاں بھی : پھوٹے نصیب ، بد بخت

بد شکال : بد سگال

بدل : (۱) لیے ، واسطے ؛ (۲) بادل

برا ماننا : افسوس کرنا ، غمگین ہونا

برانا : بیگانہ

برے : بارے

بزاں : بعد ازاں

بسراٹ : بھول

بلا دور کرنا : قربان کرنا

بل پانا : موقع پانا

بلکنا : گڑگڑانا

بندا : غلام

بول راکھنا : حرف گیری کرنا نکتہ چینی کرنا

بول لیانا : حرف لانا ، الزام دھرنا

بہار : (۱) باہر ؛ (۲) بہار

بھڑکل : قلعہ کا بڑا دروازہ جس پر لوہے کی برچھیاں لگی ہوتی تھیں ، تاکہ ہاتھی ان سے لکرائیں تو زخمی ہوجائیں

بھکنا : سیر ہونا ، تھک جانا

بھنکار : سونا

بھوگ : لطف ، لذت ، خوشی

بھی : پھر

بیسک : بیٹھک

بینی : بغیر آرائش کے باندھا ہوا بالوں کا جوڑا جو اس بات کی علامت ہے کہ عورت بیوہ ہے یا اس کا شوہر غائب ہے۔

(پ)

پا بنی : پاپن

پارکھی : پرکھنے والا

پاڑنا : ڈالنا ، پھینکنا

پاڑاں : سیڑھیاں

پتی ورتا: وفادار، نیک اور شوہر پرست عورت
پچھونڈے بندنا: مشکیں کسنا
پدک: مُجکی، لاکٹ کی ایک قسم
پرم، پڑم: موٹا کپڑا (؟)
پشتانا: پچھتانا
پُورنا: پورا کرنا
پھانٹا: شاخ
پھانڈی: پتھر
پھٹانا: بھیجنا
پھٹیا: پھٹا ہوا
پھر کر، پھراکر: لوٹا کر، جواب میں
پیڑی: کٹھولا
پیسنا: داخل ہونا
پیکا: پیسہ

(ت)

تٹ: فصیل
تجار: تاجر (غالباً یہ لفظ ملک التجار کا مخفف ہے)
تجارا: تاجر
تجنا: کھولنا
تدھاں: تب
تُرنگ: گھوڑا
تشریف دینا: اعزاز دینا، تحائف دینا
تلک: ایسے میں
تلہار: تلے، نیچے
تو: اُس وقت، ایسی صورت میں
تیں: تو

(ٹ)

ٹھکی ہونا: متحیر ہونا
ٹھگ فنداں: مکار، عیار، چالاک

(ج)

جالنا: جلانا
جان: جوان
جپنا: دھیان لگانا
جدھاں: جب
جو: بیوی

جہات: جدوجہد، کوشش

جُھٹے: بے حاصل

جَھل: جذبہ، شدید جذبہ، گرمی، چمك

جپال: سادھوون کا ایك فرقہ جس کی بددعا کی تاثیر مشہور ہے۔

جیو دان دینا: جان بخشی کرنا، حیات عطا کرنا

جیو ہونٹاں منہ سے آنا: جان لبوں پر آنا

(چ)

چاُتر: تیز، دانشمند، چُست و چالاك، طرحدار

چٹ پٹی: بے چینی، اضطراب

چُھك: ذرا

چَند: چاند

چندر رین: چاندنی رات

چندولی: سر پر باندھنے کا معمولی کپڑا

چوالا: ٹاٹ کا ٹکڑا (؟)

چھان: چھان بین، تحقیق

چھبیلا: خوب صورت، حسین، چمکیلا

چھرالی: تندخو، غصیلی

چھند: مکر و فریب، ناز و غمزہ

چیرا: چھر

(خ)

خبردار: مخبر، خبررساں

خرچ باٹ: سفرخرچ، زاد راہ

(د)

داب: دباو، رعب، وقعت

داٹ: شدید، گھنا، گنجان

دارو: بارود

درحال: اسی وقت

دَرونا: دل

دَسَن: دانت

دل دوڑانا: آمادہ ہونا، خواہش کرنا

دنبال پڑنا : پیچھے پڑنا ، دق کرنا

دَند : دشمنی

دندسارنا : دشمنی نکالنا

دنیا دار : خوش حال ، صاحب حیثیت

دوتی : پیام رساں عورت ، دلاله ، کٹنی

دوراهی پهرانا ، دوهای پهرانا : حکومت کا اعلان کرنا

دوسنگ : برا ساتھ

دهانا : تیزی سے آگے بڑھنا ، جھپٹنا ، حمله کرنا

دهنکڑا : معمولی اوڑھنی ، چادر

دهیر : طرف

دیوٹ ، دیوٹی : چراغ ، مشعل

(ڈ)

ڈانک : ٹانکا

(ر)

راس : ڈھیر

راکھنا : رکھوالی کرنا ، دیکھ بھال کرنا

ران : بنجر زمین

رَچنا : بنانا ، گھڑنا ، جمانا

رُخن : رُخ

رنج دینا : جسمانی آزار پہنچانا

روشنائی : روشن ، صاف

(ز)

زار زار بات کرنا : طراری کے ساتھ گفتگو کرنا

زایاں : ضائع

زرباف : زربفت

زرزری : زرین ، زرکار

(س)

ساج : سازوسامان

سار : مانند

سامی : (سوامی) ، آقا ، شوهر ، محبوب

سانت : بسنت رُت

ستونت : نیک ، ایماندار ، باعصمت

سٹنا : ڈالنا ، گرانا، چھوڑنا ، ختم
کرنا ، ترک کرنا
سُجات : اچھی ذات کا، اچھے
خاندان کا
سجان : عقل مند ، سمجھ دار
سچوٹی : سچائی ، ایما نداری ،
وفا داری
سُمراس : جوش وجذبہ کے ساتھ
سُرگ : بہشت
سلا : (۱) پتھر؛ (۲) ہتھیار
سمایا پڑنا : وقت آپڑنا ، برا
وقت آنا
سمایا کھڑا ہونا : مصیبت
آ پڑنا
سَنپات : دُکھ، روگ
سو رات : حرص
سوگڑ : خوش وضع ، حسین ،
سُگھڑ
سُبھایا : حسن ، دلربائی ،
رعنائی

سیم : کھیت
(ش)
شہار : شہر
شیینا : رات کا پہرہ
شکنا : شک کرنا ، پس و پیش کرنا
(ص)
صفا : پاکیزہ ، مقدس
صرصری باؤ : باد صرصر
(ع)
عاروس : عروس
(غ)
غُلغُلا : غلغلہ
غم خوار : غمزدہ ، غمگین
(ف)
فام : (دیکھیے فہام)
فشا : فاحشہ
فرزند : بیٹا ، بیٹی
فِکیر : فکر
فند : دھوکہ ، فریب
فہام : فہم

(ق)

قاصدی : قاصد

(ک)

کال : (۱) کالا ناگ ؛ (۲) دشمن

کُبَل : سخت ، دشوار ، دشوار گزار

کتک : کتنے ایک ، کئی ایک

کتک دن پچھیں : کچھ دن بعد ، کئی دن بعد

کتک دن کوں : کچھ دن بعد ، کئی دن بعد

کُچلا کرنا : کچومر نکالنا

کَداں : کب

کرا : کا

کرتار : کرنے والا ، بنانے والا ، خالق

کَلا کرنا : ڈھونگ رچانا

کینا : ناقص ، خام

کتھا : کتھا ، کہانی

کُنجر : ہاتھی

کوٹال ، کوشال : پُر فریب

کوشاں : جوتیاں

کہان : کہانا

کہاندا : کندھا

کُہاٹ : کھوسٹ

(گ)

گار : سفید پتھر

گَل : گلا

گَلنا : پگھلنا ، گھلنا

گَمانا : وقت گزارنا ، دل بہلانا

گُن ندھان : صاحب اوصاف

گَوا : گائے ، بیل ، بھینسا

گوڈڑا : گدڑی

گورو ، گرُو : گائے ، بیل ، مویشی

گھالنا : پھینکنا ، تباہ کرنا

گھانے : گھنے

گَھٹ : (۱) جسم ؛ (۲) سخت ، مضبوط ؛ (۳) مصمم

گھوڑ پر گونہراں رولنا : گھوڑے پر موتی رولنا ، فضول اور بے حاصل کام کرنا

کھونکڑی : گدڑی ، کمبل
گیران پکڑنا : گرھن لگنا

(ل)

لانا : لگانا
لاگ : سعی ، کوشش
لَبَد : ھونٹ
لوچنا : چمکانا ، زیب دینا
لھار : لہر
لھؤ : گھونٹ پینا
لَئی : زیادہ ، بہت زیادہ
لیانا : لانا

(م)

مانڈنا : پھیلانا ، قائم کرنا ، بنانا
مِٹھای : مٹھاس
مِرونا : جلوس کی شکل میں چلنا ، اکڑ کر چلنا ، ناز و انداز سے چلنا
مسخراگی : تمسخر
مُسکٹنا : مسکرانا
مَکَر : مکّار
مکرزن : دلالہ ، کٹنی -
مُلازا : ملاحظہ
مَنا : منع
موڑ : کونپل
مونڈاسا : عمامہ ، پگڑی
موکا : گونگا
مہتری : سرداری ، بزرگی
مِیت : دوست ، محبوب

(ن)

نِپَٹ : پوری طرح سے ، حد درجہ ، بہت زیادہ
نت : مسلسل ، ھمیشہ
نِچھل : خالص ، اصلی
نِدان : آخر کو ، آخر کار
نِزک : نزدیک
نِسنگ : تنہا ، راست ، سیدھا
نگر گھٹ : بے حس
نِمن : مانند ، مشابہ
نَوا : نیا
نوشو : نوشہ

نَوَل : نیا ، نوجوان ، حسین ، کیاب ، عجیب
نهاٹنا : بھاگنا
نهاسنا : بھاگنا
نهسلانا : دوڑانا ، دُور کرنا
نِهن پن : بچپن
نهنواد : ننها
نهَی : ننهی ، معصوم ، بے گناہ
نیلك : ایك قیمتی کپڑا (؟)
نِیم : اصول ، مسلمۂ حقیقت

(و)

واہ : آہ
وائیلا هونا : فارغ هونا
وفائی : وفا
ولے درولے : محله در محله ، منزل به منزل
وهام : وهم
وَئیں : وهیں ، اسی وقت ، اسی جگه

(ه)

هات پَچڑنا : هاتھ لگنا
هات دینا : سهارا دینا ، دستگیری کرنا
هانك : (۱) چیخ ، (۲) شہرہ ، چرچا
هَلوك : آهسته سے ، چُپکے سے
هنسا : هنسی
هنگام : موسم ، فصل کاٹنے کا موسم ، موزوں وقت ، شباب

(ی)

یکیلا : اکیلا
ینکات : تنہای ، خلوت
یِہانت : اهانت

کلامِ معظم بیجاپوری

بتصحیح و تقدیم

ابو النصر محمد خالدی
استاد شعبۂ تاریخ، عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن

۱۹۶۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عمومی مقدمہ

بیجاپور میں معظم تخلص کے ایک صوفی بزرگ ہوے ہیں ۔ متعدد مثنویاں ، چند قصیدے اور کچھ مخمس و مسدس ان کی یادگار ہیں ۔ ان کی غزلوں کا ایک دیوان بھی پایا جاتا ہے ۔ وہ اپنی ایک مثنوی "معراج نامہ" میں لکھتے ہیں :

یہ نامہ جہاں میں ہوا جب تمام
ایگیارہ صدی میں اتھے بیست کم
رجب کی ستاویں ہوا یہ تمام
نبی پر ہزاراں درود و سلام

یعنی یہ مثنوی ستائیس رجب سنہ دس سو اسی ہجری مطابق بارہ ڈسمبر سولہ سو انہتر عیسوی میں تمام ہوئی[1] ۔

---

(۱) "نوائے ادب" چوتھی جلد چوتھا شمارہ بابتہ سنہ انیس سو ترپن ۔

ایك دوسری مثنوی موسوم به گلزار چشت[1] میں برهان الدین غریب متوفی باره صفر سنه سات سو اڑتیس هجری کا[2] ذکر کرتے هوے کہتے هیں:

سچا پیر برهان هے دست گیر
بدوں کو اپس سوں کیا دست گیر

دیکھو بادشاه یه هندوستان کا
سو اس باغ بستاں گلستان کا

کتے نام اس کا هے اورنگ زیب
او مقبول حق کا هے بے شك و ریب

لیا شه کی گنبد کا آکر پناه
برکت سوں حق، شه کے بخشے گناه

یعنی محی الدین اورنگ زیب عالم گیر نے شه کی گنبد کا پناه لیا مراد یه هے که اس کی لاش برهان الدین غریب کی درگاه کے احاطه میں دفن کی گئی۔ اس سے ظاهر هے که محی الدین عالم گیر کی وفات کے وقت یعنی

---

(۱) فہرست اردو مخطوطات کتب خانه (مختاریه) سالار جنگ صفحه سات سو پچاس فہرست میں "چشت" کی بجائے جنت سهو نظر هے۔ (۲) روضة الاقطاب: محمد رونق علی۔ لکھنو ۱۳٤۹ هجری ص۔ ایك سو پینسٹھ۔

اٹھائیس ذیقعدہ سنہ گیارہ سو اٹھارہ ہجری میں معظم بقید حیات تھے۔

ان دو مذکورہ اندرونی شہادتوں سے ثابت ہوا کہ معظم کا زمانہ گیارھویں صدی ہجری کا قریباً نصف آخر اور بارھویں صدی کا ثلثِ اول ہے۔

معظم کو بیجاپور کے مشہور بزرگ امین الدین اعلی متوفی چوبیس رمضان سنہ دس سو پچاسی ہجری سے[1] بیعت تھی۔ چناں چہ خود معظم نے اپنی نظموں میں متعدد بار اس کا ذکر کیا ہے۔ یہاں صرف چند ابیات بطور مثال نقل کی جاتی ہیں[2] :

امیں سا تجھے دیکھ مرشد ملا   تو مشہود ہو تجھ کو شاھد ملا
شجرۃ الاتقیاء

اب جا تو بی بیجاپور   ہے پور وھاں شہ پور
رسالۂ وجودیۃ

وھاں امین علی ہے پیر   ہے روشن دیکھ ضمیر
ایضاً

مرے پر یہ سب راز کھولے امیں   حقیقت انو کا یہ بولے امیں
گنج مخفی

---

(۱) روضۃ اولیائے بیجاپور (اردو ترجمہ) سیف اللہ رائچور ۱۳۱٤ ہجری صفحہ ایک سو بائیس۔ (۲) فہرست اردو مخطوطات کتب خانہ مختاریہ۔ ص۔ ایک سو ننیاوے اور آگے۔

معظم نے جس جس صنفِ سخن میں اپنے افکار، بزرگوں کے حالات یا فنِ تصوف کے مسائل قلمبند کئے ہیں ان سب میں امین الدین اعلی کے ساتھ ساتھ یا ان کے بغیر "قادر" کا ذکر بھی کیا ہے اور اس کا التزام کیا ہے کہ کوئی مقطع بغیر لفظ "قادر" نہ لکھا جائے۔ ذیل میں اِدھر اُدھر سے چند مقطعے بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں [1]:

مجھ کو امیں علی نے قادر سے کر مشرف
بولے انا معظم تجھ پر وصال دستا د

عاشق معظم تب ہوا دیکھا ولایت سر بسر
قادر کتے القاب ہے اس حیدر کرار کا د

تو شیر ہے حق کا کتے قادر محی الدین ہے
والی معظم کا دیکھو شاہِ جیلانی ہوا د

---

(۱) دیوان۔ خانگی نسخہ بصورت بیاض اور دیوان مخزونہ کتب خانہ مختاریہ۔ ملاحظہ ہو فہرست اردو مخطوطات۔ ص۔ تین سو بیاسی۔
دیوان کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ میں بھی ہے۔
ملاحظہ ہو۔ اردو ادب۔ بابتہ سنہ ۱۹۵۳ء
"نظم سی حرفی" کے لئے ملاحظہ ہو: فہرست اردو مخطوطات مختاریہ صفحہ دو سو اکتالیس اور فہرست اردو مخطوطات۔ آصفیہ۔ جلد سوم ص ۲۹۰۔
فہرست ادارۂ ادبیات اردو ج ٤ ص ۹۲۔

هوا ترلوك پر غوغا كه ثانی آیا یوسف
نویلا لال قادر شه صورت اے سب پیمبر کا
قصیده

قادر هے نام شه کا کیا اسم هے مسمی
کر مجھ کو پنج هزاری معظم دیا لقب د
هے پیر تیرا تو قادر
او حاضر اور ناظر
رسالهٔ وجودیه

حیدر هے نام شه کا قادر جسے کہتے هیں
عاجز هے کر معظم کرتا هے او معاف د
قدر نے سن شعر یہ بولا مجھسے معظم
محرم هے راز سے تُو تیرا هے قال نازك د
سمجھا معظم شه کو حیدر آپهی قادر هے یه
تب دیکھ کر خلقت اسے بنده هے اکثر بولتے د
لام الف مل یك هو آیا، کیوں کر کھولا جاوے
قادر جس پر کرم کرے راز رموزا پاوے
نظم سی حرف

ان مثالوں سے ظاهر هے که معظم نے "قادر کا
لفظ کہیں علی بن أبی طالب کرم الله وجه کے لیے استعمال
کیا هے کہیں شیخ عبد القادر جیلانی کے لئے اور کہیں

اس طرح که "قادر" اور "حیدر" ایك هی مسمی کے دو اسم هیں اور کہیں امین الدین اعلی کے کسی ایسے خلیفه کے لئے جن کے نام کا ایك جز قادر تھا۔

اس آخر الذکر بیان سے ذهن امین الدین اعلی کے ایك خلیفه عبدالقادر لنگا کی (لنگ بند بکسر لام) طرف منتقل ہوتا ھے۔ اگر ایسا ھے تو پھر ماننا پڑے گا که معظم کے مرشدِ بیعت تو امین الدین اعلی هی تھے اور قادر مرشد تربیت جنھوں نے امین الدین کے حکم پر معظم کے مراتبِ سلوك و مدارج معرفت اپنی نگرانی میں طے کرائے اور یہ بیعت و ارشاد کی تاریخ میں هرگز کوئی نئی بات نہیں ھے۔

فی الحال همارے یہاں کوئی ایسا تحریری وثیقه نہیں ھے جس کی بناء پر معظم یا قادر کے سوانح حیات کا کوئی جزئی واقعه هی متعین طور پر بتایا جا سکے۔ خوش قسمتی سے معظم کے پیش نظر کلام کی نوعیت ایسی ھے که اس سے استفاده کرنے کے لئے اس کے مصنف کے سوانح معلوم کرنا ناگزیر بھی نہیں ھے۔

دکھن کے قدیم اردو شاعروں کے کلام کا مطالعه اردو زبان کی تاریخ اور اس زبان سے متعلق دوسرے فنون کی ترتیب کے لئے یقینا اساسی اهمیت رکھتا ھے مگر

سب کچھ اتنا ھی نہیں ھے کیوں کہ دکھن کے مسلمانوں کی تہذیبی و فکری تاریخ کو سمجھنے اور ھوسکے تو اس کو مرتب کرنے کے لئے بھی دکھنی کلام کا مطالعہ ناگزیر ھے۔ بسا اوقات ادبی و علمی نوشتوں سے وہ معلومات حاصل ھوتے ھیں جو سیاسی تاریخوں میں تجسس و تلاش کے بعد بھی نہیں ملتے۔ اس لحاظ سے اگر کوئی شخص معظم کے کلام کو اس کے زمانے کی تہذیبی تاریخ کا ایک ماخذ یا مصدر قرار دے تو غالباً غلط نہیں ھوگا۔

معظم کے کلام کا بیشتر حصہ خالص صوفیانہ حقائق و معارف پر مشتمل ھے اس لئے اس سے اور اسی طرح کے دوسرے قدیم صوفیانہ کلام سے معنوی استفادہ اسی وقت زیادہ کارآمد ھوسکے گا جب کہ تصوف کے مبادیات اور دکھن کی تاریخ تصوف سے بھی کم از کم اجمالی واقفیت بطور پس منظر پیش نظر رھے۔

معظم کا جتنا کلام اس وقت پیش ھو رھا ھے اس کے لحاظ سے مقدمہ میں ان دونوں عنوانوں کا اجمالی بیان بھی اپنے اور قارئین کے احساس تناسب کو مجروح کئے بغیر ممکن نہیں اس لئے ان موضوعوں پر دار المصنفین اعظم گڈھ و ندوۃ المصنفین دھلی سے چھپی ھوئی کتابوں کی صرف اشارہ کردینا ھی کافی ھے البتہ صوفیوں کے منظوم کلام کے چند نمایاں اوصاف جیسے ایجازِ بیان و معنوی گہرائی

وغیرہ کی مختصر وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے ۔

"ابتدائے ما آخر ہر منتہی است" مطلب یہ کہ فلسفیوں کی عقل و خرد جس منزل پر آکر رُک جاتی اور آگے بڑھنے سے درماندہ و عاجز ہو رہتی ہے وہیں سے صوفیوں کی غور و فکر شروع ہوتی ہے بوہلہ اول مذکورہ مقولہ شاعرانہ تعلّی یا کمزوری کی ڈینگ معلوم ہوتی ہے لیکن جو لوگ فلسفیانہ مضامین کی گہرائی و گیرائی اور ان کے طرز بیان کی مشکلوں سے واقف ہیں وہ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ روحانی اسرار و رموز کا ادراک کرنا اور پھر اس کو قابل فہم طریقہ سے بیان کرنا کتنا دشوار کام ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ صوفیوں کا موضوع سخن اتنا دقیق، گہرا اور نازک ہوتا ہے کہ مروجہ زبان و بیان اس کی ترجمانی کرنے سے قاصر رہتے ہیں اس لئے صوفیوں کا کلام بعض اوقات ابہام سے گزر کر اغلاق کی سرحد میں داخل ہو جائے تو کسی کو تعجب نہ ہونا چاہیئے ۔

علاوہ بریں یہ بھی یاد رہے کہ اکثر صوفیہ کے یہاں شعر ابلاغ علم کا نہیں بلکہ محض اخراج جذبات کا ایک حسین ذریعہ ہے ۔ اس نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے ایک مثال پر غور فرمائیے ۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عُتبہ بن مسعود متوفی سنہ اٹھانوے ہجری ایک جلیل القدر تابعی ہوئے ہیں آپ کا شمار

مدینه منوره کے نہایت ممتاز فقہا میں ہوتا تھا۔ شاعری میں بھی آپ کا درجه اپنے هم عصروں سے کم نہیں تھا۔ جب آپ کے بلند پایه و دلکش اشعار کی شہرت ہوئی تو کسی نے طنزاً پوچھا: حضرت! بایں همه تقوی و ریاضت و زهد و ورع شعر گوئی چه معنی؟ آپ نے فرمایا: ان المصدور لا بد ان ینفث (۱) جس شخص کا سینه بھر جائے اس کا کھانسنا کھنکارنا ضروری هے (۲) مطلب یه که هجوم افکار و هیجان جذبات کو کوئی کب تك اپنے سینے میں دبائے رکھے انہیں باهر نکلنے کی راه دینی هی پڑتی هے۔ عام آدمی ایسے وقت بے تکی باتیں کرتا هے موزون طبع شعر کہتا هے۔ صوفیا کا خیال بھی کم و بیش ایسا هی تھا وه سمجھتے هیں که جوش عشق و مستی زیاده دیر تك سینے میں گھٹ کر

---

(۱) یه واقعه متعدد عربی مصادر میں مذکور هے همارے زمانه سے قدیم ترین اور عبید الله کے زمانه سے قریب ترین حواله کے لئے ملاحظه هو: البیان و التبیین ۔ جاحظ م ۲۵۰ ۔ مصر ۔ سنة ۱۳٦۷ ۔ ج ۱ ص ۳۵ ۔ اسی طرح کے ایك اور واقعه کے لئے دیکھئے ۔ الجامع لاحکام القرآن ۔ قرطبی ۔ تفسیر سورة الشعراء ۔ مصر ۔ سنه ۱۳٦۳ ۔ ج ۱۳ ۔ ص ۱٤۸ (۲) یه عربی طرز تعبیر هے ۔ اردو میں ایك شاعر نے اسی سے ملتا جلتا مفهوم اس طرح ادا کیا هے ۔

دم گھٹا جاتا هے اس تنگ مکان میں اے دل!
هائے تڑپ اور که تسکین ذری هوتی هے

نہیں رہ سکتا اس لئے اس کا باہر نکلنے کے لئے بے چین رہنا بالکل فطری ہے ۔ شـــدید جذبات کی گھٹن سخت تکلیف دہ انقباض پیدا کرتی ہے ۔ شعر گوئی سے یہ انقباض دور ہوتا اور ہیجان کی جگہ سکون و قرار قائم ہوتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایسی شعر گوئی کا مقصد تعلیم و تلقین نہیں ہوتا ۔ اس کے لئے دوسرے ذریعے ہیں ۔ اسی طرح صوفیوں کی شاعری سخن سنجوں کی آفریں و نفریں سے قطعاً بے نیاز ہوتی ہے ۔ ان کے لئے بحر و وزن کا قالب جوش و سرمستی کا ذریعہ اخراج ہے نہ کہ ذریعہ ابلاغ ۔ ایسی صورت میں ان بزرگوں کو صرف و عروض و نحو کے پیچ در پیچ قاعدوں سے بھلا کیا واسطہ ۔ یہ تو صاف کہتے اور برملا کہتے ہیں ؎

شعر می گویم بـہ از آب حیات

من نہ دانم فـاعلاتن فـاعلات

اور اگر بند و قید سے آزاد رہنے والے بزرگوں کو اپنے بے پایاں شوق و مستی کے اظہار کے لئے دکھنی جیسی زبان اختیار کرنی پڑے جو اپنے ارتقاء کی ابتدائی منزلیں طے کر رہی تھی تو پھر ان کے کلام کو سمجھنے میں جو دشواری پیش آئے گی اس کے لئے قاریوں کو پہلے ہی سے اچھی طرح تیار رہنا چاہیئے ۔

گفتار عشق و عقل

آپ جانتے ہی ہوں گے کہ اکثر صوفیہ کے نزدیک خود شناسی اور خدا شناسی کی منزل پر پہنچانے والا قریب ترین راستہ عقل نہیں بلکہ عشق ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تعلیل و تعقل کی پھیر میں نہ پڑئیے کہ ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود   پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اور راہ نمائے عشق کا یہ کہتے ہوئے استقبال کیجئیے:

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علت ہائے ما

چوں کہ ہر فرد کی علت بھی قدرتاً جدا جدا ہوتی ہے اس لئیے اس کا مداوا بھی ایک ہی طرح کے عشق سے نہیں ہوتا اس کی وجہ سے قدر مشترک ہونے کے باوجود ہر صوفی عشق کی وہی صورت اختیار کرتا ہے جو اس کے موافق مزاج ہے۔ اسی لئیے تو کہا گیا ہے کہ ع

عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام

اس صورت واقعہ کی بنا پر اگر کوئی شخص ہمارے صوفی معظم کے متعلق یہ سوال کرے کہ ان کے عشق کا کونسا مقام ہے؟ تو اس کا جواب خود انہوں ہی نے مندرجہ ذیل مثنوی کے ذریعہ دے دیا ہے۔ اس میں انہوں نے

بتایا ھے کہ : انسان کے دو پیدائشی ساتھی ھیں عشق و عقل ، عقل کہتی ھے : انسان آزاد و بے لگام نہ رھے بلکہ پابندی قبول کرے ، علم حاصل کرے ، اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کرتے ہوئے ھمیشہ سرگرم عمل رھے ۔ عشق کا تقاضہ ھے : انسان یار کے درشن میں محو رھے ، وصل کی لذت میں گم ھوجائے ، عزلت اختیار کرے اور عمر بھر سرمست و متوالا رھے ۔

معظم نے عشق و عقل کے تقابلی تقاضوں کی صرف ترجمانی کرنے پر اکتفا کی ھے ۔ دونوں میں توازن یا توفیق پیدا کرنے کی کوئی راہ نہیں سجھائی اور نہ واضح طور پر یہ بتایا کہ کونسا داعیہ قوی تر ھے ۔ اس طرح توفیق یا ترجیح کا فیصلہ قاریوں پر چھوڑ دیا ھے کہ وہ اپنے اختیار تمیزی سے کام لے کر اپنے سفر حیات میں جس کو چاھیں اپنا رفیق آپ منتخب کرلیں ۔ لیکن اس غیر جانب دارانہ موقف کے باوصف ذرا غور سے دیکھئے تو ان کا رجحان صاف نظر آ رھا ھے اور ان کا سارا کلام اس کی تصدیق کر رھا ھے کہ ؎

جب عقل کہی اٹھ معظم کام کر

اور عشق کہتا قادر سے مل آرام کر

تو انہوں نے عشق ھی کے مشورہ کو قبول کیا اور "قادر"

سے ملنے کے بعد آرام کرنا ھی پسند کیا ۔ جب کبھی استغراق و محویت سے بیدار و ھوشیار ھوے تو انہوں نے اپنے کلام کے ذریعہ ھر سننے والے کے کان پر یہ بات ڈالی کہ ـہ

جز یار کچھ دیکھو نکو جنت بھی کُئی گر دے تجھے
دونوں جہاں سے رخ پھرا ، دلبر سے دل لانا بھلا

اس طرح وہ اپنا تعارف آپ کرا دیتے ھیں پھر زبان حال سے بے تکلف فرماتے ھیں کہ اب جس کا جی چاھے میری طرف اپنی پینگ بڑھائے اور جس کا جی نہ چاھے وہ اپنا شوق کہیں اور پورا کرے ۔

جن لوگوں نے معظم کا ساتھ دیا ان سے تو ھم کو سروکار نہیں البتہ بحیثیت ایک متعلم تاریخ ھمیں یہ جاننے کی خواھش ھے کہ معظم کے جن ھم عصروں نے ان کی اس تلقین پر توجہ کی کیا وہ اپنے معاشرہ کے لئے اچھے ثابت ھوے یا برے؟ دونوں جہاں سے رخ پھرانے والوں کی روش انسانیت کے لئے مفید تھی یا مضر؟ اور آیا آرام لینے کے مجوزہ طریقہ نے زندگی کو خوش گوار بنایا یا ناگوار؟ راقم الحروف کا خیال ھے کہ جب تک معظم اور ان جیسے بہت سے بزرگوں کے کلام کا ایک معتد بہ حصہ منظر عام پر نہ آجائے ان سوالوں اور ان کے جوابوں کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھئے اور فی الحال یہ دیکھئے کہ اس مثنوی

کا ادبی وفنی حیثیت سے کیا درجہ ھے کیوں کہ اس وقت تو ہم اس کا مطالعہ ایك ادب پارہ کی حیثیت ھی سے کر رھے ھیں ۔

لفظی و معنوی حیثیت سے اردو زبان کا خمیر جن کلاسیکی زبانوں سے وجود میں آیا ھے ان میں سنسکرت و ھندی سے تو میں نا بلد ھوں اسی لئے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ آیا وھاں بھی کبھی عشق و عقل ایك دوسرے کے مقابل صف آرا ھوے ھیں یا نہیں ۔ عربی شاعری میں عشق و عقل کی رزم آرائی کا منظر تو دور و نزدیك کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آیا مگر فارسی شاعری میں عشق و عقل کی پیکار کا نقشہ کئی شاعروں نے کھینچا ھے ۔ یہ موضوع زیادہ تر طویل مثنوی کے ایك جزو کی حیثیت سے ملتا ھے ۔ اس سلسلہ میں فارسی ادب کے مورخوں نے سنائی (متوفی پانسو پینتالیس) کے عشق نامہ وعقل نامہ کا ذکر بار بار کیا ھے ۔

دکھنی شاعروں میں شاید سب سے پہلے محمد قلی قطب شاہ نے مستقل طور پر اس عنوان کی تحت ایك غزل لکھی تھی لیکن اس میں عشق و عقل کے تقابل سے متعلق صرف ایك ھی بیت ھے (دیکھئے دیوان مطبوعہ صفحہ تین سو سترہ) ۔ البتہ ملك الشعراء نصرتی نے "گلشن عشق" میں اس موضوع کا حق جس اعتدال ، باریك بینی، خوبی و فصاحت سے ادا کیا

ہے وہ باوجود مرور ایام بے عـــدیل و بے نظیر ہے ۔
اس کے دیکھنے کے بعد معظم کی درج ذیل مثنوی نسبتـا
بہت فروتر معلوم ہوتی ہے لیکن شــاید مختصر اور رواں
دواں ہونے کی وجہ سے یہی مثنوی زیادہ مقبول ہوئی
جس کا اندازہ اس طرح ہوتا ہے کہ قریبا چالیس سال پہلے
کی بات ہے کہ میرے ایک استاد مرحوم شرف الدین، مدرس
مدرسۂ دینیہ مسجد میاں مشک اپنے کھلنڈرے شاگردوں
سے ذرا خفا ہوتے تو ظرافت آمیز طنزیہ لہجہ میں کہتے:

تجھ عقل کہتی عـالموں سے یار ہو

اور عشق کہتا علم سے بے زار ہو

افسوس ہے کہ اب میرے یہاں کوئی ایسا ذریعـہ
نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ مرحوم کو آیـا
صرف یہی ایک شعر یاد تھا یا اس کے کچھ اور اشعار بھی ۔
چوں کہ مرحوم صوفی بھی تھے اس لئے خیال ہے کہ شاید
انہیں اور بھی شعر یاد ہوں ۔

بہر طور سوائے روانی کے اس مثنوی میں اور کوئی
فنی خوبی نہیں معلوم ہوتی مگر جیسا کہ آگے معلوم ہوگا
معظم کا دوسرا کلام ایسا معمولی درجہ کا نہیں ہے بلکہ
اسلوب وبیان کے اعتبار سے وہ اپنا ایک نمایاں مقام رکھتا
ہے ۔ اردو غزل میں سب سے پہلے شاید انہیں نے کثرت

سے تصوف کے مضامین باندھے اگر ایسا ہے تو اردو ادب کی تاریخ ان کا فضل تقدم تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

کلام معظم کی جزوی جزوی اشاعت کے سلسلہ میں گفتار عشق و عقل کو اسی لئے مقدم رکھنا ضروری تھا کہ اس کی حیثیت ان کے کلام کے تعارف یا پیش لفظ کی سی ہے۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ، نسخہ الف، اس بیاض سے منقول ہے جو میرے ایک دیرینہ کرم فرما نے مجھے مستعار عنایت فرمائی تھی۔

دوسرا نسخہ، ناقص الأول و الأوسط، نسخہ ب، ادارۂ ادبیات اردو میں محفوظ ہے۔ ملاحظہ ہو ادارہ کی فہرست مخطوطات جلد اول صفحہ دو سو پینسٹھ۔

قصیدہ

معظم نے جس جس صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے ان سب میں انہوں نے تصوف کے مسائل بیان کئیے ہیں یا پھر اپنے سلسلہ کے بزرگوں کی کرامتیں۔ حسب پسند یا حسب محل و موقع کہیں اس فن کے صرف چند مسائل سے ہی تعرض کیا ہے اور دوسرے مسائل ترك کر دئے ہیں اور کہیں بعض مسائل کی طرف اشارے کنائے کرتے ہوے دوسری جانب نکل گئے ہیں البتہ صرف ایك قصیدہ ایسا ہے جس میں انہوں نے اپنے طریقہ کی تعلیم کے جملہ افکار و اعمال مکمل طور پر بیان کر دئے ہیں۔ بعض صوفیوں اور فقیہوں وغیرہ کے طریقے کے پیش نظر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معظم نے خود ہی یا اپنے کسی رفیق کی فرمائش پر اپنے پیر بھائیوں کے لئے اپنے سلسلہ کی تعلیم کا ایك مجمل لیکن جامع خلاصہ منظوم کردیا ہے تاکہ جو لوگ تفصیلات میں پڑے بغیر پوری تعلیم و طریقۂ تعلیم سے واقف ہونا چاہیں وہ اس قصیدہ پر ایك نظر ڈال لیں اور راہ سلوك طے کرنے کا ارادہ کرنے والے مبتدی اس کو حفظ کر لیں شاید اسی وجہ

ہے معظم نے اس میں قصیدہ کے قدیم سے چلے آنے
والے اجزاء جیسے تشبیب و گریز وغیرہ کی پابندی کرنی
غیر ضروری سمجھی اور قصیدہ کو طول دینے کی بجائے
مطلع ھی میں بتا دیا کہ ع محبو! فرض ھے بوجھنا اسم
اللہ اکبر کا، اور آگے صرف اکیس ابیات میں تصوف کا
لب لباب پیش کر دیا۔ اس طرح اس قصیدہ کی حیثیت گویا
ایک ایسے متن کی ھے جس کی تشریح و تفسیر کے لئے اور
کئی نظمیں لکھی گئیں۔ حقیقت یہ ھے کہ معظم کے پورے
نظام فکر کو سمجھنے کے لئے یہ قصیدہ اجمالی تعارف کا کام
دیتا ھے۔ اس کو ان کے کلیات کا ایک ایسا منظوم مقدمہ
تصور کیجیے جس میں انہوں نے مختصر طور پر وہ سب
کچھ کہہ دیا ھے جس کو انہوں نے دوسرے اصناف سخن
میں تفصیل سے بیان کیا ھے۔ موضوع سے متعارف ھو جانے
اور مقدمہ دیکھ جانے کے بعد معظم اپنے قاری سے بزبان
میر یہ کہہ سکتے ھیں کہ: (بتصرّف)

دیکھا تو ھوگا نظر مبارک سے حال میر
اس پر بھی جی میں آئے تو دل کو لگائیے

قصیدہ پر نظر ڈالتے ھوئے یہ واقعہ یاد رھے کہ
تصوف جیسے دقیق، قدیم و وسیع فن میں اصطلاحوں کی

جہات لازمی ہے خلاصہ میں اس کی کثرت نو تا گزیر ہے چناں چہ اس قصیدہ میں بھی اصطلاحیں اتنی زیادہ تعداد میں آئی ہیں کہ اکیس ابیات کا قصیدہ صرف اصطلاحوں کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے ۔ ایسے الفاظ بھی اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں جو بظاہر اصطلاحیں نہیں معلوم ہوتے مثلاً زاہد کے معنی صرف حرص و لالچ ہی کا ترک کرنے والا نہیں بلکہ اس میں خدا کی یاد سے اپنی غفلت کو دور کرنے اور اپنی ہستی کے شعور کو ترک کرنے والے کے بھی ہیں ۔ وقس علیٰ ھذا ۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس قصیدہ کے موجودہ قاریوں میں شاید ہی کوئی ایسے بزرگ نکلیں جو تصوف کو اس ذریعہ سے سمجھنا چاہیں ۔ اسی حسن ظن یا سوء ظن کی وجہ سے قصیدہ میں آئی ہوئی اصطلاحوں کی تشریح ضروری نہیں معلوم ہوتی ۔ جہاں جہاں قرآنی آیتوں کا ذکر آیا ہے ان کے مکمل حوالے درج کر دئیے ہیں اور اگر بفرض محال کسی صاحب کو اس قصیدہ میں بیان شدہ تصوف سے دلچسپی ہو اور وہ اس میں آئی ہوئی اصطلاحوں کے معنی متعین کرنا چاہیں تو وہ معظم سے قریب تر زمانہ کے ایک بزرگ محمد حیات متوفی بارہ سو اکاسی ہجری کے رسالوں سے رجوع کر سکتے ہیں جو اردو (دکھنی)

میں لکھے گئے ہیں ۔ ان کے بائیس رسالے " مصباح الہیات " کے نام سے کئی مرتبہ چھپے ہیں ۔ ہمارے سامنے وہ نسخہ ہے جو بمبئی سے سنہ تیرہ سو سولہ میں چھپا تھا ۔

اس قصیدہ کا متن جن دو مخطوطوں پر مبنی ہے اس کی تفصیل یہ ہے ۔

الف : کتب خانہ مختاریہ (سالارجنگ) میں معظم کی ایک مثنوی "کنج مخفی" کے چار نسخے ہیں ۔ ان میں سے ایک نسخہ وہ ہے جس کا نشان ہاشمی مرحوم کی فہرست میں دوسو اکتالیس اور اسی کتاب خانہ کے دار المطالعہ میں رکھی ہوئی قلمی فہرست میں ایک سو انچاس ہے اور یہ نسخہ فن تصوف میں شامل ہے ۔ اس نسخے میں جہاں "کنج مخفی" کا متن ختم ہوتا ہے وہیں سے یہ قصیدہ شروع ہوتا ہے ۔ (اور پھر قصیدہ کے اختتام پر " الف نامہ " شروع کیا گیا ہے ۔ یہ بھی معظم کی ایک نظم ہے جس کا صحیح نام " نظم سی حرفی " ہے ۔ اس میں جملہ اٹھائیس ابیات ہیں ۔ حروف تہجی کے اعتبار سے ہر بیت ایک نئے حرف الف، ب و ت الخ سے شروع ہوتی ہے ۔ اس کے دوسرے نسخوں کی تفصیل اس کی اشاعت کے وقت کی جائے گی) ۔

ب: قصیدہ کا دوسرا نسخہ معظم کے دیوان (ناقص) میں ہے۔ دیوان کا یہ نسخہ کتب خانہ مختاریہ میں ہے۔ ناقص جلد بندی کی وجہ سے اوراق الٹ پلٹ ہو گئے ہیں۔ رکابوں سے سلسلہ ملایا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست ہاشمی صفحہ ۳۸۳۔

استقامت متن کے سلسلہ میں درج ذیل رموز استعمال کئے گئے ہیں:

خت: خارج از تقطیع۔
خك: خطائے کتابت۔
ضش: ضرورت شعری۔

گنج مخفی

اگر آپ نے معظم کا قصیدہ دیکھ لیا ھے تو پھر آپ کو ''گنج مخفی'' (چھپا خزانہ یعنی راز حیات و سرّ کائنات) سے متعارف ہونے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی کیوں کہ اس میں انہیں باتوں کی توضیح کی گئی ھے جو اجمالاً قصیدہ میں بیان کی گئی تھیں۔ اس میں نصاب تصوف کی توضیح تو فی الجملہ مختصر سی ھے مگر اس کے تعلیم پانے والوں کی خصوصیتیں تفصیل سے بتائی گئی ھیں کہ جب سالك شریعت و طریقت کی راہ پر چل پڑتا ھے تو اس کی کیا حالت ہوتی ھے، حقیقت و معرفت تك پہنچتا ھے تو کیا کیفیت ہوتی ھے۔ منزل ناسوت و ملکوت و جبروت و لاھوت میں اس پر کیا کیا احوال طاری ہوتے ھیں اور دوران سلوك میں ھر ھر منزل پر جو کئی کئی مقام آتے ھیں وھاں اس کا قیام کیسا رہتا ھے وغیر ذلك۔

مثنوی کی ترتیب و تنظیم پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ھے کہ حمد و نعت و مدح و منقبت تك شاعر کا جوش کسی نہ کسی حد تك آداب شاعری کو ملحوظ

رکنہ سکا لیکن چھبیس ستائیس ابیات کے بعد ھی جوش کی فراوانی نے سارے حدود توڑ دیئے اور نظام مضامین درھم برھم ھو گیا۔ مصرعوں اور بیتوں کی روانی کا یہ عالم ھے کہ جب تك نظم ختم نہیں ھو جاتی کہیں رکاؤ ٹکاؤ کی نوبت ھی نہیں آنے پاتی اور خواہ کچھ سمجھ میں آئے یا نہ آئے قاری آخر تك پڑھتا ھی چلا جاتا ھے۔

معظم نے آخر آخر میں فرمایا ھے:

امرِ نبی کے یہ کھولا ھوں میں

یہ سب ڈیڑھ سو بیت بولا ھوں میں۔

معظم جیسے صوفی شاعر کے طبعی جوش و خروش پر امرِ نبی نے وھی کام کیا جو سمندِ شوق پر تازیانہ کیا کرتا ھے۔ چناں چہ انہوں نے چھپے خزانے کے دروازے بلا تاخیر جلد جلد کھول دیئے۔ دیکھنے یا داخل ھونے والے جدھر سے چاھیں جیسا چاھیں داخل ھوں اور اپنے اپنے ذوق و ظرف کے مطابق بہرہ ور ھوں۔

گنج مخفی کا متن جن نسخوں کی مدد سے مرتب کیا گیا ھے ان کی تفصیل یہ ھے۔

نسخہ الف : کتب خانہ مختاریہ (سالار جنگ)۔ ملاحظہ ھو فہرست ھاشمی صفحہ دو سو۔

نسخہ ب : ادارۂ ادبیات اردو۔ دیکھیے فہرست جلد اول صفحہ ایك سو اڑتالیس۔ نیز جلد سوم صفحہ دو سو اکاسی۔

یہ نسخہ ناقص الاول ہے ۔ اس کی ابتداء وہاں سے ہوتی ہے ۔ جہاں دوسرے نسخوں میں بیسواں شعر یعنی ع
دیکھو حق سوں رھتے ایں بے نیاز ۔ الخ ہے ۔

ج : کتب خانہ مختاریہ ۔ دیکھیے فہرست ہاشمی صفحہ دو سو ۔

اس نسخہ کا عنوان "گنج مخفی" کے ساتھ ساتھ آزاد نامہ گفتار معظم بھی لکھا گیا ہے ۔

د : ایضا صفحہ دو سو ایک ۔

ہ : " " "

موجودہ متن کی ترتیب میں ان پانچوں نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے ۔ ان کے اختلاف قراءت حاشیہ میں بتا دئے گئے ہیں ۔

ملحوظہ : انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے مخزونہ اردو مخطوطوں کی ایک نہایت معمولی برائے نام سی فہرست انجمن کے سہ ماہی رسالہ "اردو ادب" بابتہ سنہ ۱۹۵۳ ء (؟) میں چھپی ہے ۔ اس میں "آزاد نامہ معظم" نامی ایک مخطوطہ بھی بتایا گیا ہے ۔ اور بلا تعین مصنف "گنج مخفی" نامی و عنوان بھی لکھے گئے ہیں ۔ وضاحتی فہرست کا مدت سے انتظار ہے ۔ اس کے چھپ

جانے کے بعد ھی متعین طور پر کچھ کہا جا سکے گا کہ آیا یہ وھی آزاد نامہ یا کنج مخفی ہے جو یہاں شائع کیا جا رہا ہے یا یہ کوئی اور ھی کتابیں ھیں۔

عزیز کریم جناب معین الدین صاحب عزمی سلمہ نے مخطوطوں کے پڑھنے وغیرہ میں راقم الحروف کی غیر معمولی امداد کی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

ابو النصر محمد خالدی

۲۷ محرم سنہ ۱۳۸۵ ھ

م ۲۹ – ۵ – ۱۹٦۵ ع

گفتار عشق و عقل

از

معظم

(بحر رجز مسدس سالم)

۱ مجھ حق دیا ھے پیار کر دیکھ یار دو
اك عشق دوسرا عقل ھے دلدار یو

۲ مجھ عقل کہتی علم پڑھ لکھنے کو سیکھ
اور عشق کہتا درس کا جا مانگ بھیك

۳ مجھ عقل کہتی عالماں سے یار ھو
اور عشق کہتا علم سے بیزار ھو

۴ مجھ عقل کہتی صوم اور کرنا صلات
اور عشق کہتا حق سے مل پانا نجات

الف میں ھر جگہ عقل کا فعل مذکر لایا گیا ھے یعنی عشق کہتا اور عقل کہتا۔

۱۔ ب = ندارد۔

۲۔ ب = مجھ عقل کہتی علم پڑھ لکھنا سیکھ۔

۴۔ ب = ندارد۔ الف میں اس کے بعد صرف ایك مصرع یوں ھے:

عقل کہتا قصد کر دینا ملا

پھر اس کو زیر خط کر دیا گیا ھے!؟

۵ مجھ عقل کہتی باندزن کر نام سوں
اور عشق کہتا کام لے تو جام سوں

٦ مجھ عقل کہتی کام کرنا ہے ثواب
اور عشق کہتا رات دن پینا شراب

٧ مجھ عقل کہتی شہ سے مل انعام لے
اور عشق کہتا ہے سو دولت چھوڑ دے

٨ مجھ عقل کہتی نفس اندھا ہے بری
اور عشق کہتا چھوڑ پیری فقیری

---

۵ - باندزن : عقد ازدواج کا ترجمہ - یعنی بیاہ کر تاکہ اولاد ہو اور تیرا نام باقی رہے - الف میں " کر نام " کی بجائے " نیک نام " ہے ۔

٦ - ب = " صواب " - اس روایت سے بھی شعر بامعنی ھی رھتا ہے لیکن ثانی مصرع کے لحاظ سے " ثواب " زیادہ مناسب ہے جیسا کہ الف میں ہے -

٨ - الف = ندارد - اور ب میں اس طرح ہے : (ناموزوں)

مجھ عقل کہتی نفس اندھا ہو کے ہے بیری
ہور عشق کہتا چھوڑ دے پیری فقیری

استقامت وزن کے لئے " فقیری " کے قاف کو بالسکون اور یائے اول کو متحرک پڑھا جائے -

۹ مجھ عقل کہتی سیکھ کچھ کیا گری
اور عشق کہتا چھوڑ کر بازی گری

۱۰ مجھ عقل کہتی زر خرچ کر لے قضا
اور عشق کہتا چڑ کے تازی کر غزا

۱۱ مجھ عقل کہتی الٰہ معظم کام کر
اور عشق کہتا قادر سے مل آرام کر

---

۹ ۔ کیا گری ۔ کیمیا گری ۔ کیمیا کے دوسرے یا کی تخفیف براۓ وزن ھے ۔

۱۰ ۔ یعنی غزوہ میں اپنی طرف سے کسی اور کو رقم دے کر " حج بدل " کی طرح " غزوہ بدل " کر دے ۔ اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈال ۔ بشرطیکہ یہ شعر ایسا ھی ھو جیسا کہ نقل کیا گیا ھے ۔

الف میں کہیں ' ھور ' کہیں ' اور ' ۔ اسی طرح کہیں ' سوں ' کہیں ' سیں ' اور ' سے ' ۔ یہاں ھر جگہ " اور " و " سے " رکھا گیا ھے ۔

قصیدۂ معظم

(بحر ہزج مثمن سالم)

۱ محبّاں فرض ہے بوجھنا امرُ اللہُ اکبر کا
جو اَفلا تبصرو بولیا سو کیا ہے رمز دلبر کا

۲ لوازم سب ہو آیا ہے پچھانت پانچ کر چکنا
جو یاں اندھا سو واں اندھا خبر ہے روزِ محشر کا

۳ غرض ہے پھر کے آنا نیں اسی تے عرض کرتا ہوں
نباڑا بیگ کر لینا عزیزاں پیش ، بستر کا

---

۱ - ع ۱ - بوجھنا : استقامت وزن کیلئے بُجھنا پڑھیے ،
ع ۲ - افلا بر وزن اکلا - ضش -

امر اللہ سے سورۃ الاسراء کی آیت نشان پچاس مراد ہے -
یعنی '' یسئلونك عن الروح ط قل الروح من امر ربی الخ '' -

أفلا تبصرو'' تنزیل میں أفلا تبصرون الخ تین جگہ ہے :
(۱) القصص - آیت نشان ۷۲ - (۲) الزخرف - آیت نشان ۵۱ -
(۳) الذاریات - آیت نشان ۲۰ و ۲۱ ' معظم کا اشارہ اسی آیت کی طرف ہے -

۲ - ''جو یاں اندھا الخ'' اس سے سورۃ الاسراء کی آیت نشان ۷۲
مراد ہے یعنی '' و من کان فی هذه اعمی الخ '' -

۳ - ع ۲ - نباڑا - اهتمام - انصرام -

٤ جو طالب طلب دھرتا ھے خدا سوں وصل ھوتا کر
پٹی پڑہ مَن عَرَفَ کے ھور درس لے راہ راھبر کا

٥ مقاماں ھور منزل کو جو لیاوے چار رھبر سوں
رفیق ایسا اچھے رَہ پر جو واقف خیر ھور شر کا

٦ نَفَس دل روح سوں تجھ کوں کرے پرنورسوں اشنا
سو بعد از نور میں دیکھے تو دستا ذات انور کا

٧ اول زاھد سوں عارف ھو سو بعد از عاشقِ واصل
وزاوُل ور اھے درجہ (جو) چل کو باٹ سَرور کا

٨ ھوا نیں حق سنتے واصل علِمَ تحصیل کیا تو کیا
پچھانت ایک نکتہ ھے عبث کیا کام دفتر کا

---

٤ - ع۲ - پٹی - اصلاً بتشدید تائے ھندی (یہاں ضرورتاً بتخفیف) بچوں کو پڑھانے کے لئے مستطیل تختی جس پر حروف لکھے یا کھدے ھوے ھوں - "مَن عرف" اشارہ ھے صوفیہ کے قول کی طرف "من عرف نفسه فقد عرف حقه یا ربه" -

٦ - ع۱ - نفس بروزن عبث ، اشنا - آشنا -

٧ - ع۲ - وراول ور: وراہ الوراہ - ب = ... جو چلے سو راہ سرور کا - اس کے بعد اسی میں ایک اور بیت اس طرح ھے :

ھو مشھود دیکھتا کھتے ھیں برزخ کبری (ناموزوں)
اسی سے اس کو پاتا ھے یہ مشھور قول حیدر کا

٨ - ع۱ - علم - بحرکتین ، تحصیل کی یا - خت -

۹ زهد کر زاهداں مرنے تجبہ ہے مشرب رنداں
تفکر ساعت کا کرتے عبادت برس ستّر کا

۱۰ فنا فی اللہ هو اوّل توں و شاهد هو رهنا باقی
نقابِ کبریا میانے وصل ماو منوّر کا

۱۱ کِتَك عوّام کہتے هیں جو ظاهر دیکھنا حق کوں
جو کچھ دستا سو فانی هے کنا کیوں روپ یاور کا

۱۲ بجز دیدار ای سالك! نه منگ فردوس هرگز توں
بهت سب میں تفاوت هے مونّث هور مذکّر کا

۱۳ امید لا تقنطو کی رکھ نه کر کچھ فکر هرگز توں
وہ مالك هے دو عالم کا وہ رازق بحر هور بر کا

۱۴ شهادت پانچ تن سوں هو جو بانچے تو کتے شهدا
لقب عشاق اس کا هے وہ محرم رازِ دلبر کا

---

۹ - ع۲ - ساعت کا عین - خت -

۱۱ - ع۱ - عوام بتشدید واؤ - ضش -

۱۳ - ع۱ - امید کی یا - خت - ب = ... فکر ای سالك -
"لا تقنطوا" اشارہ هے سورۃ الزمر کی آیت نشان ۳۹ و ۵۳
کی طرف -

۱۴ - ع۱ - باچنا: بولنا، گفتگو کرنا - ب = شهادت چهارتن
سوں الخ -

۱۵ قتل کر پانچ موذیاں کوں ایذا تج نیں دیے تب لك
نکل شش جہت سوں باھر لے مارگ لا مکاں گھر کا

۱۶ نہ پڑ شش غفلتاں میں توں اگر ہے عاشق صادق
کدھیں پنج گنج پاوے توں تو مالك ھفت کشور کا

۱۷ حدود العلم حتّی یعرف اللہ کر خبر دیتا
نگہ کر تو بطوں میں تو جو ھوے تج کشف برتر کا

۱۸ نفی کر سات مستیاں کوں جو ھوے اثباتِ حب مولا
قُرب کا محل پاوے تو وہ صاحب تخت افسر کا

---

۱۵ - ب = نکل شش جہت سوں خارج لے ملك لا مکان برکا(؟)۔

۱۶ - ع۲ - پنج کا نون - خت - ع۱ - ب = نکل شش غفلتاں سوں توں اگر الخ - ع۲ - ب = کہیں پنج گنج الخ۔

۱۷ - الف و ب = حدود العلم .... خبر دیتا ہے حق تجھ کو۔ " ہے حق تجھ کو " قطعاً زائد اور خطائے کتابت ہے۔ " حدود العلم حتی یعرف اللہ " علم کی حد یہ ہے کہ انسان اللہ کو جان لے - یہ قرآن یا حدیث رسول اللہ صلعم کا کوئی ٹکڑا نہیں ہے بل کہ کسی صوفی کا قول ہے۔

۱۸ - ع۲ - قرب بحرکت رائے مہملہ - ضش۔

۱۹ هوا ترلوک پر غوغا کہ ثانی آئیا یوسف
نویلا لال قادر شاہ صورت لے سب پیمبر کا

۲۰ وهی هر راہ دکھلانے امین الدین هو آیا
وہ شافع روزِ محشر ہے وہ ساقی حوضِ کوثر کا

۲۱ معظم تو بندہ ہو رہ، خدا ہوتا تو مشکل نئیں
سمجھ محیط مطلق کوں مدد لے داد داور کا

---

۱۹ - ع۲ - صورت کا واؤ - خت - ب = نویلا شہنشہ
قادر ولی صورت سب پیمبر کا - خلک -

۲۱ - ع۱ - بندہ کا نون - خت - ع۲ - محیط کی حائے حطی
مشدد - ضش -

گنج مخفی

از

معظم

(بحر متقارب مثمن سالم، عروض و ضرب، حسب ضرورت
کہیں محذوف، مقصور وغیرہ)

١ الٰہی تُہیں نادرِ ذو الجلال
تو صاحب جمیلُ یُحبُّ الجمال

٢ سمیعٌ بصیرٌ علیمٌ حکیم
تو خالق تو رازق رؤفُ الرّحیم

٣ تو دانا تو بینا علّامُ الغیوب
تو مومن مُہیمن کَشّافُ القلوب

الف: مختاریہ (سالار جنگ) نمبر ٢٤٠ از روئے فہرست
ہاشمی و نمبر ١٤٨ فہرست قلمی –

بے: ادارۂ ادبیات اردو – ٦٥٥ – فہرست ج ١ ص ١٤٨
و ج ٣ ص ٢٨١ –

جیم: مختاریہ ٢٤١ ہاشمی – ١٤٩ قلمی –

دال: مختاریہ ٢٤٣ ہاشمی – ٢٧ قلمی –

ہ: مختاریہ ٢٤٢ ہاشمی – ١٥٠ قلمی –

٣ – دال = ندارد –

٤ منگا دیکھنے آپ قدرت منے
نپا کر تو دیکھا ہے خلقت منے

٥ نکل شوق سوں گنج مخفی کے بہار
رسول ہو کے آیا ہے تو آشکار

٦ محمد کے کر نور کا آئنہ
اُسی آئنہ میں کیا معائنہ

٧ نبی کو بنایا اپس نور سوں
دیا روشنی سب کو اس سور سوں

٨ نبی کو خلافت دی نائب کیا
نبی کو کیا خاتم الانبیا

٩ نبی کے مقرّب دیا چار یار
انھے یار دل دار وہ غم گسار

١٠ نبی کا نیابت علی کو دیا
علی کو تو شاہِ ولایت کیا

١١ علی کے دیا ہات جب ذوالفقار
ہوا دین تب سوں دیکھو آشکار

---

٤ ـ بے = بناں کر الخ ـ جیم = بنا کر الخ یعنی بتقدیم بائے موحدہ ـ
٥ ـ جیم = رسول ہو کے آیا ہے تو اس بچار ـ
٧ ـ دال = نپایا ـ نون کے بعد بائے فارسی ـ
٩ ـ جیم = ندارد ـ
١٠ ـ بے و دال = ولایت خلعت علی کو دیا ـ

۱۲ کسی پر کرم کر تو شاہی دیا
کسے تخت تو مرغ ماہی دیا

۱۳ کسے ملک دے کر کیا ہے امیر
کسی کو کیا ہے فقیر و حقیر

۱٤ کوناکون خلقت بنایا ہے تو
عجائب غرائب بنایا ہے تو

۱۵ ولے بے نوا کا عجب جوگ ہے
عجب جوگ بل بھوگ سنجوگ ہے

۱٦ چمن میں سو جیوں سرو شمشاد ہیں
فقیروں کمنے یونچہ آزاد ہیں

۱۷ فقیری پہ قائم ہے وہ مستقیم
امر جیوں کئے ہیں نبی الکریم

۱۸ اللہ کو وہ دنیانچ میں دیکھتے
وہ دیکھے ہیں تو ایك کر لیکھتے

---

۱۳ ۔ الف = کسے ملك میں دیکھ کیا ہیں امیر ۔

۱۵ ۔ جیم = دونوں مصرعوں میں جوگ کی بجائے چوك ، بجیم فارسی ۔

۱٦ ۔ دال = چمن میں سرو جوں کہ شمشاد ہے ۔

۱۷ ۔ دال = بہ

فقیری بہ قائم ہے وہ مستقیم امر جو کئے ہیں نبی الکریم

۱۸ ۔ دال و جیم = ندارد ۔

۱۹ امر ہے خدا کا تو دنیا میں دیکھ
میں منگتا ہوں اکثر فقیروں کی بھیک
۲۰ میں پھرتا ہوں عالم میں جیوں ہے قمر
سو جیوں چودویں رات دِستا چندر
۲۱ نبی کی مجالس میں رہتے ہیں وہ
چھپے راز تب کھول کہتے ہیں وہ
۲۲ نبی کے مقرّب چہار یار ہیں
سچے اوج اصحابِ کُبّار ہیں
۲۳ ابابکر اور عمر عثمانؓ مل
علی اور نبی سوں انھے ایک دل
۲۴ علی کی ولایت کو حق جانتے
بجز پانچ تن کس کو نَیں مانتے

---

۱۹ ۔ جیم = امر یو خدا الخ ۔ اورؔ دال میں یوں ہے ۔
امر ہے خدا کا تو دنیاں میں دِکھن
میں پھرتا ہوں اکثر فقیروں کے سنگ
۲۰ ۔ جیم و ہ = ... دسیا چندر ۔ بصیغۂ ماضی ۔
۲۱ ۔ جیم = مجھے راز تو . . . . ۔
۲۲ ۔ الف = ۔
نبی کے مقرب یہی چار ہیں سمجھتے وہ اصحاب کبار ہیں
۲۳ ۔ جیم = ندارد ۔

۲۵ وہ برحق سمجھتے ھیں بارہ امام
دل و جاں سوں بھیجو درود و سلام

۲٦ سچا پیر ان کا محی دین ھے
کتسے میر ان کا محی دین ھے

۲۷ بہت یار ان میں تو چشتی اھیں
دنیا دین کے سچ وہ بشتی اھیں

۲۸ ھر یک خانوادے میں طالب ھیں وہ
ھر یک علم میں توجہ غالب ھیں وہ

۲۹ وہ شہ بانوا سچ ھیں قدرت منے
دیکھو کیوں وہ رھتے ھیں غربت منے

۳۰ سدا فقر و فاقہ تو دن رات ھے
برگ بے نوائی پہ اوقات ھے

۳۱ دنیا دین سوں کام دھرتے نہیں
کبھی حق کو بے زار کرتے نہیں

۳۲ دیکھو حق سوں رھتے ھیں کیوں بے نیاز
سدا حق ھے ان سوں اپیں با نیاز

---

۲۹ - جیم و ھ = و شہ بے نوا الخ -

۳۱ - بے و دال = کدھیں حق الخ -

۳۲ - بے = دیکھو حق ھے ان پر الخ -

۳۳ مربّی کی خدمت فرض جانتے
مربّی کو معبود کر مانتے

۳٤ حضوری سوں غائب وہ ہوتے نہیں
عبث دم وہ نا چیز کھوتے نہیں

۳۵ ہر یک شئے منے ایک کو دیکھتے
اُسی ایک میں سب کو او لیکھتے

۳٦ نفی کر اَپس کو مربّی مَنے
مربّی کو دیکھے ہیں ربّی کَنے

۳۷ اگر کوئی ہوتا ہے فانی فی اللہ
وہ رہتا ہے حق ہو کے باقی باللہ

۳۸ عبادت وہ باطن میں کرتے مدام
سدا صوم باطن میں دھرتے مدام

---

۳٤ - جیم و دال = حضوری سوں وہ غائب تو ہوتے نہیں (ناموزوں)
اور دوسرا مصرع صرف جیم میں اس طرح ہے:
عبث دم وہ ناحق تو کھوتے نہیں

۳۵ - جیم = ہر یک شئے منے ایکوں دیکھتے -
دال = ہر یک شئے منے یک کوں یک دیکھتے -

۳٦ - الف و ہ = ... ربی منے -

۳۷ - الف و دال و ہ = اگر کوئی جو ہوتا الخ -

۳۸ - جیم = سدا جیو باطن الخ -

۳۹ زبان سوں تو وہ ذکر جلی کریں
وہ دل میں سدا اپنے قلبی دھریں

۴۰ کریں ذکر روحی وہ اِت شوق سوں
وہ رهتے هیں سِرّی مَنے ذوق سوں

۴۱ خفی حال دائم هے ان پر مدام
فقیری دسے نِت اونو پر تمام

۴۲ شریعت تو ان کا دیکھو قال هے
طریقت انو کا تو اَفعال هے

۴۳ حقیقت هے احوال ان پر مدام
دیکھو معرفت سب کھولیا هے تمام

۴۴ اول سیر کرتے هیں ناسوت کا
وہ تب ذوق لیتے هیں ملکوت کا

۴۵ همیشه وہ رهتے هیں جبروت میں
کدیں جا کے بستے هیں لاهوت میں

---

۳۹ ۔ بے = نہاں سوں تو الخ ۔
جیم = سدا دل میں اپنے وہ قلبی دھریں ۔
الف = جلی کرے ، قلبی دھرے ۔ بصیغۂ واحد ۔
۴۰ ۔ جیم = ... روحی اولٹ شوق سوں ۔
بے = ... روحی اونا شوق سوں ۔
۴۲ و ۴۳ ۔ الف = ندارد ۔

٤٦ انوکا وهاں لك تو سرحد اهے
جہاں باجتا گهانٹ آن حد آهے

٤٧ هر یك کے وجوداں کتے چار هیں
شجر جیوں ثمر سات پُر بار هیں

٤٨ هر یك تن سو یك راه جاتی هے چل
تو مشکل کتے ان په هوتا هے حل

٤٩ سفر دیکھ ظاهر تو بیٹھے هیں او
ولے سیر باطن میں کرتے هیں او

٥٠ وه کرتے هیں باطن میں روزه نماز
کُهلا هے انوں پر تو راز و نیاز

٥١ بجز ان کو رویت تو کچھ کام نیں
بجز حق کو دیکھے کے آرام نیں

٥٢ کریں فکر یك مین وه درس کا
عبادت ادا هے ستّر برس کا

---

٤٧ ـ دال و ه = ... گهانٹ وهاں حد هے ـ
٤٨ ـ دال = هر یك تن سوں جاتے هیں یك راه چل ـ
٤٩ ـ الف = ... ظاهر تو پهرتے الخ ـ
دال = ظاهر میں پهرتے الخ ـ
٥٠ ـ دال = او باطن میں کرتے هیں روزه نماز ـ
٥٢ ـ دال = ... یك پل میں الخ ـ

٥٣ اسی قوم میں دیکھ اصحاب ہیں
اسی قوم میں قطب اقطاب ہیں

٥٤ اسی قوم میں دیکھ ہیں اولیا
اسی قوم میں دیکھ ہیں اتقیا

٥٥ نفی سات مستیاں کو کرتے ہیں وہ
بقا ایک مستی سو رہتے ہیں وہ

٥٦ اسی ایک مستی میں رہتے سڑک
کتے توچہ بے قید ہیں بے دھڑک

٥٧ گدا بادشا توچہ کہتے ہیں دیکھ
غنی ہو کے عالم میں پھرتے ہیں دیکھ

٥٨ ہمیشہ وہ قلاش مفلس رہیں
نہ وہ حال اپنا کسی سے کہیں

٥٩ دیکھو اپنے بستر کو چھتر کتے
وہ چھتر سوں برتر ہے بہتر کتے

٦٠ وہ رزّاق رازق ہے ان کا دھنی
تو مخلوق کو دیکھ ہوتے غنی

---

٥٣ ۔ دال = دونوں مصرعوں میں "قوم" کی بجائے "وقت" ۔
٥٧ ۔ بے = غنی ہو کو عالم میں رہتے ہیں دیکھ ۔
٥٨ ۔ جیم = " قلاش " کی بجائے " قلانچ " ۔

٦١ مجرّد رهو کر هے قرآن میں
مفرّد رهو کر هے فرقان میں

٢٦ جریدے مجرّد هو رهتے هیں دیکھ
هو غُل غُش سو فارغ مفرّد هیں دیکھ

٦٣ نہ چِلّہ دهریں اور نہ نقشاں بهریں
نہ مالا جپیں وہ نہ تسبیح کریں

٦٤ نہ کرتے کدیں دیکھ او کیمیا
نہ لیتے کدیں نام او سیمیا

٦٥ نہ دارو کریں کِس کی هو کر حکیم
سمجھتے هیں حق کو غفور الرحیم

٦٦ نہ کهیتی کریں وہ نہ سینچیں مَلا
بجز بهیك دیگر نهیں کچھ حیلہ

٦٧ زراعت کریں مزرعہ الآخرہ
تجارت کریں مِلّتُ الباهرہ

٦٨ نہ وہ علم پڑھتے نحو صَرف کا
سدا درس اپنے هیں مَنْ عَرَفَ کا

---

٦١ ـ دال = ندارد ـ
٦٤ و ٦٥ ـ بے = ندارد ـ
٦٦ و ٦٧ ـ جیم = ندارد ـ اور دال میں دوسرا مصرع یوں هے:
بجز بهیك ان کو نهیں کچھ بهلا ـ "مزرعہ" بحذف هاے هوز پڑهیے ـ
٦٨ ـ بے = سدا علم پڑهتے الخ ـ جیم = سدا درس پڑهتے الخ ـ

٦٩ وہ تعویذ طومار کرتے نہیں
کرامت دکھا پیٹ بھرتے نہیں

٧٠ ترك کر کے سب کفر اسلام کو
کہے ھیں مربیؔ کے یك نام کو

٧١ نہ مہدی نہ سنی نہ وہ خارجی
نہ دھری نہ یزدی نہ وہ رافضی

٧٢ فقیری دیکھو ان پہ کیا بار ھے
یو رندی انو پر سزاوار ھے

٧٣ نبی نے کہے ان کو مذھب نہیں
یو صوفی ھیں مذھب سوں مطلب نہیں

٧٤ کرہ میں تو وہ جیف نیں باندتے
بیاباں میں جنگل میں تو ناندتے

---

٧٠ - جیم = ترك دیکھ سب الخ - جیم و دال = دوسرے مصرع میں " کہے ھیں " کی بجائے " رکھیں ھیں " -

اسی شعر یعنی (٧٠) کے بعد صرف دال میں ایك بیت یوں ھے -

خدا کا فرض یو بڑا کام ھے
نبی کا امر یوچہ اسلام ھے

٧١ - جیم میں یزدی کی بجائے زیدی اور دال میں ضدی -

٧٤ - دال = . . . تو جیفہ نہیں باندھتے -

۷۵ برابر نزیك ان کے شاہ و گدا
گدا پر نظر کر کریں بادشا

۷٦ سدا چار تن سوں وہ ہو کر شہید
کتے حق سوں پاتے ہیں خلعت جدید

۷۷ دوبارہ تو وہ کوئی مرتے نہیں
کتے توچہ مرنے کو ڈرتے نہیں

۷۸ نبی پر ہوے ہیں وہ شیدا کتے
لقب توچہ عالم میں شہدا کتے

۷۹ کتے توچہ ملتے ہیں معبود سوں
وصل توچہ پاتے ہیں موجود سوں

۸۰ وہ ظاہر تو ہیں رندِ ملحد نماں
و لیکن ہے باطن میں امن و اماں

۸۱ یو ظاہر لئے بھیك بھگوان کا
ولے کھیل باطن میں سبحان کا

۸۲ مقرب سدا حق سوں رہتے ہیں وہ
وہی حال اور قال رکھتے ہیں وہ

---

۷٦ ـ دال = کتے توچہ پاتے الخ ـ
یہاں سے اسی نسخہ یعنی دال میں تین ابیات کی تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے ـ

۸۱ ــ بے = یو ظاہر دسے بھیك الخ ـ بے و جیم و دال میں :
ولے کھیل باطل میں رحمان کا ـ

۸۳ موذی پانچ رھتے ھیں تن میں کُبَل
اوّل ان کو کرنا کَتے ھیں قتل

۸٤ پچھیں شش جہت سوں نکلتے ھیں بھار
شہادت کے دریا سوں ھوتے ھیں پار

۸۵ کتے جھیچ غفلت ھے انسان میں
ضرر اوچ دیتے ھیں ایمان میں

۸٦ اسے دور کرتے سو چوسار ھیں
اسے دور کرتے سو یو یار ھیں

۸۷ اَمارے کو دل میں سوں کرتے ھیں دور
حوا خمس کو مار کرتے ھیں چور

۸۸ جواھر کَتے پانچ ھیں بے بدل
جتن خوب رکھتے ھیں ان کو اوّل

۸۹ بڑے مرد سارے یو آزاد ھیں
دیکھو سب سوں نیارے یو آزاد ھیں

۹۰ دنیا کے ھیں طالب مخنّث کَتے
ھیں جنت کے طالب مؤنّث کَتے

---

۸٦ ـ دال = ... وہ ھوشیار ھیں ـ
۸۷ ـ جیم = ھوا حرس کو الخ ـ
۸۹ ـ الف و ھ = برے مرد بارے الخ ـ
۹۰ ـ بے = دنیا کیچ طالب الخ ـ

مخطوطوں میں طالب دنیا مخنث اور طالب جنت مونث ھے مگر مشہور یوں بھی ھے کہ : طالب دنیا مونث ، طالب عقبی مخنث اور طالب مولا مذکر ـ

۹۱ جو طالب خدا کے سو وہ مرد ہیں
جو کوئی مرد ہیں ووچ مُج درد ہیں
۹۲ یہی لوگ ہادی ہیں رہبر کتے
انو کوچ نَر ہور مـذکَر کتـے
۹۳ یو عالم تو شاکر ہے گزران پر
وہ معبود شاکر ہے ایمان پر
۹٤ وہ مُحیط کتے کیوں و مطلق ہے کیوں
وہ بندہ کتے کیوں ہے ہور حق سو کیوں
۹۵ مرے میں یو تمیں مَیں کتا کون ہے ؟
مرے میں خدا ہو رہتا کون ہے؟
۹٦ یو مرشد سوں سنتے ہیں جب راز یو
تو دستے ہیں عالم میں شہ باز ہو
۹۷ وہ زاہد ہیں عارف ہیں عاشق کتے
وہ واصل ہیں دستور سابق کتے
۹۸ ولیکن اپس کو چھپاتے ہیں وہ
دیکھو تو چہ عالم کو بھاتے ہیں وہ

---

۹۲ ـ الف = نر اور مفرد کتے ـ
۹٤ ـ الف = مطلق ہے کون ، . . . حق ہے کون ـ
۹٦ ـ الف = راز وہ ، . . . باز وہ ـ
۹۷ ـ جیم = عارف وعاشق ، . . . واصل ودستور . . . ـ

۹۹ سروپا برھنے وہ پھرتے ھیں دیکھ
دیکھو گیند کر سر کو دھرتے ھیں دیکھ

۱۰۰ دیکھو سر گشتہ ھیں کیا بے ریا
نہیں کچھ انوں میں دیکھو رُو ریا

۱۰۱ وہ جنت سوں کچھ کام دھرتے نہیں
جہنّم سوں کچھ باك دھرتے نہیں

۱۰۲ اگاڑی پچھاڑی او رھتے نہیں
بچی ھور انچی کس کی سہتے نہیں

۱۰۳ بزرگی کو اپنی رکھے عرش پر
دیکھو بھیك منگتے ھیں کیوں در بہ در

۱۰٤ کتے عاشقاں توجہ عشاق ھیں
ھمیشہ وہ مرشد کے مشتاق ھیں

۱۰۵ نظر میں انو کے وہ سبحان ھے
زباں میں کتے سیفِ برھان ھے

۱۰٦ سدا اپنے باطن میں کرتے سُجود
ھمیشہ وہ کرتے تلاوت وجود

۱۰۷ دعا بد دعا کس کو دیتے نہیں
وہ پونجی تکا اپنے لیتے نہیں

---

۱۰۲ – بے = ... کس کی سہتے نہیں –

۱۰۸ اسم با مسمّٰی ھے ان پر گدا
دیکھو کیوں وہ رھتے ھیں مفلس سدا

۱۰۹ نفی ذات میں ھو کے اثبات ھیں
وہ آزاد ھیں اور آن ذات ھیں

۱۱۰ فقیری عنایت ھدایت سوں ھے
عطا سب کو شاھی ولایت سوں ھے

۱۱۱ فقیروں کے حق پر امر کیوں ھے دیکھ
اول دیکھ حق کو پچھیں بول ایک

۱۱۲ اول اپنے تن کی وہ کرتے شناس
کتے توجہ ھوتے ھیں وہ حق شناس

۱۱۳ بہت یاد مہانے کی کرتے نماز
اسے یاد رکھنے میں کھلتا ھے راز

۱۱٤ امر ھے تمھیں حق سے یاری کرو
حضور بیٹھ کر جان نثاری کرو

---

۱۰۹ – جیم = دونوں مصرعوں کا قافیہ ”ھیں“ کی بجائے ”میں“ –

۱۱۳ – الف = بہت یاد میاں اور رھتے نماز –
بے = ... کھولتے راز –

۱۱٤ – الف = حضور نبٹ کر الخ –

۱۱۰ قلندر کتے دید بانی کے تئیں
قلندر کتے جان فشانی کے تئیں

۱۱۶ اسی وضع یاری یو کرتے ہیں یار
سدا یار پر دیکھ ہوتے نثار

۱۱۷ ملاتے ہیں وہ نور کو نور میں
ندی جوں کہ ملتی ہے سمدور میں

۱۱۸ خدا سات رل مل کے ہوتے ہیں ایک
اُسی کا دیکھو اوچہ لیتے ہیں بھیک

۱۱۹ خدا سات ملنے کو یک وقت ہے
نبی نے کہے وقت وہ سخت ہے

---

۱۱۶ – جیم = ندارد اور دال میں ایک زاید شعر اس طرح ہے:

انوں پر ہمیشہ ہے ذکّر تمام ہمیشہ اوں پر ہے فکّر تمام

اور اسی نسخہ میں متن کا شعر نشان ۱۱۶ اس طرح ہے:

دیکھو توج یاری کرتے ہیں یار سدا یار پر الخ .....

اس کے بعد ایک اور زاید شعر اس طرح ہے:

اول دیکھو ملتے ہیں او بات سوں
انپڑتے ہیں تب حق کے او ذات کوں

۱۱۸ – بے = دیکھو کیوں او لیتے ہیں بھیک۔

دال = دیکھو کیوں اسی کا ج الخ۔

۱۲۰ نہ واں کچھ وساطت نہ کس کا گزر

ملائک مقرّب نہ مرسل دگر

۱۲۱ سدا واں انو کا کتے سیر ہے

سدا واں انو کا دیکھو طیر ہے

۱۲۲ وہاں جا کے "میں" تو سو جاتے گزر

بجز حق کتے واں نہیں کچھ دگر

۱۲۳ خدا باج واں کوئی بستا نہیں

خدا باج واں کوئی دستا نہیں

۱۲٤ عجائب یو منزل ہے لاھوت کا

وہاں غلغلہ سب ہے ھا ھوت کا

۱۲۵ اپس کو نفی کر اسے لیکھتے

تو حق کی نظر سوں حق دیکھتے

---

۱۲۰ - بے = نہ واں کچھ وسعت الخ -

بے اور دال = نہ واں کوئی آشنا نہ کس کا گزر -

۱۲۱ و ۱۲۲ - جیم میں مقدم و موخر اور ۱۲۱ کا دوسرا مصرع اس طرح ع: سدا سیر ہور واں سدا طیر ہے - اور ب میں: سدا سیر ہے ہور سدا سیر ہے -

۱۲۲ - جیم = بجز حق کے واں نئیں کتے کچھ گزر -

۱۲۳ - جیم = خدا باج واں کچھ دستا نہیں -

۱۲۵ - دال = نفی کر اپس کوں الخ -

۱۲۶ قرّب کا محل ان کے آتا ہے ہات
جہاں ایک ہوتا ہے ذات و صفات

۱۲۷ ہر ایک رنگ میں جوں کہ ملتا ہے آب
دیکھو کیوں وہ دریاچہ ہوتا حباب

۱۲۸ ملے پر تو یو ناؤں رہتا نہیں
ندی کو ندی کوئی کہتا نہیں

۱۲۹ نصیحت نبی ہور علی جوں ائے
مقرّب خدا کے ولی جوں کئے

۱۳۰ اسی وضع کرتے ہیں اکثر یو جوگ
نہیں جوگ کرتے وہ کرتے ہیں بھوگ

۱۳۱ سدا عشق میں مست ماتے ہیں کیوں
درس یار کا دیکھ راتے ہیں کیوں

۱۳۲ کدیں مے محبت کی چکتے ہیں وہ
چھپی بات تب آکے بکتے ہیں وہ

۱۳۳ یو مردانِ حق کچھ خدا تو نہیں
و لیکن خدا سے جدا بھی نہیں

---

۱۲۸ ـ بے = ندارد اور جیم و دال میں تقدیم و تاخیر ـ

۱۲۹ ـ الف = علی اور نبی ـ

۱۳۰ ـ دال = " وضع " کی بجائے " وجہ " ـ دال اور الف =
" وہ " کی بجائے " ہیں " ـ

۱۳۲ ـ جیم = چھپے راز تب الخ ـ

۱۳٤ سدا عیش کرتے ہیں مل یار سوں
سدا مل کے رہتے ہیں دل دار سوں

۱۳۵ عجائب یو کسوت ہے جبّار کا
عجائب یو برقہ ہے کرتار کا

۱۳٦ فقیری عنایت ہدایت سوں ہے
عطا سب کو شاہ ولایت سوں ہے

۱۳۷ فقیری عنایت نبی پر کیا
یہی دلق معراج میں حق دیا

۱۳۸ احد اور احمد میں ہے میم ایک
اُسی میم سوں دو ہوے ہیں یو دیک

۱۳۹ جسے غین کہتے سو وہ عین ہے
ہوا ایک نکتہ سو وہ غین ہے

۱٤۰ وجود چار یو تجہ یو جامے ہیں چار
وجود سوں جدا کر اپس دیکھ یار

---

۱۳٤ ۔ دال = سدا عشق کرتے الخ ۔ دال اور بے =
سدا عیش کرتے ہیں دلدار سوں
سدا عیش کرتے ہیں مل یار سوں
اور جیم و دال میں دو ابیات کی تقدیم و تاخیر ۔

۱۳۵ تا ۱٤۳ ۔ دال = ندارد ۔ اور جیم میں صرف ۱۳٦، ندارد ۔

۱٤۰ ۔ بے = ندارد ۔

١٤١ یہی چار منزل عجب راہ راس
اسی رہ سوں آتے ھیں سب چل کے خاص

١٤٢ کہتے ھیں نبی کا وہ فرزند ھے
جو یوں چل کے آتا سو دل بند ھے

١٤٣ اسی باٹ سوں آکے ھوتے ھیں پیر
اسی رہ سوں چلتے ھیں سارے فقیر

١٤٤ یو ظاھر تو دسنے میں دستے حقیر
ولے میر اور پیر خدمت فقیر

١٤٥ تو سب کشف دستا ھے ان پر مدام
علیک الصلوۃ و علیک السلام

١٤٦ وہ قادر انو کا تو ساقی کہتے
پلاتا ھے مے بھر کے باقی کہتے

١٤٧ امر پر نبی کے یو کھولا ھوں میں
یو سب ڈیڑ سو بیت بولا ھوں میں

---

١٤١ - جیم = اسی راہ سو چل کو آتے ھیں خاص -
١٤٣ - الف = " باٹ " کی بجائے " راہ " -
١٤٥ - سوائے الف و ھ کے بقیہ سب نسخوں میں " مدام " کی بجائے " تمام " -
١٤٦ - دال = " تو " کی بجائے " ھے " اور " پلایا ھے " بصیغہ ماضی -
١٤٧ - جیم و دال = ندارد -

۱٤۸ مرے پر یو سب راز کھولے امیں
حقیقت انو کا یو بولا ہوں میں

۱٤۹ اللہ لوگ برحق عجائب ہیں دیکھ
فقیری انو پر غرائب ہے دیکھ

۱۵۰ معظم نے تب آکے سجدہ کیا
سدا ان کے نعلین سر پر لیا

---

۱٤۸ - بے و جیم = دونوں مصرعوں کا قافیہ " امیں "۔
۱۵۰ - جیم = معظم نے تب آ کو سجدہ کیا۔
دال = معظم نے جب آ کر الخ - بے = ... سر پر کیا۔

ملحوظہ: املائی اختلاف اس لئے نہیں بتائے گئے کہ ہمارے مستعملہ ہر مخطوطہ میں ایک ہی لفظ بغیر کسی عروضی ضرورت کے دو اور بعض صورتوں میں تو تین تین طریقے سے لکھا گیا ہے جیسے مثلاً دیکھنے، دیک نے، دیکھنے، دیکنے، یا عجائب (ہمزہ)، عجایب (یا) یا (حرف تشبیہ) جوں، جیو، جیوں (بنون غنہ) منگا، منگیا، و قس علی ھذا۔

اسی طرح املائی غلطیاں بتانا بھی قطعاً غیر ضروری معلوم ہوا جیسے مثلاً یحب الجمال کی بجائے یوجب الجمال یا معاینہ کی بجائے معینہ یا وساطت کی بجائے وی صاتت یا مؤنث کو مونس و معنث وغیرہ۔

«گنج مخفی کے» بعض لفظوں کی وضاحت

۳ - ع۱ علام کا لام غیر مشدد - ضش -
ع۲ کشاف کا شین غیر مشدد - ضش -
٤ - ع۲ نپاتا: بکسر نون دوسرا حرف بائے فارسی = پیدا کرنا -
۵ - ع۲ رسول کی واؤ خت -
٦ - ع۲ معائنه کا عین خت -
۷ - ع۲ سور: بضم سین مهمله - سورج -
۱۱ - ع۲ دیکھو کی یا خت -
۱٤ - ع۲ گونا گون کے نون آخر کا اعلان - ضش -
۱۵ - ع۱ جوگ بروزن لوگ (س) اسم مذکر = مسرت کا لمحه - مراقبه کے ذریعه هستئی مطلق کی معیت -
ع۱ بهوگ: بروزن لوگ (س) اسم مذکر = سُرُور -
۱۷ - ع۲ اَمر: هر صدر و ابتداء میں بر وزنِ قمر - ضش -
۱۸ - ع۱ الله: به تخفیف - ضش - دنیانچ: دنیا هی - لیکهنا: بکسر لام و یائے معروف = شمار کرنا، گننا -
۲۳ - ع۱ عمر کا میم ساکن - ضش -
۲٦ - ع۱ مجا: به تخفیف جیم فارسی - ضش - محی دین سے مراد شیخ عبد القادر میران محی الدین جیلانی م سنه ۵٦۲ ھ -
۲۹ - ع۱ بانوا: (ف) خوش آواز - خوش قسمت -

۳۰ - ع۲ برگ کا رائے مہملہ متحرك - ضش - برگ : (ف) بفتح بائے موحدہ = زاد سفر - بے نوا: (ف) بے خوراك - بے سامان و بے قوت -

۳۳ - ع ۱ فرض: رائے مہملہ متحرك - ضش -

۳۵ - ع۲ لیکھتے: بکسر لام و یائے معروف = شمار کرتے -

۳٦ - ع۱ نفی کا ف متحرك یہاں اور آگے ہر جگہ - ضش -

۳۷ - فی اللہ و باللہ : بہ تخفیفِ لام - ضش -

۳۹ - ع۱ تجلی کا لام مشدد - ضش -

٤٤ - ع۱ اول: ہر صدر و ابتداء میں بہ تخفیف واؤ - ضش -

٤٦ - ع۲ گھانٹ : بمعنی گھنٹی، گھانٹی کی تخفیف = جہاں بے حد گھنٹی بجتی ھے یعنی جہاں صوت سرمدی ھی سنا جا سکتا ھے کوئی اور آواز نہیں آتی -

٤۷ - ع۱ کتے : کہتے ھیں - چار وجود: حقیقی، خارجی، ذھنی و اسمی -

۵۲ - ع۱ میں: بکسر میم دوسرا حرف یائے مجہول آخر میں نون = لمحہ - درس (ھ): صحیح بفتح رائے مہملہ یہاں ضرورتاً بسکون = مشاھدۂ حق -

ع۲ ستر: بہ تخفیف تائے قرشت - ضش -

۵۵ - ع۱ سات مستیاں : جوانی، حسن، حکومت، دولت، شراب، علم و قوت -

٥٩ - ع ۱ سڑك : بفتح سین و رائے هندی (صفت) = مدهوش، مست -

٦٠ - ع ۲ تو : حرفِ شرط -

٦١ - ع ۲ مفرد : رائے مهمله مشدد - ضش -

٦٢ - ع ۱ جریده : اکیلا، تنها - ع ۲ غل و غش : هر دو بکسر غین معجمه (ع) = دهوکه، فریب - مگر یهان اس کے معنی هیں : شورو هنگامه کا مجمع - یعنی نه اولیائے عشرت نهیں بلکه اولیائے عزلت هیں - مفرد کا رائے مهمله مشدد - ضش -

٦٤ - ع ۲ سیمیا : بکسر سین مهمله = انتقال روح در بدن دیگرے کنند و بهر شکل که حواهند در آیند یا چیزهائے موهوم در نظر آوردن که در حقیقت وجود آنها نه باشد - غیاث اللغة -

٦٦ - ع ۱ مَلا : کهیت - عموماً پان یا نیشکر کا کهیت - دکهن میں پن ملا اور نیشکر کا ملا (بتشدید لام) اب بهی بولا جاتا هے -

٦٨ - ع ۱ نحو کا حائے حطی متحرك - ضش - ع ۲ عرف کا رائے مهمله ساکن - ضش -

٧٠ - ع ۱ ترك : رائے مهمله متحرك - ضش -

٧١ - ع ۱ مهدی : مهدوی، متبع سید محمد جون پوری متوفی ۱۹ - ۱۱ - ۹۱۰ ھ - ع ۲ یزدی : یزدانی = زردشتی -

۷٤ - ع۲ جیف: بکسر جیم معجمه و به یائے معروف آخر
میں فا ـ جیفة کی ترخیم = بد بودار لاش مراد توشه ، رقم،
سامانِ دنیا ـ ع۲ تاندنا : گزارنا ـ

۷۵ - ع۱ نزیك: نزدیك ـ

۸۰ - ع۱ نماں: نما میں نون غنّه کی زیادت برائے ردیف ـ

۸۱ - ع۱ بھگوان: بھاگ + وان = قسمت کا دھنی، دولتمند،
صاحب ثروت ـ

۸۳ - ع۱ موذی کا واؤ خت ـ کُبل: سخت، شدید ـ
پانچ موذی، ع کبر و کینه غیبت و بغض وحسد ـ
ع۲ قتل ـ ت متحرك ـ ضش ـ

۸۵ - ع۱ چھیچ: چھ ھی، صرف چھ ـ

۸۷ - ع۱ اماره کا میم غیر مشدد ـ ضش ـ ع۲ حوا خمس:
حواس خمسه (حسّی لذتیں) ـ

۸۸ - ع۱ پانچ جواهر: صوری، طبعی، عقلی، مادی، نفسانی ـ
ع۲ اول ـ واؤ غیر مشدد ـ ضش ـ

۸۹ - ع۲ نیارا: بکسر نون ـ انوکھا، نرالا ـ

۹۰ - ع۲ کنتے: کہتے ـ

۹٤ - ع۱ محیط: حائے حطی مشدد و یائے معروف
خت ـ ضش ـ

۹۷ - ع۲ دستور: بر وزنِ مستور = امیر، صاحبِ مسند،
وزیر ـ سابق: گھڑ دوڑ کے دس گھوڑوں میں سب
سے آگے رهنے والا ـ

۹۹ - ع۱ برهته: هائے هوز مخلوط التلفظ - ع۲ گیند کر:
گیند سمجھ کر، گیند فرض کر کے -

۱۰۰ - ع۱ سرگشته کی تائے قرشت مشدد - ضش -

۱۰۵ - ع۲ سیف: کنایه از تاثیر دعا - برهان: آشکارا
و ظاهر - یعنی دعا کا اثر اس طرح آشکار هو جاتا هے
که انکار کی گنجائش نهیں رهتی -

۱۰۸ - ع۱ اسم کا سین متحرک - ضش -

۱۰۹ - ع۲ اَنْ: (ه) نافیه -

۱۱۱ - ع۱ امر کا میم متحرک - ضش -

۱۱۳ - ع۱ میانے کی نماز: درمیان کی نماز، الصلاة الوسطی،
نمازِ عصر -

۱۱۷ - ع۲ سمدور: سمندر -

۱۲۵ - ع۲ نظر سونچ: نظر هی سے -

۱۲۶ - ع۱ قرب: رائے مهمله متحرک -

۱۳۱ - ع۲ راتا: (تیسرا حرف تائے قرشت) کشتهٔ محبت،
واله و شیفته -

۱۳۵ - ع۲ برقه: برقع -

۱۳۶ - شعر ۱۱۰ کی تکرار -

۱۳۷ - ع۲ راس: راست کی ترخیم -

باز یافت:

کتب خانہ آصفیہ میں اردو و فارسی قلمی کتابوں کا ایك مجموعہ ہاشمی مرحوم کی فہرست میں درج ہونے سے رہ گیا۔ (جدید۔ فارسی۔ تصوّف نشان ٤١١٧) اس میں خواجہ بندہ نواز سے منسوب "شکار نامہ" کی ایك نہایت مختصر سی شرح بھی ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے:

"اس شکار نامہ کا شرح فقیر حقیر محمد حسینی معظم قادری اپنے حوصلہ موافق فرمائے ہی (؟) اس واسطے کے یو عاجز اس گھر چشت میں طالب ہوا ہے ہور امین الدین اعلی خود کو مجدہ کیا ہے (؟) ان کے تصدّق سوں یو فقیر اس راز کو پہونچا ہے. . . ."۔

اس شرح سے سوائے اس کے کہ معظم اس کے شارح ہیں کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہوتی جس کا ذکر معظم نے اپنی مثنوی میں نہ کیا ہو۔ یہاں اس کا حوالہ صرف بغرض تکملہ دیا گیا ہے۔

کشف الوجود

از

سید داول

مرتبہ

محمد اکبر الدین صدیقی
استاد شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

مقدمہ

تاریخ میں سید داول نام کی چار شخصیتوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور ہستی شیخ عبداللطیف داور الملک کی ہے، جو سلطان محمود بیگڑہ والی گجرات کے امرائے عظام سے تھے اور جنھوں نے ترک دنیا کر کے فقیری اختیار کر لی تھی۔ ان کے حالات تاریخ گجرات، مراۃ سکندری مراۃ احمدی اور تذکرہ اولیائے دکن میں ملتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو شہید کیا گیا اور قصبہ کامرون میں مزار مرجع خلایق ہے۔ صاحب تذکرہ اولیائے دکن نے سنہ شہادت ۸۸۹ھ دیا ہے لیکن یہ واقعہ پیش نظر رہے کہ اگر وہ کامرون کے "تھانہ دار" بنا کر بھیجے گئے اور اسی عالم میں شہادت پائی تو ترک دنیا کب کی۔ ان کے صاحب تصنیف یا شاعر ہونے کا بھی انھوں نے کوئی تذکرہ نہیں کیا لیکن ان کی علمیت میں کلام نہیں کیوں کہ قدیم تاریخوں میں انہیں عالم و فاضل بتایا ہے اور شعر گوئی کی طرف بھی اشارے کئے ہیں۔

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے اپنے مقالے "اردو نثر کا آغاز و ارتقاء" میں ایک شاہ داول کے متعلق ذکر کیا ہے

که وہ محمود غزنوی کی فوج میں تھے۔ جس وقت تھانہ (بمبئی) پر لشکر کشی کی یہ بھی اسی کے ہمراہ تھے اور آخر اسی جنگ میں مارے گئے ان کا مزار گجرات میں اور سنہ وفات ۸۰۹ ھ ہے" واضح رہے کہ سلطان محمود غزنوی ۳۸۹ ھ مطابق سنہ ۹۹۹ ء میں تخت نشین ہوا۔

"مرقع دھلی" میں درگاہ قلی خان سالار جنگ نے ایک اور شاہ داول کا نام شاہ غلام محمد داول بتایا ہے اور انہیں شاہ سعداللہ گلشن کا معاصر کہتے ہیں۔ لیکن تفصیلات میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ محمود بیگڑھ کے امرائے عظام میں تھے۔ ان کی ایک مثنوی موسوم بہ " ناصری نامہ" نظر سے گزری ہے جو "۳۵٦" اشعار پر مشتمل ہے۔ اس مثنوی میں حقوق شوہر کو مختلف عنوانات سے دلچسپ پیرایہ میں سمجھایا ہے اور نمونتا ذیل کے اشعار دیے ہیں۔

ناریاں سنو پیو کے بیاں، پیو باج کوئی پیارا نہیں
بن سر کھیے نا ہوے عیاں، پیو باج کوئی پیارا نہیں

جس کوں عقل ہور گیان ہے، پیو سوں وہی احسان ہے
پیو جیوں کا سلطان ہے، پیو باج کوئی پیارا نہیں

دنیا فنا ہوشیار ہو، پیو تھے نکو بیزار ہو
جیو سوں سچی اختیار ہو، پیو باج کوئی پیارا نہیں

جن میں جنم کاہے بنا، تل تل گھڑی اس کو مٹا
ناچیز ہے دنیا فنا، پیو باج کوئی پیارا نہیں

دیکھیا دنیا کی دھات میں، کیتاں فکر ایک رات میں
بولیا زناں کی بات میں، پیو باج کوئی پیارا نہیں

زن تھے ہوا جو کوئی دکھیا، دکھ نار تھے سینا پکیا
دو بین یوں داول لکھیا، پیو باج کوئی پیارا نہیں

اس کے بعد مرتب "مرقع دھلی" لکھتے ہیں۔

"ہمیں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ شاہ غلام محمد داول پورہ جیسا کہ ان کے لقب سے ظاہر ہو رہا ہے اسی سلسلے کے ایک فرد ہیں (یعنی عبداللطیف داور الملک کے)۔ یہ وہ بزرگ تھے کہ حضرت مغفرت مآب (میر قمرالدین خاں نظام الملک آصف جاہ اول) ان کی محفل سماع میں حاضر ہوتے تھے۔ صاحب مآثر نظامی نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے جس سے موصوف کی علو منزلت اور حضرت مغفرت مآب آصف جاہ اول کی روشن خیالی اور اعلی دماغی پر روشنی پڑتی ہے"۔

اس بیان کے لحاظ سے شاہ غلام محمد داول، داورالملک کے سلسلہ سے ہیں اور چونکہ مغفرت مآب آصف جاہ اول نے ان کی محفل سماع میں حاضری دی ہے اس لئے

وہ مغفرت مآب کی وفات سنہ ۱۱۶۱ ھ تک کسی وقت بقید حیات رہے ہیں۔

کتب خانہ انجمن ترقی اردو علی گڈھ میں شاہ داول دریائی کی ایک تصنیف " کھاڑا " معمہ ہے ان کا سلسلہ حضرت سید جلال الدین بخاری سے ملتا ہے۔ شجرے کے اشعار حسب ذیل ہیں۔

جلال الدین بخاری سید محمود　　بخاری قطب عالم بھی سمجھ زود
ذکر شاہ عالم و قاضی جنیدآں　　قاقی محمود دریائی تو می دان
سید شاہ داول دریائی بدانی　　بنام شاں زصدق اخلاص خوانی[1]

زیر بحث شخصیت سید داول یا شاہ داول کی ہے بعض کاغذات میں انہیں شیخ داول بھی لکھا ہے ممکن ہے کہ یہ ان کی بزرگی کی بنا پر ہو۔ کتب خانہ درگاہ حضرت امین الدین اعلیٰ میں ایک کاغذ پر حضرت برھان الدین جانم کے ۱۳ خلفا کے اسمائے گرامی ہیں اور دوسرے کاغذ پر نُو۔ پہلی فہرست میں پہلا نام شاہ داول کا ہے اسی فہرست میں شیخ اسحق، شیخ محمود عین الحق (خوش دھاں) خداوند شاہ اور خان محمد کے نام بھی ہیں۔ ان کے حالات بعض تذکروں میں مل جاتے ہیں۔ میاں خان کا نام بھی اسی فہرست میں ہے۔ یہ بھی شاعر تھے اور اپنے پیر

---

(۱) یہ شجرہ کتب خانہ کچی محل بیجاپور سے حاصل ہوا ہے۔

(حضرت برهان الدین جانم) کی مدح کے علاوہ تصوفانہ مضامین کی مختصر مثنویاں لکھی ہیں - انہیں کاغذات میں ایک بیع نامہ ہے جس کے مطالعہ سے سید داول کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے - یہ بیع نامہ ۱۱ جمادی الاول سنہ ۱۰۸۶ کو لکھا گیا ہے - سید داول نے پہلے انتقال کیا اور اس کے بعد ان کی بیوی مخدوم ما بنت شیخ ملک نے، ان کے ایک بیٹے سید ثمن تھے جنھوں نے اپنا موروثی مکان ملکی شاہ داول جو سید علاوالدین کی مسجد واقع اندرون حصار دروازہ شاہ پور بازار کے قریب واقع تھا شریف الملک بن سید الملک جماعتدار کو تیرہ ہون میں فروخت کیا تھا - یہ معاھدہ قاضی برہان بیجاپور کے دار انقضاء میں ضبط تحریر میں آیا - مکان کے حدود اربعہ بھی دئے گئے ہیں کہ مغرب میں مکان علی محمد لشکری، جنوب میں مکان مشتری (شریف الملک) مشرق میں عام راستہ اور شمال میں سید داول اور شیخ داؤد بن شیخ موسیٰ لشکری، عبداللہ خان لشکری اور عبدالوھاب ذرور گر کے مکانات ہیں - اس بیعنامہ کے مطالعہ سے سید ثمن کے پیشے پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ وہ خاص محل کے مودی تھے - اب درگاہ کے اطراف و اکناف کا سارا علاقہ کھنڈر میں تبدیل ہو گیا ہے نہ مسجد ہے اور نہ خاص محل -

سید ثمن نے جب اپنا مکان فروخت کیا اس وقت ان کی عمر پچاس سال کی تھی۔ ان کے والد سید داول کو انتقال کئے کافی عرصہ گزر چکا تھا قیاس یہ ہے کہ انہوں نے طویل عمر پائی اور سنہ ۱۰۵۰ھ سے قبل ہی کسی وقت انتقال کیا۔ اس بیعنامہ پر سید ثمن بن سید داول کے دستخط موجود ہیں اور بطور شہادت تین گواہوں کے دستخط ہیں جن میں ان کے ہمسایہ عبدالوہاب ذرورگر بھی شامل ہیں۔

حضرت برہان الدین جانم کے ایک خلیفہ شاہ خان محمد نے غزل کے ایک شعر میں اپنے پیر بھائیوں کا بھی ذکر اس طرح کیا ہے۔

خداوند شاہ ہے شہ داول بندہ شہ خان محمد مل
کہ جیوں دل پیوں سوں مل مل محبت کا وہی دل ہے

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شہ داول علم و فضل میں بھی ممتاز تھے اور اپنے زہد و تقوی کے سبب مقبول انام بھی تھے۔

کتب خانہ آصفیہ میں تصوف نمبر ۴۷۵ جدید ایک رسالہ تصوف ہے۔ یہ شاہ محمد کی تصنیف ہے اس کے آخری حصہ میں وہ اپنے مرشد کے نام کا اظہار کرتے ہیں

اور ساتھ هی شاہ داول کے تعلق سے بھی همیں ایك اطلاع ملتی ہے۔

یہ تو همیں علم ہو چکا ہے کہ شیخ محمود خوش دهاں حضرت امین الدین اعلیٰ کے اتالیق رہے هیں اور خداوند شاہ نے بھی ان کی تربیت میں حصہ لیا ہے۔ شاہ محمد کے ذیل کے اشعار سے شاہ داول کے بارے میں بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے بھی ان کی تربیت کا فرض انجام دیا ہے۔ کہتے هیں۔

شاہ امین مرشد میرے پیر او هیں میرے دستگیر
شاہ داول کے چرنوں لاگ شاہ محمد پایا بھاگ

شاہ داول کی تین مثنویاں

۱۔ کشف الوجود ۲۔ کشف الانوار اور ۳۔ چار تن

ملی هیں۔ پہلی اور دوسری مثنوی کے صرف دو دو نسخوں تك رسائی ہو سکی ہے۔ پہلی مثنوی کا ایك مخطوطہ کتب خانہ روضتین گلبرگہ شریف میں موجود ہے اور دوسرا پروفیسر آغا حیدر حسن کے کتب خانہ میں۔ کشف الانوار کے دونوں نسخے کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی ملکیت هیں اور دونوں دیگر مختلف رسایل کے ساتھ ایك هی جلد میں هیں اور اس جلد کو رسایل امین الدین اعلیٰ سے موسوم

کیا گیا ہے ۔ چار تن ایک مختصر سی مثنوی ہے جو کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو کی مخزونہ ہے ان میں ان پانچ عنوانات کے تحت مسائل تصوف مختصراً بیان کئے گئے ہیں ۔

۱ ۔ مجاہدہ نفس سوں ۲ ۔ مشاہدہ دل سوں ۳ ۔ مراقبہ روح سوں ٤ ۔ مکاشفہ نور سوں ٥ ۔ معائنہ و مشاہدہ ذات سوں

تذکرہ مخطوطات ادارہ جلد پنجم میں ڈاکٹر زور مرحوم نے بتایا ہے کہ یہ صرف تیس اشعار کی مثنوی ہے اور اس کے اول و آخر کے دو دو شعر حسب ذیل ہیں ۔

ابتدائی ۔

حق سوں بولوں چار شہادت سانچے کر کے گیان
سانچا گرو مرشد میرا حضرت شاہ برھان
جن یو نکتہ کھول بتایا سیدے مارگ لایا
برھا کی رے آگ بجاجھ نیھہ کا پریم چکایا

آخری ۔

چاروں تن سوں جیتے اچکر موت کا پیالہ پینا
حق کے مارگ حق سوں پانا حق میں حق ہو جینا
داول اپنے چاروں تن سوں جن یو پر چت بوجا
حق کی شہادت حق تے پایا عشقوں جھگڑا لوجا

ان مخطوطوں کے علاوہ ڈاکٹر زور مرحوم کے ذاتی کتب خانہ میں بھی رسایل کا ایک مجموعہ ہے جس میں میراں جی اور ان کے سلسلے کے بزرگوں کی مثنویاں ہیں۔ یہ کتب خانہ سمستان پالونچہ کے نسخہ کی نقل ہے۔ اصل کو مولوی عبدالحق مرحوم نے حاصل کر لیا تھا اور اب یہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ میں ہے۔ اس میں شاہ داول کے معمے اور راگ بھی شامل ہیں۔ ان کی دو تین غزلیں بھی مجھے ملی ہیں جو کسی موقع پر پیش کی جائیں گی۔

کشف الوجود کو ''اردو نثر کے آغاز و ارتقاء'' میں نثر کا رسالہ بتایا گیا ہے۔ یہ رسالہ دوسرے کئی رسایل کے ساتھ ایک ہی جلد میں ہے۔ اس میں پہلا رسالہ نفس رحمانی (فارسی) ہے اور دوسرا کشف الوجود۔ نمونہ جو دیا گیا ہے وہ عبدالقادر باحلیم منصف کے رسالہ کا ہے نہ کہ کشف الوجود کا۔ صفحہ ۱۱۶ کی آخر سے پہلی سطر یوں ہونا چاہیے۔

''سوال ہور جواب ہوا سو عبدالقادر باحلیم اوسے سن کر خدا واسطہ یو نسخہ لکھیا ہے'' الخ۔

شاہ داول نے مرشد کا نام ''چارتن'' کی طرح

"کشف الانوار" میں بھی دیا ہے۔ کہتے ہیں:

سانچا حضرت شاہ برھان

ممرت ھو کر کیتے دان

کشف الانوار کا پہلا نسخہ (رسایل امین الدین اعلی نمبر ۱۷ مخزونہ کتب خانہ عثمانیہ یونیورسٹی) اس طرح شروع ہوتا ہے "آوردہ اند کہ حضرت شاہ برھان الدین قطب الآفاق قدس سرہ العزیز نزدیك آن حضرت یك طالب صادق آمدہ یك سوال کرد آن حضرت آن سایل را جواب دادند"۔

"یك تھا طالب صادق مرد دانا عاقل اھل درد"

لیکن اس شعر سے پہلے، دوسرے نسخہ میں ۳۲ اشعار اور ھیں اور یہ شعر تیتسواں ہے اس مثنوی میں شاہ داول نے اپنا تخلص یوں استعمال کیا ہے۔

داول جس کے اونچے بھاگ اس کے سر پہ پریم سہاگ

بہ اعتبار زبان کشف الوجود، کشف الانوار اور چار تن میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت جانم اور شاہ داول کی زبان میں خفیف سا فرق ہے۔ اور سبب یہ ہے کہ حضرت جانم نے بھگتی تحریك کا بھی مطالعہ کیا ہے اور وہ سنسکرت زبان اور ویدانت فلسفہ سے آگاہ ھیں ان کی اس عالمانہ کیفیت نے ان کے اشعار کو مشکل بنا دیا ہے۔

شاہ داول کا علم و فضل اتنا زیادہ نہیں اس لئے وہ مشکل مسایل بھی پیش نہیں کرتے اور اسی لئے زبان قدرے آسان ہے۔

ان کی مثنوی کشف الوجود مترنم بحر میں لکھی گئی ہے اسمیں تصنع اور ترصیع نہیں۔ انہوں نے ابتدا سے آخر تك تدریس وتفہیم کا انداز قایم رکھا ہے ۔ اس میں موضوع کے لحاظ سے بھی کوئی ندرت اور انوکھا پن نہیں کیونکہ اس قسم کی تصوف کی باتیں حضرت خواجہ بندہ نواز کے بعد میرانجی اور جانم کہتے آئے ہیں اور ان کے پیر بھائی شیخ محمود عین الحق نے بھی جو بعد کو حضرت امین الدین اعلی کے اتالیق بنے دکنی اور فارسی میں بیان کیا ہے ۔ چنانچہ ان کی کتاب "معرفت السلوك" یعنی شرح من عرف نفسہ فقد عرف ربہ نے اس قدر شہرت پائی کہ بعد کو نہ صرف اس کے ترجمے ہوے بلکہ آج سے اسی پچاسی سال قبل طبع بھی ہوئی ۔ انہیں کی دوسری کتاب "رویت الحق" ہے جس میں آیت ربی فی صورت نور علی نور ھدی اللہ لنورہ من یشاء کی تشریح ہے ۔

کشف الوجود مخزونہ کتب خانہ روضتین ناقص الآخر ہے درمیان سے بھی ایك دو اوراق غائب ہیں لیکن کتابت قدیم ہے ۔ دسویں صدی ہجری میں دکن میں عام طور پر

الفاظ جیسے بولے جاتے تھے ویسے ہی لکھے ہیں البتہ صحت املا کا چنداں لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ممکن ہے کہ کاتب کم سواد ہو۔

پروفیسر آغا حیدر حسن کے کتب خانہ کا مخطوطہ ۱٤ ذیقعدہ سنہ ۱۱۱۳ ھ کو لکھا گیا۔ اس جلد میں دیگر رسایل بھی ہیں لیکن متن میں ایک، متن سے متصلہ حاشیہ پر ایک اور اس سے لگا ہوا کشف الوجود، کہ اگر دوبارہ جلد بندی کی ضرورت ہو تو صحاف کی نا اہلی کشف الوجود کو مجروح کر سکتی ہے۔ یہ رسایل حضرت برھان الدین جانم اور ان کے سلسلے کے بزرگوں کے تحریر کردہ ہیں۔ اس کا کاتب محمد نصرت ہے چنانچہ آخر میں ایک شعر میں اس کی صراحت موجود ہے:

نصرت کاتب لکھیا کلام جو پڑھے بھیجے درود سلام

اسی کاتب کے لکھے ہوے ایک اور مخطوطہ پر محمد نصرت کی مہر موجود ہے۔ محمد نصرت عالمگیر کی فوج میں تھے اور فوج کے دوران قیام ''کھیلنہ'' میں یہ نسخہ لکھا گیا۔ انھوں نے یہاں کئی اور رسایل لکھے ہیں۔ کتابوں کی نقل ان کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ لیکن تصنیف کے سو سال بعد زبان میں جو تغیر ہوا ان لفظوں کو انھوں نے صحیح املا سے لکھا ہے۔ مثلاً نسخہ روضتین میں وہ کیلئے او

یا وو لکھا ہے اور محمد نصرت نے وہ اور کہیں وو لکھا ہے۔ اس طرح اس میں خفیف سی تحریف نظر آتی ہے۔ چونکہ یہ ایک مکمل نسخہ ہے اس لئے اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

کشف الوجود میں جو مسایل بیان کئے گئے ہیں انہیں مختصراً یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

حمد ونعت کے بعد تخلیق نور، تخلیق آدم اور سبب تخلیق آدم بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد حکم سجدہ اور انکار ابلیس کا واقعہ ہے۔ یہاں سے تصوف شروع ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ عالم دو ہیں، جسمانی اور روحانی، ان دونوں سے پرے نور کا عالم ہے جس تک انسان کامل ہی رسائی حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ خدا اس کو توفیق اور عرفان عطا کرے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ انسان میں اپنے نفس کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا ہو۔ خدا اس کے دل میں رہ کر اس کو اپنا دیدار دکھاتا ہے۔ اس کا جلوہ ہر چیز میں موجود ہے۔ اس کا عرفان فرشتوں حتی کہ جبرئیل کو بھی نہیں ہوتا لیکن ان کی رسائی اس نور تک ہو جاتی ہے خواہ وہ کہیں ہو۔ انسان جب جلوہ دیکھ پاتا ہے تو وہ اپنی خودی کو بھول جاتا ہے۔ انسان کا انا عقل کی بنا پر ہے لیکن اس سے ماورٰی ہے اس

تک رسائی پانے کے لئے ہمیں رہنما کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمیں اس کی تجلیاں دکھاتا اور اس تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی میں عرفان حاصل نہ کریں تو پھر ہمارا وجود بیکار ہے۔ اگر ہم دنیاوی الجھنوں، عزیز اقارب اور دھن دولت کی فکر میں رہیں اور ساتھ ہی خدا سے بھی محبت کا اظہار کریں تو یہ ممکن نہیں۔ اگر ہم دنیوی بکھیڑوں میں رہیں تو سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ جب تک یہ حرص باقی رہے گی اس وقت تک دل میں محبوب کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ جس کو عیش دوام حاصل کرنا منظور ہو، اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ظاہری عیش و آرام اور رنج و آلام سے یکسر بے نیاز ہو جائے تاکہ محبوب حقیقی کی محبت دل میں بیدار ہو سکے۔

روح کا مرتبہ جسم کے مقابلہ میں بدرجہا زیادہ ہے۔ جسم فانی اور روح باقی ہے۔ روح ایک خوشبو ہے خوشبو کیوڑے میں ہوتی ہے، کانٹے میں بھی اور پتوں میں بھی۔ پتے سے کانٹا علحدہ کر دیا جائے تب بھی خوشبو کسی سے علحدہ نہ ہو گی۔ جس طرح خوشبو کے اظہار کے لئے کیوڑا ضروری ہے اس طرح جسم کے بغیر روح کا عمل دخل بھی ممکن نہیں۔ ہم اپنے شعور کی بنا پر

حواس خمسہ سے کسی چیز کے بارے میں جان سکتے ھیں جب شعور ھی نہ ھو تو حواس ظاھری کیا کام آئیں گے۔

روح بہت سبك اور رواں ھے۔ اس میں پھرتی اور چالاکی بہت ھوتی ھے۔ اس کی دو قسمیں ھیں ایك سفلی دوسری علوی۔ سفلی روح ھمیشہ عالم سیر میں رھتی ھے اور علوی مقیم کی حیثیت سے زندگی بھر جسم میں موجود ھوتی ھے۔ سفلی روح بو کی طرح ھے اور علوی پھول کی طرح، جس میں بو موجود ھوتی ھے۔ سفلی روح خواب میں مختلف اشیاء کو دیکھتی ھے لیکن اس سے حاصل کچھ نہیں ھوتا۔ جب ایك شخص ان سفلی اور علوی کے پردوں سے گزر جائیگا تو دونوں عالم اس کے پیش نظر ھوں گے۔ اور جس چیز کی محبت دل میں پیدا ھوگی اسی کی شکل نظر آتی رھے گی۔

اگر ھم کسی غیر شخص یا شے سے محبت کریں تو ھمیں نقصان اٹھانا ھوگا۔ یہ ایك بدیہی اظہار ھوگا۔ اس سے باطن کو صدمہ پہنچے گا اور روح کا دیدار نہ ھو سکے گا۔ ھم جیسے ایك بیج سے مولکا نکلتا دیکھتے ھیں تو وہ باھر آنے پر ھی نظر آ سکتا ھے لیکن اندر بیج میں جو تغیرات ھوتے ھیں اس سے ھم لا علم ھیں۔ ھم اس کو محض اپنی عقل ھی سے سمجھ سکتے ھیں۔ گویا بیج ظلمات

اور تاریک مقام ہے یا بالفاظ دیگر یہ مقام نیستی ہے اور وہ وجود میں آنے کے بعد مقام ہستی میں آجاتا ہے۔ اس طرح اندھیرے ہی سے روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اگر کسی نے عرفان کا درجہ حاصل کر لیا ہے تو اس تاریکی میں نور کو دیکھ سکے گا مگر اس کے لیے عقل کی ضرورت ہے۔ عقل و عرفان کا فقدان تجلیوں کی دید سے محروم کر دے گا۔ عرفان آئینہ کی طرح ہے جس میں نور کا انعکاس ہوتا ہے۔ یہ روح علوی ہے جس کو خودی کا عرفان ہوتا ہے۔ یہ روح پاک اور منزہ ہے اس کا دیکھنے والا عارف ہے۔ وہ خودی، نور اور تجلی، ہر چیز کو اپنی عقل سے تمیز کر سکتا ہے اور ہر چیز میں وہ اپنے آپ کو پاتا ہے۔ گویا وہ ان چیزوں کو نہیں بلکہ آئینہ کو دیکھ رہا ہے۔ اب اگر آئینہ کی تمثیل کو کچھ دیر کے لیے نظر انداز کر دیں تو نظر آنے والی چیز ذات کا پرتو ہوگی اور ہم اپنی انانیت یا ”میں پن“ کو چھوڑ دیں تو ذات باری کا جلوہ دیکھ سکیں گے اور یہ محسوس ہوگا کہ ہم اسی کی آنکھ سے اسی کا جلوہ دیکھ رہے ہیں۔

اس طرح ہم خودی کا درجہ اپنی انانیت کی نفی

کے بعد ھی حاصل کر سکیں گے ورنہ انانیت کے ہوتے
نور تک رسائی حاصل کرنا تاریکی میں گھورنے سے کم نہیں۔
یا یوں کہیے کہ پانی میں غوطہ لگانے کے بعد بات کرنے
کی مجال نہیں ہوسکتی حالانکہ زبان تو موجود ہوتی ھے۔
پانی سے باھر آکر ھی ھم کچھ کہنے کے قابل ھوسکتے ھیں
ھمیں جب دیدار ھوجاتا ھے تو ان تمام کیفیات کو ذھن
نشین رکھنا مشکل ھے۔ جیسے ایک بچہ تمام واقعات کو
جو اس کی آنکھوں کے سامنے گذر چکے ھیں یاد نہیں رکھ
سکتا۔ اس کا شعور اتنا پختہ نہیں کہ ھر بات کو سمجھے
اور یاد رکھے حالانکہ دودھ کی طلب کا اظہار کر سکتا ھے۔
غرض کہ ایسی بے شعوری کی کیفیت مفید نہیں ھوسکتی۔
جیسے پھل میں بیج اور بیج میں مولکا اس وقت تک
نظر نہیں آتا جب تک کہ وہ اپنے مقام سے باھر نہ آجائے۔
اس لئے جو اپنا نفع نہ جان سکے وہ مقصود بھی حاصل
نہیں کر سکتا اور جو خود کو نہ پہچانے وہ خدا کو
کیسے پہچان سکے گا۔ جو لوگ غور و فکر کرتے ھیں
اور جن پر مرشد اور رھنما کی مہربانی ھے وھی
اس فطری نور کو مختلف شکلوں میں دیکھنے کے قابل
ھو سکیں گے۔

کتاب کشف الوجود

[1] گفتار شیخ داول رحمه

اللہ واحد سر جن ہار جون[2] جگ عالم جس تہیں بار
ظاہر باطن اپنا روپ ذات منزہ سبہج سروپ
دایم قایم آپیں آپ جونا پنگڑی ناما باپ
تن بن نا من جو انگ[3] لپت نا اِس پیت[4] ہے نا اس میت[5]
کہن[6] نا آوے کچھ مثال جائے طرف نا وہم خیال
فہم نظر[7] سو وہم گمان کیسا[8] اس کا نادر گیان
ذات منزہ سب تھے پاك کوی نا کرے اس ادراك
[9]عشق کہوں نا محبت شوق لذت کہوں نا صحبت ذوق
[9]آب ہور آتش باد ہور خاك سب تھے نرمل ہے او پاك
نینو بن وہ دیکھے سب کانو بن وہ سنتا رب
ناسك بن وہ لیوے باس [10]وجود نہیں بن بھوگ بلاس
[11]جبوا بن وہ بولن ہار [12]حاضر ناظر ہے کرتار
جان بنا دے اپنا نور راکھیا اپنی نظر حضور

---

(۱) من کلام عاشق داول

ہست سری جملہ کلام کریم بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲) سب (۳) انك لپت (٤) پیٹھ (٥) پیٹ (٦) کہنے (۷) تصور عقل گمان (۸) قیاس آکھی (۹) صرف نسخہ آغا صاحب میں ۔
(۱۰) وجود بن وہ ہو کے خاص (۱۱) جیبہ (۱۲) ظاہر باطن ناظر ہے کرتار ۔

شاهد کر اس کیا جدا — تو ان لذت[1] لیا خدا
جان پنا تا دیتا اس — معبود کر کیوں[2] کہتا تس
توان طواف آپس آپس نور[3] — نور کوں میں[4] پڑ کر گنجور
سرتے برتے کوں سکت — جان پنا دے کیا بھگت
..... [5]اپنے عشقوں بھول — طاعت بندگی سوں مشغول
رحمت بخشا اس کی ٹھار — اپنا دکھلایا دیدار
[6]جاؤں راکھیا اپنے پاس — اس کوں دکھلایا رہ راس
[6]جسے کچھ رب کا ہے فرمان — نبی دل جنن با احسان
لے کیچھ نبی کا فرمان — نبی دل جان با احسان
تسلیم ھو کر لیتا سیر — تو اس کیتا جگ میں میر
اونچا درجا دیتا مان — پنہاں راکھیا با ایمان
جیتا جے کچھ مخلوقات — کل شے عالم ہر ہر دھات
سب جگ پیدا جس کے[7] نور — عرش ہور کرسی چندر سور
بہشت ہور دوزخ بہیں اسمان — لوح، قلم، جن ہور حیوان
سات سمندر ڈونگر پہاڑ — بن کھنڈ باجے جناں[8] جھاڑ
حوراں، طیراں، بجلیاں مور — ایسے بھی کئی لاک کرور
ظاهر باطن دیک بچار — نور نبی تھے سب اظہار

---

(۱) ثابت (۲) کون (۳) (کذا) (٤) پن کی جوڑ (٥) عابد بن جن کیا قبول (٦) صرف نسخه آغا صاحب میں (۷) کا — (۸) جیسے —

پرکٹ نور کوں دیا فضل   جوں جگ عالم اس کے تل
آب ہور آتش خاک ہور باؤ   سرجا نور نبی کے چاؤ
۱ نور کوں کیا ایسا بول   جیے تجھ بھاوے کم مجھ کھول
جس کوں کرتا توں اختیار   اس میں کر ۲ سوں تجھ اظہار
ایسا حق تھیں ہوا امر   نور نبی لیے ، سر ، بھیں ۳ دھر
چاروں کا دھیان ہوا مہان   مائی نور قبولیا ٤ جان
چار عناصر کیتا ٥ تن   نور نبی تھے کر روشن
خاکی آدم کہا صفی   پایا قطرہ نور نبی
٦ ہوا فرشتوں پر یوں فرمان   سجدا کرنا بادل جان
پر تو دیکھے حق کا نور   سکلے سجدے کئے حضور
ابلیس کافر رکھیا گمان   رانیا گیا ، ہوا شیطان
۷ حق تھے ہوا لعنت بار   ساتوں دوزخ بھیتر بار
ابلیس لایا دھندے دھند   حق تھے آدم پایا پند
دایم در یہ ہے شیطان   ہے گنہ دریا انسان
دل میں بٹھا کے وسواس   غفلت پایا از رہ راس
ابلیس تھے سب عالم واز   حق کے در تھے پھراتا باز

---

(۱) نور کیوں کہیا ایسا بول (۲) کر سے (۳) پر (٤) قبولی۔
(٥) بوجہ خاکی تن (٦) صرف نسخہ آغا صاحب میں (۷) یہاں سے
(۲۲) اشعار نسخہ آغا صاحب میں ہیں نسخہ روضتیں میں یہ ورق
غائب ہے۔

حکم دندی ہے شہ زور — کیسا پاپ ہے شر شور
تو لک مخفی تھا وو نور — پر گھٹ کیتا آخر دور
ات کل آیا نبی رسول — ابلیس ھوا دیك مخمول
حق تھے نازل ھوا کلام — روشن کیتا دین اسلام
عالم کیرا ہے سرتاج — جس کوں ھوا شب معراج
جنیے پکھ حق تھے ھووے مقصود — جبریل آوے بھیجے درود
جیتا مشکل ھو وے کار — جبریل کرتے ھیں اظہار
جنے کوی جیتا پوچھے سوال — حل کر دیتے ھیں در حال
ایسا سرور جگ کل میر — روز قیامت ھووے دستگیر
اس کا کہنا جس دل بار — خاصاں مومن ھیں دیدار
مومن کا دل عرش پچھان — نور نبی کا دیك عیاں
جے کوئی دیکھے نور نبی — بیشك دیکھیا جان ربی
یوں ہے دیك نبی کا قول — کیا فرمان سب رب کے بول
دیکھیا اپناچ دیدار — ان جوں دیکھیا ھووے کرتار
آپیں دیك خدا کا نور — اس نور تھے کل کیا ظہور
توں ان نور نبی کا پچھان — عالم جس تے کیتا جان
اللہ کیرا یوں ہے قول — معشوق اپنے بنے رسول
۲ جیتا کرتا تج کوں بار — آپس کرتا نا اظہار
کل شیٔ جیتا مخلوقات — نور تھے پرگھٹ کل صفات

---

(۱) نسخہ آغا صاحب سے (۲) یہاں سے مشترك ۔

اپنی تو ہے مخفی ٹھار   پرگھٹ قدرت کیتا بار
قدرت صورت[۱] روپ دکھاے   ۲ کرتا کوں تا دیکھیا جائے
یک یہ عالم جسمانی   دوجا عالم روحانی
یہ دو عالم ہیں ایلار   نور ہے دونوں کے پیلار۳
وہاں کا عالم ہے کچھ ہور   وہاں کوئی قادر ہے ور زور
جے کچھ نازل وہاں تھے بار   دونوں عالم کیرا ٹھار
قدرت سن کوں ملیا خدا   قدرت بی٤ ہے ذات جدا
٥ جیتا قدرت کیتا بار   نا اس بہتر نا ہے بہار
جے کچھ تصرف٦ کیتا رب   دس٧ دس آیا عالم سب
سب تھے کامل ہے انسان   گیان ہدایت دیے٨ عرفان
انسان بہتر ہوا ظہور   پردا تھا سو کیتا دور
که الانسان سری انا سره   من عرف روح فقد عرف ربه
۹ کیسا اس کا گیان کمال   دیکھیا اس کا نور جمال
۱۰ اس کوں انکھیاں دیتا چار   تو ان دیکھیا وہ دیدار
کیسا اس کا دیک قلوب   ۱۱ بیٹھا دل میں ہو محبوب
مانس کیرا دل کے ٹھار   اپنا دکھلایا دیدار

---

(۱) سوں ان (۲) کرتے (۳) نورانی دونوں کے پیلار (٤) بن۔
(٥) جس نے (٦) تصور (٧) وسواس (٨) دیا (۹ و ۱۰) صرف
نسخه آغا صاحب میں (۱۱) روشن۔

۱اسے جسے پکھ عالم بسار   اس کے دل میں ہے اظہار
احق کا او تو ہے انسان   اس میں اس کا سب نشان
عرش ہور کرسی، حور، ملک   بہشت ہور دوزخ، ارض، فلک
جیتا عالم ہے کل شئے   اس کے دل میں پرتو ہے
اس کے جان پنے کی چھانوں   مانس کیری دل کے ٹھانوں
تو یہ آپس میں اس جوے   بوجھیا اپنا معبود ہوئے
سب سوں ہے سب بوجھا رب   عشقوں آپس کھویا سب
کون مراتب کون فضل   جبرائیل کا نہیں دخل
جہاں دیک جبرئیل کا نئیں بھیر[۲]   وہاں دیک انسان کیرا سیر
انسان مقصود حاصل کر   حق میں آپس واصل کر
درجا پایا قرب مقام   اپس کھویا دیک تمام
طالب ہونا حق کی باٹ   "میں پن" اپنا ٤سکلا بات
٥کرنا سالک دل میں سیر   "میں پن" اپنا دور کر غیر
میں پن دور کر نور اصل   نوری ان کوں سہج وصل
تیرا "میں پن" گیان بہتر   اس کا "میں پن" گیان ابر
٦گیان دھیان کچ ناد ہے اوپر   وہاں کاد سے سب زیر وزبر
بندا فاعل ہے مختار   فرصت دیتا ہے اختیار
دیکھنا، سننا، بولنا بات   بعضی تن کی ہے ٦ حرکات

(۱، ٥ و ٦) صرف نسخہ آغا صاحب میں (۲) بن (۳) ھنر ۔
(٤) سکلاٹ (٦) سب ۔

اس کوں ناهیں کوئی طرف   فهم، هدایت، کون شرف
بات دیکھیا دل کے دھیر   کوشش کرنا رہے تدبیر
بھیجیا الله ١ نبی قرآن   سمجیں ٢ سن کر بول بیان
دل میں کرنا اس کا فام   بر حق چلنا کرنا کام
مشغول هونا دل کے ٹھار   حق تھے پاوے گا دیدار
حق کا مرشد هووے خاص   تج کر دیوے حق شناس
نئیں تو جھوٹی کھٹ ٣ بتلاؤ   غفلت میں سب عمر گنواؤ ٤
اس میں مر کر جاوے تن   ماٹی میں بھا کرے ٥ دفن
بزاں هوئے ٦ پچھاوا هم   کرنا جاوے دل کا غم
جیتا هے لگ مرنا جان   مر کر جینا دیک پچھان
بزاں ٧ ناهیں موت حیات   سمجیں عارف کیا هے بات
نبی ٨ کیرا هے یو قول   بوج اسے معنی کیا ٩ هے بول
سیدھا مارگ دھرنا پاؤ ١٠   حق کوں پاوے دیکھو ١١ جاؤ
صدق یقین صابر ١٢ هووے   بوجھے قادر هے کر کونے
عارف هو کر لیا ایمان   جسے پکھ کرتا سو هے جان
امر خدا کا لیاؤ بجا   رهنا بین الخوف رجا

---

(١) الله نے نبی هور قرآن (٢) سمجھنا (٣) کھٹ پٹ لا (٤) گنوا۔
(٥) کر تن دفن (٦) بعد از هو وئے پچھاننا جم (٧) بعد از (٨) الله
محمد (٩) دیک ڈھنڈول (١٠) پانوں (١١) ماوے چھانوں (١٢) صادق۔

دنیا فانی نا نچ هوے　　دایم حال۱ نا جثے کوے
تن کی خلعت دیتا توج　　صورت آدم کیتا بوج
لوڑے نچ کون آدم کون　　آدم برلا لاکھون چن۲
آدم نور نبی کا پاك　　نه کی صورت بر خا خاك
آدم کی نا هوے صفات　　اس تهے بهتر حیوانات
صورت سیتی نئیں کچھ کام　　لوڑے آدم کیرا فام
تن کے سنگون هوے نفس　　برتے پانچو هوا خس
فهم دلالی پکڑیا بار　　هر هر اعضا کیرے۳ لهار
نینو ماهیں۴ بهید نظر　　کانو ماهیں سننا بهر
ناسك انگون لیوے باس　　ایسے پانچو۵ بهوگ بلاس
تن کے سن۶ کون سدبد فهام　　ظاهر باطن دیك تمام
نفس قوی هو تن میں بهر　　بهرتا تن کا گهوڑا کر
پانچون داراں میں هلکاؤ　　اپنے "میں پن" کون سلکاؤ
میں هور میرا پکڑیا ماؤ۷　　جهوٹا دهندا پکڑیا چاؤ
حرص بدهارا پکڑیا بهوت　　دنیا کے۸ سب جهوٹے روت
اس۹ تن سنگون ظاهر ناند　　آپس آپیں لیتا باند
جو هو پنکڑی مال۱۰ ملوك　　بهولیا ان کون چهوڑ سلوك
خویش،قرابت،مال هور بهان　　ان سون لاگا جیو پران

---

(۱) یهاں (۲) چون (۳) کیرا (۴) میں (۵) پانچون (۶) سنگون ـ
(۷) پاو (۸) دنیا کیرے (۹) اپنے تن کون (۱۰) مال هور ملك ـ

ہے لگ نیری لگتا سوك مرتے[1] بھلا پڑتا دوك

"توکا" اس کا ھوا کم جے ان دل میں لیتا غم

میٹھے لاکے ان کے چھند اپنے دل کوں کیتا بند

جھوٹی کثرت دل میں بھید جھوٹا آخر ہوے نپید

جیسا ہے یہ ویسا نئیں دل تو الجھا[2] نئیں ہے کئیں

محبت پکڑیا جھوٹا یاد جانیا نئیں لگ تھا بھو شاد

محبت جان پنے کی انگ میں یوں باندیا نسبت سنگ

جھوٹی محبت نا ہوے[3] نہاٹ آخر بازی مشکل[4] کھاٹ

ماں ہور پنگڑی بھانا جوے[5] کھانے پینے تھیں دل کھوئے

جوں[6] یہ آویں تیرے پاس ان کو دیکھ تو بیری[7] نہاس

ان کے سنگوں توں ہو خوار کونچے کونچے، داریں دار

جیتا[8] جوڑ ملاویں مال تیتا جاکے بتری خیال

نیسنو کا ہے ایسا کار جے کچ دیکھے خش دیدار

عمر گھٹے لگ دیکھے جم حرص بدھارا ناھوے کم

جیتا جیوا چاکے رس جنم گنواوے نا ہوے[9] بس

دل کی طمع جولك توج تو لگ حاصل نیں کچھ بوج[10]

پیو کی محبت کرے اثر جھوٹے تن کوں جاسے بسر

---

(۱) موے پیلار (۲) تیرا (۳) نہ آوے ھات (٤) مشکل ہے کھاٹ -

(٥) ھور جو + کھانے پینے تھے دل دھو (٦) جوں جوں (٧) تیز -

(٨) جیتاجوڑے ملك و مال (٩) ھوس (١٠) توج -

۹ جھنی محبت اتنا دوک | کیوں رہے دایم ایک هی[1] سوس
جے کوئی مانگے دایم سوک | چھوڑے ظاهر کا سوك دوك
باطن حاصل ہوے ذوق | [2] پیوتے پیو کا پاوے شوق
من کا گھوڑا خاکی تن | روح کا گھوڑا ممکن من
روح کے انگوں قایم نور | سب سوں بن سیدھی[3] مور
جھوٹے تن کی کس کوں آس | ماٹی میں گل جاوے ناس
جھوٹی نسبت کیرا فہام | باطن بھیدیا [4] دیك تمام
جیتا ہے لگ خاکی تن | باطن بھیدیا رك اپنا من
خاکی تن تھے ہووے موت | من تھے آخر نا ہوئے فوت
جیوں کہ کیوڑے سوں مل کات | خشبوئی بھیدی کات سنگات
کیوڑے تھے ہوئے کات جدا | خشبوئی مکتی رہے سدا
یوں اس خاکی تن کی باس | باطن رہے ممکن[5] پاس
من بھی اندھلا ہے تن باج | تن بن چلتا نئیں کچ کاج
آنکھیاں ہے لگ دیکھے روپ | انکھیاں نئیں تو مخفی چوپ
جیھوا ہے لگ چاك سواد | کان اچھے لگ سننا ناد
ناسك ہے لگ خشبوئی باس | گیان اچھے لگ بھوگ بلاس
[6] اس پانچوں اپر سیکھے فام | نسبت سنگوں بھوگ تمام
نینوں میں جب آوے فہام | دستا جو کچھ کہے تمام

---

(۱) ان کوں (۲) بھوٹے بارے پیو کا شوق (۳) سب ہوئے معمور (٤) ڈھنڈنا (٥) من کے (٦) پانچوں بن ایك هی فہام۔

کانوں بھیتر آوے گیان سن کر بوجھے[1] بول بیان
[2]ناسك انگوں خشبوی سُنگ جبھوا پرتے لذت مُچنگ
[2]اعضا پرتے دك سك بھوگ گیا نوسب تن دیك سنجوگ
[3]ظہر باطن میں یو فہام فہم نہیں وھاں کیا ہے کام
دشٹی کوں دیك سوجھے کس کا[4] آپس آپیں بوجھے کس[4] کا
تن تھے خارج دستا من من تھے حرکت خاکی تن
جہاں خوش لگتا تجہ آرام وھاں سب بستا[5] تیرا فہام
زیبا صورت دیك جمال بھولے عاشق ہوئے بحال
[6]نینوں ماہ سوں . . . . . .
[7]وقتی سنتا بھاوے راگ بعضی تن تے جاوے بھاگ
جس نسبت [8]یوبستا گیان وان سب اعضا ہیں مہمان
جہاں لگ مجلس دل میں بار سب[9] آئے ہیں حاضر اس ٹہار
اعضا کی سد ہوے گت مسکا[10] جوں کے کاڑے مت
سد، فہم سب ممکن سات ظاہر باطن کے حرکات

---

(۱) سانچے بول بیان (۲) نسخہ آغا صاحب میں دونوں شعر نہیں ہیں (۳) ظاہر باطن میں کیا (٤) کیا (٥) نشان ـ

(٦) نینوں ماھی بستا روپ چاروں دار مخفی چوپ

(۷) یك وقت (۸) سوں سنتا (۹) سکلے (۱۰) تن من جیو سب سارے ست ـ

باطن کیرا پر[1]تو بوج ظاهر [2]پانچوں یه هے نوج
ظاهر تن تهے حاوے فهام من سوں بهرنے منگے کام
جوں کی سو کر دیکھے خواب پانچوں داراں پڑے خراب
باطن بستا جا کس ٹهار کون چتر وہ نقش[3] و نگار
اس تن کورے کیسی بودھ دیکھے سو نا لیاوے سودھ
ظاهر توں اس تن تهے دور باطن دے کے حال حضور
[4]پرکھٹ دسیں پانچوں دار تن کے بهیتر دل کے لهار
باطن هوتا دل کے بهار ظاهر خاکی تن کے ٹهار
وهاں بی دیکهن هارا هو ممکن تن کا ٹهارا او
دل تهے نیرے جو وسواس پرکھٹ هوهو دستا پاس
سفلی روح هے ممکن سات روپ دیکتا هے خطرات
سفلی ارواح کرتی سیر اسفل هے دستا زیر
وهاں کا بی هو دیکهن هار جهوٹے خطرے من کے مار
جهوٹا دستا تیرا روپ دیکهن هار مخفی چوپ
سوتا مانس هو هوشیار فهم جپایا[5] تهارین تار
کون کیا تها کرنا فهام جب سدھ وهاں کی لیائے تمام
بهی کچھ بولوں کهوں مثال که اك بیٹها لیه[6] کچھ حال

---

(۱) سیر توں بوج (۲) مانجه هوا یوں توج (۳) نفس بکار (٤) یہاں سے آٹھ اشعار صرف نسخه آغا صاحب میں هیں (٥) جنایا۔ (٦) هے۔

فکر اندیشہ کرے بہت   نسبت سکوں پڑیا کونسی
محبت پکڑیا دل میں یاد   تن تھے[1] بیٹھا ہو برباد
باطن بھیدیا[2] تیرا من   دل میں پکڑیا کوں وطن
پر چت بوجھے کوں خرد   دوکہ سوکہ منگا کوں درد
روح کوں خاکی تن میں بھاؤ   ہوا خمس کا دیکھنا چاؤ
پہلے تن کا سن افعال   جو جو دستے ہیں اشکال
جہاں لگ دستا نینوں تل   دیکھن ھارا توں نرمل
لینا انتر کیری بود   دیکھن ھارا ہے اوسود
تو اس خاکی تن کے ٹھار   نینوں میں ہے وودیکھن ھار
نینوں بہیتر ہے کوئی جان   سو وہ حرکت کرے پہچان
دیکھن ھارا دیکھے جوپ   جیسا نینوں دستا روپ
جیے بکھ پر گھٹ بجتا ناد   کانو بہیتر سنتا شاد
ناسک بہیتر لیوے باس   جبھوا بہیتر لذت چاک
لمس لگن کا لیوے سوک   پانچو آپن ایکس دوک
بیٹا بیٹی یا عورات   گذریا[3] جگ تھے ہو نہاٹ
ظاہر تن کی لئی[4] کثرت   باطن باندا کیوں محبت
باطن دل میں لیتا دوک   ظاہر تن کا بھریا سوک

---

(۱) تھیں میٹیا (۲) بھرتا (۳) جگ تر ہو ممات (٤) بھوت ۔

وہ دك باطن كس پر ہار سیج پچھانی [1] بھو انكار
من میں محبت پکڑے سوك ظاہر تن كا بسریا سوك
[2] وہ مکہ بستا ہے جس ٹھار پانچوں حاضر ہیں اس ٹھار
[2] پانچوں كیرا او سیر سمجے نا اس كو پانچوں سیر
باطن جس پر دوك سوك بار كون گیانی بوج [3] قرار
باطن ہوتا من كا جان تو وہ حركت كیری پچان
ممكن كیرے كون صفات بولوں كچھ وہ ہے كس دھات
[4] جو تجھ باطن كے ہے چار خاكی تن تھے آپس كاڑ
كینتا انتر كرے بودھ چاروں تن كی پاوے سودھ
چاروں تن تھے تو كر بند تو سكھ پاوے بھوگ انند
كون كون تیرے چار وجود عاشق واصل كیتا رے معبود
پہلا تو یہ خاكی تن دوجا باطن ممكن من
تیجا غیبی چوتھا جان نور نرنجن كریں پچھان
دوئی وجوداں روپ اكار دوئی نروپ دیك بچار
پہلا خاكی دیك وجود اسكا بارے لیہ مقصود
آب ہور آتش خاك ہور باد خاكی تن پہلا كیتا شاد
چاروں بستاں كر اك ٹھار صورت آدم روپ سنوار

---

(۱) پھول انكار (۲) صرف نسخہ آغا صاحب میں ہے (۳) گیان بھوگت بچار (٤) یہاں سے دس شعر صرف نسخہ آغاصاحب میں ہیں۔

ممکن عالم ہے ملکوت   خاکی عالم ہے ناسوت
ارواح سفلی ممکن سات   ارواح علوی ہے باذات
۱ ذات اپر میں من لاؤ   ممکن سیتی۲ بھوکو جاؤ
ہے پکھ میں پن کیرے امر   صورت آوے روپ نظر
میں پن مخفی دل کے ٹھار   دل کے انگون کرتا بار
ممکن کیرے کیسے کام   فعلوں پرتھے کرتا فہام
ممکن تن ہے روحانی پاک   نہ کی صورت مائی خاک
موئے بعد زو ہے خاص   سد بد سکلی اس کے پاس
خصلت گھوڑے کی اظہار   روح لیے بھرتا ٹھاریں ٹھار
بجلی تھے بھی بھوت چپل   بندے بھیرے جاے نکل
جیسا ممکن۳ روح توج   خاکی پوشش کیتا بوج
روحی مرکب ہے وو صاف   خاکی تن کا کیا غلاف
روح سفلی اس کے سات   علوی کی وہ دیکھے صفات
سفلی علوی روحاں دوئی   جاری٤ مقیم کہتے کوئی
سفلی روح کوں ہے سیر   علوی کو نئیں پھیرا بھیر
سفلی جاتی اندر خاب   جھوٹا٥ پرتو دسے شتاب
سفلی پیدا روز٦ میثاق   ممکن تن دے گیان۷ نفاق
جس کوں رب سوں ہوا کلام   روحاں سجدہ کئے تمام

---

(۱) ذات پر تو میں آؤ سماؤ (۲) بیٹھے (۳) روح ممکن توج۔
(٤) چار (٥) چوتھا پر توں دستا شتاب (٦) وقت (۷) کیا۔

علوی اچھے تن کے سات — قایم جو لگ حال حیات
اخا کی تن کوں ہے ممات — ممکن سوں اس ہے حیات
عقل مقیمی علوی ناؤں — عقل دلالی اس کی چھاؤں
عقل مقیمی دیک ۲ بچار — عقل دلالی اس کا بار
عقل مقیمیں دیک ہلال — پر تو چندنا عقل دلال
جو نکے سونے کیرے ٹھار — سفلی تن تھے ہوتا بار
علوی قایم تن کے ٹھار — سفلی کھٹ پٹ کرتی بار
تن کی نسبت کیرا فہام — نکل جاوے دیک تمام
سفلی پر تو جوں ہے باس — علوی گل جوں رکے باس
جوں کی سوتا ہے بے غم — ۳ تاب ان دھر کے کھیلے دم
گیان تیرا کیوں ہو دو ٹھار — باٹاں کیا دیک بچار
۴ سپنے میں کا کیسا گیان — مردے سیتے دیک عیاں
مردیاں کیرا نئیں کچھ ڈر — ۵ ملتا ان سوں خوشیاں کر
جاگتا مانس اچھے ہشیار — مردے دیکھے نظر تلہار
چھل کر مرتے نئیں کچھ بار — عقل مقیم ہے اس ٹھار
سونے سپن ۶ کا جھوٹا خیال — جاگتا اچھکر ہوتا حال
ظاہر ملتا مردیاں سات — ان کوں ڈر کی نئیں کچھ بات
جوں کی آرس دکتا مکھ — عین نظر میں دستا سوک

---

(۱) آغا صاحب کے نسخہ میں یہ شعر نہیں ہے (۲) روح (۳) تاراں دھرکے (۴) سونے میں (۵) ملتے (۶) میں۔

جس کے دل نے پردا جائے　　دونوں عالم دل میں پائے
۱ سفلی تیری دیکھ سکت　　ممکن خطرے میں جگت
باطن تیرے دل کے ٹھار　　کون کون عالم ہے اظہار
قطرا پکڑیں صورت روپ　　شاھد ہوں تو دیکھے چوپ
سفلی ان کو اپنا بار　　دیکھیں آپیں دل کے ٹھار
سفلی پر تو تیرا گیان　　۲اور کوئی ہے با حق با عرفان
جیسے کچھ تج تھیں ہوئیں افعال　　تیرے پرتو تیرا خیال
سفلی پرتیں ممکن سات　　۳ممکن پر اس نئیں برکات
ممکن تن کا ایسا حال　　خاکی تن کے سب افعال
جوں کہ سوئے اندر خاب ۴　　اس کا بارے منجہ دے جاب۵
خاکی تن کا فعل تمام　　کی۶ وو دکھنا کرنا فہام
۷دیکھنا ، چکھنا ، سننا بات　　سونگھنا، بھوگنا، سب حرکات
کیتا خاکی تن کا سنگ　　ممکن اوپر دستا رنگ
تن سوں برتیا جس جس دھات　　سب وھاں دستا ۸ ہے حرکات
بولوں تج کوں ایک مثال　　کیا خش تمثیل ہے خش حال
کات ھور کیوڑے کیرا سنگ　　باس چڑیا دیک اس کے انگ
خوشبوئی تو ہے کیوڑے باس　　کات میں سب دستا باس

(۱ اور ۷) صرف نسخہ آغا صاحب میں ہے (۲) علوی با حق ہے فرمان (۳) ممکن پن اسے نیں حرکات (۴) خواب (۵) جواب۔ (۶) کیوں (۸) دستے ہیں۔

خاکی تن سوں پرتے فہام   باطن ۱ فعل دسے تمام
بوڈہ۲ ترتا جیسا ہو سنگ   وہاں بی دستا ویساچ رنگ
ممکن کو تو نیں کچ نقصان   جھوٹی کثرت کا ہے۳ گیان
٤ . . . .   اس میں ناھیں ھوتا سنگ۵
جیسا محبت پکڑیا یاد   پرتو دستا دل میں شاد
جس پر محبت باندیا سبیچ   ویسا دل میں دیکھیں ویچ
۶جھوٹے تن کی پکڑیا بھول   باطن دستا وھی مشغول
۷پکڑیا جھوٹے تن کی کھوڑ   جیتاچ۸ اس کو دیتا چھوڑ
دنیا فانی ہوے نہاٹ   آحر ھی سوں یوں کیر دھات
جیسی ظاہر کی کھٹ پٹ   ویساچ باطن ہوے لٹ پٹ
جن یہ کھٹ پٹ کیتا دور   تو وو دیکھیں دل کا نور
جس۹ میں من کے خطرے مار   روح کا دیکھے گا دیدار
جہاں تیں خطرہ نپجے۱۰ موڑ   ۱۱کھرک گیان سوں کرتوں۱۲ توڑ
۱۳جس تھے خطرہ ہوتا بار   اس کا توں ہو دیکھن ہار
کون تخم ہے بیچ قرار   جس تھے ہوتا خطرہ بار

---

(۱) باطن سیتے (۲) بودہ ترتا جیسا ہوے + وہاں بی دستا ویساچ کوئے (۳) سب (٤) خاکی تن کے بھرتے رنگ (نسخہ آغا صاحب میں) (۵) بھنگ (۶) نسخہ آغا صاحب میں یہ شعر دوسرا اور (۷) پہلا ہے (۸) جے توں (۹) جیتے (۱۰) اپجیں (۱۱) گیان کھرک (۱۲) دل (۱۳) صرف نسخہ آغا صاحب میں ہے ۔

باطن دیکھے فہمو چپ۱   من کا خطرہ جاوے چھپ
خطرہ دے کر۲ ہووے غیب   کون فہم ہے دیکھ عجیب
جوں کی دستا ہے اندکار   جہاں تے خطرہ پرکٹ ہار
جیدھر تہیں وہ خطرہ آئے   تیدھر توں ٹك دیکھ نجھائے
جہاں تہیں خطرہ ہووے بار   وہاں جوں دستا ہے اندکار
۳خطرے پر تہے کرنا فہام   کس کی حرکت کس کا کام
کیسا جاگا ہے ظلمات   جیسی کالی انداری رات
دیك اندارا غفلت لیاے   ٤عقل گنوا وہاں وہی ....
یہ ہے غیبی تسرا تن   جس تہیں تج کو بسرتا ٥
غفلت بسریا بھرم گمان   تسرے تن کا دیك نشان
نس اندھارا جینا ہووے   دین اجالے کیوں نا جووے
نیستی ظلمات ہستی نور   ظلمات چھوڑ کنارے دور
ہستی کیری نیست صفات   دن کا پرتو جوں کی رات
دیکھتا شاھد تو ہے خاص   ٦کالا اندھارا تج تہیں بھاس
تجھ بن سالك۷ نئیں بھی کوئے   دستا دور کر دیکھتا ہوے۸
کالا اندھارا دستا نئیچ   لے ٹك انتر۹ آپس کھینچ
عارف عاقل تیرا نام   دستے پر تہیں کرنا فہام

---

(۱) فہموں چھٹ (۲) روپ کر (۳) خطرہ ہر جگہ کاتب نے ق سے لکھا ہے (٤) خود عقل میں سب عمر گنوائے (٥) پن۔ (٦) کالا اندھارا تجھ میں پاس (۷) سالك (۸) جوے (۹) آپس انتر۔

یہاں بھی را کھے الٹی دیٹ   سیدا مبارک پکڑیں نیٹ
جیدھر تہیں تجھ آوے بودھ   لے پیاے وھاں کی سودھ
گیان اجالا تیرے پاس   چھوڑ اندھارا جھوٹا ا بھاس
گیان اجالا میں ہے توں   عارف عاقل کہیا کیوں
گیان اجالا نئیں جس ٹھار   تو کیوں دیکھے او اندکار
عرفان۲ تیرا چوتہا من   جس تہیں دستا ہے روشن
عرفان آرس کیرے ٹھانوں   نور کا پربھا روح ہے چھانوں
جان پنا ہے روح کی سیر   تو یہ دیکھے آپس پھیر
علوی آہے اس کا نانوں   نور نرنجن کیری چھانوں
میں پن لاگا اس کے سیر   آپس آپیں دیکھے پھیر
اس کا شاھد نور قرار   ۳توں ہے پربھا نور کا بار
٤شاھد نبی کی کہتا سد   اس کے سیر یو "میں پن" بد
٥نور شاھد گیان اپر   توں ہے پربھا گیان بھیتر
٥نور ھور میں پن دستے دوئی   خارج کرتا دونا ھوئی
میں پن دیوں نور کے سیر   آپس آپیں دیکھیا پھیر
جوں کی آرس کبرا ٹھار   ٦پر تو دستا دیک بچار
٥دوك دستے آرس ٹھار   آرس دور کر ایك قرار

---

(۱) بیگک (۲) عارف (۳) پر تو یہاں نور کا بار (٤) شہدت لے جن کیتا سود (٥) نسخہ آغا صاحب میں موجود نہیں (٦) آرس دور کر ایك قرار۔

چیتن ھارا دیک اتیت ۱ دونوں میں ھے نیک مجیٹھ
نور کا آرس علوی جان ذات کا پرتو نور عیان
دایم قایم واحد ذات جس تے پیدا کل صفات
ذات خدا کی دیکھے کون پرتو پرتھے بوجھے کون
ذات کا پرتو نور صفات پرتو پرتھیں واحد ۲ ذات
فانی میں پن دیک صفات دایم قایم واحد ذات
جوں کے آرس میں دیک سک پرتو پرتھیں لیوے ۳ سک
اپنا آپیں دیک دیدار اپنا آپیں ھے گواہ دار
چھوٹا میں پن کر توں دور پرگٹ دیک لے اپنا نور
میں پن لے کر دیکھے دھانے دوپن نیں وہ کیوں کر پانے
جہاں لگ دے کر فعل پچھان تہاں لگ دستا ھے نقصان
ذات خدا کی واحد ٹیک پیو کے نینوں پیو کوں دیک
٤ ان توں اپنا آپیں ساک جھوٹ میں پن سکلا ھاک
یو بی "میں پن" اس کا بوج اپنا "میں پن" دیتا توج
"میں پن" سکلا جس تے بار کوں "میں پن" وو یک قرار
جن سب جگ کا چیتن ھار ٥ وہ سب کرتا ھے کرتار
جگ کی کرنی جس کے ھات پرگٹ کیتا ھے ہر دھات
اپنے حان پنے کے انگ روپ دیکھیا اپنے رنگ

---

(۱) دو کے میانے (۲) ثابت (۳) دیکھے مکھ (٤) ھونا اپنا۔
(٥) جتنا لکار۔

۱میں پن تیرا سکلا جھوٹ — اس کے میں پن میں یو ٹوٹ
۱میں پن یکیچھ "توں پن" دور — نور سماویں نور یب نور
میں پن چیتے اس کے خیال — میں پن دے دے لیا وصال
آپس اپن دیکھیں کہاں — میں پن تج کوں دیا جاں
اس کا میں پن پکڑیا بار — تیرا میں پن گواہ دار
تیرا میں پن ہونا نا — توں پن اس کو سواتا۲ نا
میں پن ، توں پن دونوں۳ ایک — یکس ماھی یکھی نور
۴دیکنا ، دسنا۵ دونوں دور — باقی قایم ایکھی نور
دیکنا، سننا جس تے ہوے — وو میں پن تیرا وو ہے کوئے
کوں کر سمجیں وھاں کی بود — تمثیل یہ تہیں لینا سود
جوں کی دیکھے اندارے ٹھار — دکتا جاوے نظر قرار
جوت نظر کی جائے تمام — باج اوجالے نئیں کچھ کام
یا جوں نیر میں غوطہ کھائے — بولنا جیب کا سکلا جائے
جیب تو باقی رہے قرار — پن واں بولن کا نئیں ٹھار
پانی میں تہے نکلا بہار — تو کچھ بولے بول بکار
بول نا جاوے اچکر جیب — ۶یوں دے کر میں پن ہو غیب
یوں دیک تیرا سدبد فہام — نور۷ میں فانی ہوا تمام
جوں کی پر کٹ نکلے سور — تاریاں کا چھپ جاوے نور

---

(۱) دونوں شعر نسخہ آغا صاحب میں نہیں ہیں (۲) سماتا ۔ (۳) جونہوں (۴) اور سننا دونوں نور (۵) صرف نسخہ آغا صاحب میں ہے (۶) یوں دیکھ سن ہوے طبیب (۷) تو میں پن ۔

۱اچکر تارے ہوئے گت تاریوں کیرا نیں حرکت

۱دسنے میں نادس کو آئے فانی ہونا مل کر جائے

۲چھائے روشن حق کا نور اچکر میں پن جاوے دور

میں پن جاوئے دیك بچار ۳باق ابری میں کہن ہار

٤ گاؤں آئیں جو ہودےدار کہٹ پٹ کرتا بولن ہار

٥ عہدا اس کا ہوے دور ٦ کہٹ پٹ نئیں ہوےمنصور

کہٹ پٹ گذریا دیك بچار چپ کے رہیا ہودے دار

جیوں کہ بالك ہے نہتواد دیکھتے دستے کا نئیں یاد

۷پورا اس کو ناھیں بود تو کیوں بالك منگتا دود

کون فہم ہے میں پن باج بھوگ نتا لك تہا دیك ساج

نسبت سنگوں میں پن آئے نسبت نئیں وہاں ھی میں پن جائے

عقل دلالی جانتے۸ بار فانز ہوے اوسے۹ ہے ٹہار

بالك پن کی سدبد خام ۱۰ خام پن وو کیا آوے کام

کیجے پہل میں دیکھے ریج پرگٹ دستا نیں وو بیج

جب وہ نیچتا ہووے پہل دس کر آوے بیج نکل

---

(۱) نسخہ آغا صاحب میں موجود نہیں (۲) جہاں ہے (۳) کذا امر حق کا رہے یك ٹہار (٤) جوں گاوں کے اپر ہودے دار (عہدہ دار) (٥) ھدا (٦) سب سوں کہٹ پٹ کرتا ہے کار۔ (۷) یوں جان جو بالك میں ناھیں سود (۸) جہاں تے (۹) فانی ہوتی ہے دو ٹہار (۱۰) فام۔

جس کو ناھیں اپنی سود　　کیوں کر پاوے گا مقصود

۱جو لگ ناھیں اپنی ٹھار　　کیوں کر بوجھے گا کرتار

بجنا ان دیتا نام　　اپنا آپیں راکھیا نام

جس کو گرکا ہو پرساد　　تو ہووے نور پرشاد

۲نور نرنجن سہج سروپ　　روپ کہوں تو دیک سروپ

۳روپ تھے تو دیکھے کیا　　دیکھیا نیں اس لیکھے کیا

نیرے کہوں تو دستا دور　　دور کہوں تو نظر حضور

خارج کہوں تو ملیا ہم　　ملیا کہوں تو خارج ہم

ٹھانوں کہوں تو کہاں ہے ٹھار　　ٹھار نہیں تو کہاں تھے بار

نور اوپر سب ہے سرپوش　　باطن اندر پکڑیا ہوش

چاروں تن کے کسوت بار　　نور نرنجن کیرے ٹھار

نور نرکھٹ اس کی ذات　　کیتا پرگٹ قدرت سات

نور کے انکوں قدرت بار　　آپیں تو ہے مخفی ٹھار

آپس آپیں کیا ظہور　　آپیں قدرت آپیں نور

آپس ماں میں اپنی ٹھار　　آپیں دیکھیا اپنا بار

قدرت کو کرتا کہیا ناؤں　　اپنے میں پن کیرا چھاؤں

ظاہر باطن آپیں آپ　　سب سوں بن سب وہی آپ

نور ہور قدرت کیرا میل　　جونکہ تیرا تجھ میں ٹھیل

---

(۱) جس کو (۲) کتب خانہ روضتین کا یہ آخری شعر ہے اس کے بعد (۳) سے آغا صاحب کے نسخے کی نقل ہے۔

چاروں تن میں دیك محیط پھر چاروں میں تھیے دیك اتیت
جیوں کہ تیرا تن میں جیو یوں وو جتا سب سوں پیو
سب اعضا تیرے سرتا پائے جیوں کہ تن میں جیو کوں پائے
تجھ گھٹ بھیتر تیرا نور ناھیں نیرے ناھیں دور
یوں سب عالم سوں کرتار سب سوں بن سب ہے اظہار
جینا مرنا تجھ پر حال اسکا جینا سدا کال
نور اس کا اس تھیے جان اس کی آنکھوں سب پچھان
نور سنواریا قدرت انگ سب سوں ملیا قدرت سنگ
بوجھ مقیم کوں ہے وجود جس میں ہرگھٹ سب وجود
کیوں وہ ہرگھٹ سب سوں دیك جو وو بن سر آئیں ایك
سب سوں بن سب آپ اتیت سب سوں بن سب آپ محیط
آرس کیتا تج عرفان صیقل کیتا با عرفان
تجھ میں اپنا دیکھیا مکھ بھولوں چاؤں کیتا سك
یوں تجھ میں ہے آپ ظہور تیرے نینوں دیکھیا نور
تجھ میں جو کوئی ملن ھار وہ کون گیان دیك بچار
دیکھنا تیرا جس تھیے ہوے اس کے انگوں اس کوں جوئے
کر تجھ ظاھر کھلایا بھید توں سوں غائب ہو رھا نپید
کر تجھ نور کا وو ہے دیدار کہ یہ فانی نیں پکھ ٹھار
گر تجھ کو پکھ ناھیں سودھ کر تج روشن کیسے بودھ
یوں دیکھیا باطن کس کا نام کرتے پرنے کرنا فہام

مرنا جینا اس کے ہات   سن اس بوجھے مشکل بات
غالب قدرت بوجہ کمال   جس تھے تجہ پر دو حال
جس تھے کرنی ہے حرکت   دوجے کیری نئیں نسبت
جے کچہ کرتا سو اپنے بل   دوجے کیرا نہیں دخل
نور پر تو ذات کا ایك   ذات خدا کی واحد ایك
چوتہا عالم کیتا ماؤ   سانچا ہو کر لینا چاؤ
تجہ نینوں میں اس کے نین   تجہ مکہ بولیں آپیں بین
تجہ کان بہیتر اس کے کان   تجہ دل بہیتر اس کا گیان
ناسك بہیتر اس کی ناك   جبھوا بہیتر لذت چاك
تجہ تن بہیتر وو تن خاص   کرتا ہے وو بھوگ بلاس
یوں سب جگ سوں دیك محیط   ان سب جگ سوں آپ اتیت
محل تہا با ذات قدیم   دایم قایم دیك مقیم
عشقوں پر گھٹ کیتا کھیل   دوجگ مانڈیا کیسا میل
میں پن دے کر عاشق سیر   آپیں آپس دیکھیا پھیر
جن کے نیرے دیکھیا بھائے   اس کوں اپنا مکہ دکھائے
معشوق کا نا ہوے خیال   عاشق کیرا کچہ ناھیں مجال
عاشق کوں نہیں اختیار   دیکھے معشوق کا دیدار
معشوق تیرا عشق تمام   عاشق میں مل کر کرتا کام
عشق کہاں میں بولوں توج   معشوق نیرے ہے کر بوج
جب لگ نئیں دیك تیرا مك   تب لگ عاشق کوں نہ تہا سك

معشوق اپنا دیکھیا ہووے   عاشق بیٹھیا آپس کھووے
دیکھیا عاشق نور جمال   بھولا عشقوں ہو بے حال
محبت کھینچا معشوق نیر   کھویا عاشق اپنا سیر
دل میں کھینچا عشق کا بھید   عشق منیں ہو آپ نپید
عاشق ہو کر بھولیا تجھ   معشوق ہو کر کھولیا بوجھ
دونوں بھیتر عشق محیط   اپنے پرگھٹ آپ سمیت
اپنا عاشق آپیں ہووے   دوجا دستا ناہیں کوئے
عاشق درپن دیکھ بچار   معشوق دیکھے اپنا یار
درپن سنگوں دیکھے مکھ   اپنا آپیں لیوے سکھ
عاشق میانے الف حجاب   معشوق اپنا دیا خطاب
الف حرف کر عشق اصل   معشوق اپنا دیا وصل
الف حرف عشق خطاب   دایم قایم ہے بالذات
میں پن اس کا ہووے دور   نور سماوے نوریں نور
عاشق میں پن اپنا کھوئے   عاشق وو رہے معشوق ہووے
جنھیں عاشق ہو کر یار   معشوق ہو کر کرنا بار
عاشق پن کا بھایا بھاؤ   معشوق ہو کر لینا چاؤ
آپیں عاشق ہے معشوق   آپیں خالق ہے مخلوق
آپیں قدرت آپیں نور   آپیں نیرے آپیں دور
آپیں عابد ہے معبود   آپیں شاہد ہے مشہود
آپیں طالب ہے مطلوب   آپیں غالب ہے مغلوب

آپیں عاقل ہے معقول آپیں قابل ہے مقبول
ماٹی پانی آپیں باد آپیں ھوا آپیں ناد
آپیں گگن آپیں نور آپیں چندر آپیں سور
آپیں اوپر آپ تلار آپیں بھیتر آپ بہار
آپیں دشمن آپیں پیار آپیں امرت آپیں زھار

ترقیمه

مخطوطه پروفیسر آغا حیدر حسن
رساله من تصنیف حضرت عاشق داول قدس الله سره
بتاریخ ۱۴ / ذیقعده سنه ۱۱۱۳ ه همراه بادشاه عالمگیر
زیر قلعه کھیلنه تحریر یافت
نصرت کاتب لکھیا کلام جو پڑھے بھیجے درود وسلام

فرهنگ

لغت کشف الوجود (سید شاہ داول خلیفہ حضرت برہان الدین جانم)

الف

اپسے : خود بخود

اپناچ : اپناھی

اٹیت : اوجھل ہونا، غایب ہونا

اچکر : رہتے ہوے

آرس : آرسی، آئینہ

اکار : بے کار

ان : اندر

انتر : اندرونی

اندکار : اندھیرا

اندھلا : اندھا

انگ : جسم

انگ لیت : مجسم

انگون : سامنے

ایلار : اِس طرف

ب

باج : بغیر

بجنا : بوجھنا

بد : بدھ (عقل)

بدھارا : زیادہ ہونا

برتنا : موجود ہونا

برخا : برقع

برلا : نادر، انوکھا

بزاں (بعد ازاں) : اس کے بعد

بن : بغیر

بوج : عقل

بول بکار : بول سکے

بھار : باھر

بھاسنا : ظاھر ہونا

بھان : بھن

بھانا : ڈالنا

بھوگ بلاس : عیش و آرام

بھیتر : اندر، میں

بھیدیا : توڑا

بھیر : اثر

بھیں : زمیں

بیری : دشمن

بیلا : وقت

پ

پانچوں داراں : (مراد) حواس خمسہ

پران : روح

پربھا : روشنی

پرگھٹ : ظاہر

پنگڑی : بچہ

پھیرا پھیر : بے مقصد گھومنا آوارہ گردی

پیلار : ورے، اودھر

پیو : پیا، معشوق

ت

ترنا : جوان

تلار : نیچے

تو : تب

توج : تجھ کو، تجھے

تو لگ : جب تک

تھے / تے : سے

تیتا : اتنا

تیجا : تیسرا

ٹ

ٹھار / ٹھانوں : مقام

ٹوٹ : نقص، خرابی

ٹھیل : دوسرے پر ڈالدینا، ڈھکیل دینا

ج

جبھوا (جبوا) : زبان

جپایا تھا : ورد کرایا تھا، ذہن نشین کرایا تھا

جولک : جب تک

جونا : دیکھنا

جوے : دیکھے

جیے : جو

جیتا : جتنا

جیو : جان

جیوں کر : جیسے کہ

ج

چاؤ : خوشی

چپل : چالاک

چندنا : چاندنی

چنگ : چونک ، ذایقہ اے

چوپ : چپ

چھند : مکرو فریب

چیتن ھارا : دیکھنے والا

د

داریں دار : در بدر

در حال : فوراً

دسنا : نظر آنا

دشٹی : نظر

دندی : دشمن

دوجا : دوسرا

دوجی کیرا : دوسرے کا

دوجی کیری : دوسرے کی

دھانا : دوڑنا

دھندے دھند : دشمنی

دھیر : طرف

دیٹ : نظر

دیك سك : دیکھ سکنا

ر

رانیا گیا : نکال دیا گیا

روت : تبدیلیاں

س

ساج : سجاوٹ

ساك : گواہ

سرجا : پیدا کیا

سروپ : شکل

سکلے : سب

سلکانا : چھوڑنا ، آهسته آهسته ترك کرنا

سنجوگ : میل

سنگ (سنگوں) : ساتھ

سواتانا : سزاوار نہیں ہوتا
سوسنا : برداشت کرنا
سوك : سکھ
سوں : سے
سہج : فطری
سیتی : سے

ف - ق

فام : فہام ، سمجھ
قبولیا : قبول کیا
کات : کانٹا
کاڑنا : نکالنا
کرسوں : کروں گا
کس دھات : کس طرح
کونت پڑیا : کی ہوئی
کونچے کونچے : گلی گلی
کھٹ پٹ کرنا : کوشش کرنا
جدو جہد کرنا
کھرك گیان : عقل کی تلوار
کھنڈ : زمین کا حصه

بن کھنڈ : جنگل کا قطعه
کھوڑ : برائی ، نقصان
کی : کیوں

گ

گت ہونا : معلوم ہونا
گھاٹ : طریقه
گھٹ : دل ، جسم

ل

لاگا : لگا
لپت : لپٹا ہوا
لٹ پٹ : الجھا ہوا ، الجھن
لوڑنا : چاھنا ، پسند کرنا
لیوے سك : لے سکتا ہے
لیه (لیے) : لے
لئی : بہت

م

مارگ : راسته
مانڈنا : سجانا ، ملانا
ماؤ : خوشی

ماهیں : میں
مسکا جونکہ کارے مت : جیسے متھنے سے مسکا نکل آتا ہے
منیں : میں
موڑ : مولکا
موئے بعدز : مرنے کے بعد

ن

ناب : ناف
ناد : طرح ، آواز ، گیت
ناس جائے : برباد ہو
ناسك : ناك
ناند : رھو
نپجنا : نکلنا ، پیدا ہونا
نپید : ناپید
نتا : نہ تھا
نجهانا : دیکھنا
نرنجن : پاك ، منزہ
نروپ : بے شکل
نرگهٹ : غیر مجسم ، غیر مادی ،

نس : رات
نهالنا / نهاسنا : بھاگنا
نهنواد : بچپن
نیٹ : درست
نیثیچ : ھرگز نہیں
نیری : نزدیکی
نیرے : نزدیك

و

ور : برتر ، زیادہ طاقتور
ویچ : وهی

ہ

هاك : بیکار
هار : زهر
هلکاؤ : زیادہ کام نہ لو
هودے دار : عہدہ دار ، افسر

ی

یکس ماهی : ایك هی میں

پرت نامہ

از

اُستادِ دبستانِ گولکنڈہ

قطب الدین قادری "فیروز" بیدری

مرتبہ

ڈاکٹر مسعود حسین خان
صدر شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

۱۹۶۵

مقدمه

قطب الدین ("قطب دین") قادری المتخلص به "فیروز" بیدر کا نامور شاعر اور دبستان گولکنڈہ کا مسلم الثبوت استاد تھا۔ وجہی اور ابن نشاطی جیسے اساتذہ سخن نے فیروز کو استاد تسلیم کیا ہے اور اپنی شاعری کی اس سے داد چاہی ہے۔ وجہی اپنی ابتدائی تصنیف "قطب مشتری" (سنہ ۱۶۰۹ء) میں دو جگہ فیروز کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

که فیروز محمود اَچھتے جو آج
تو اس شعر کُوں بہوت ہوتا رواج

که نادر تھے دونوں بی اس کام میں
رکھیا نیں کنے بول اَچھوں نام میں

آگے چل کر اسی مثنوی میں اس کی شان نزول کا ذکر کرتے ہوئے فیروز کی زبانی اپنے شعر کی فضیلت یوں بیان کرتا ہے:

که فیروز آ خواب میں رات کوں
دعا دے کے چومے مرے ہات کوں

کہیا ہے توں یو شعر ایسا سَرس
که پڑنے کوں عالم کرے سب ہوس

تون یوں کر کہ خصلت یو تُج آنے تا
که تون خوش اچھے هور کسے بھانے تا

تون ایسی طَرَز دل تے نپجا نوِی
که دُسرے کریں سب تری پیروی

وجہی ترا ذهن جیوں برق هے
تجے هور بعضیاں میں لئی فرق هے

قطب مشتری کے تقریبا چھیالیس برس کے بعد ایك دوسری اهم تصنیف "پھول بن" (سنه ١٦٥٥ ء) میں گولکنڈه کے دوسرے نامور شاعر ابن نشاطی نے وجہی سے زیاده فراخ دلی کے ساتھ فیروز کی استادی کو ان الفاظ میں تسلیم کیا هے:

نہیں وه کیا کروں فیروز استاد
جو دیتے شاعری کا کُچ مری داد

استاد فیروز کی اس همه گیر شہرت اور مقبولیت کے باوجود کچھ عرصے قبل تك اس کا کوئی ادبی نقش دستیاب نہیں تھا۔ سب سے پہلے ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے ادارۂ ادبیات اردو کے "تذکرۂ اردو مخطوطات" میں اسکی ایك مختصر مدحیه مثنوی موسوم به "توصیف نامه میران محی الدین" کی نشان دهی کی۔ اداره ادبیات اردو کا یه نسخه ناقص الآخر هے اور اس میں اشعار کی تعداد ١٠٢ هے

جن میں دو شعر نا مکمل ہیں، خود فیروز نے اپنی مثنوی کے آخری شعر میں ابیات کی کل تعداد ۱۲۱ بتائی ہے:

صدو بیست ویک جب کیا بیت میں

اس کے بعد انجمن ترقی اردو (ہند) کے سہ ماہی رسالہ "اردو ادب"[۱] میں ڈاکٹر نذیر احمد نے انجمن کے ذخیرہ مخطوطات سے تلاش کرکے فیروز کی مکمل مثنوی کا وہ نایاب نسخہ شائع کیا جسے "پرت نامہ" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ انجمن کے نسخے میں کل ۱۲۰ ابیات ہیں۔ ڈاکٹر نذیر احمد کو ادارہ کے ناقص الآخر نسخہ کا علم تھا لیکن جیسا کہ انہوں نے اپنے مضمون کے اختتام پر اعتذار کیا ہے کہ: "فی الحال وہ میری دسترس سے باہر ہے۔ اس لئے ذیل میں جو متن پیش کیا گیا ہے وہ بلا مقابلہ ہے لیکن حتی الامکان کوشش اس بات کی کی گئی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو لفظ درست لکھا جائے۔ بہر حال اس متن میں بڑی خامیاں ہیں، لیکن اس کے چھپنے میں فائدہ یہ ہے کہ کسی کو دوسرے نسخے سے مقابلے کی صورت نکل آئے"۔

ایک طرح سے "پرت نامہ" کی موجودہ ترتیب و تہذیب ڈاکٹر نذیر احمد کے اسی ادھورے کام کا تکملہ ہے۔

---

(۱) شمارہ جون ۱۹۵۷ء۔

ڈاکٹر نذیر احمد نے اکثر جگہ متن کو حل کیے بغیر جوں کا توں نقل کردیا ہے ۔ ادارہ کا نسخہ نہ صرف ناقص الآخر ہے بلکہ کسی کم سواد کاتب کا لکھا ہوا ہونے کے سبب سے اسکے اکثر اشعار خارج از وزن ہیں۔ متن میں بے شمار کھانچے ہیں اور جابجا الفاظ غلط لکھے گئے ہیں۔ انجمن اور ادارہ دونوں کے نسخوں کا مقابلہ کرنے سے متن کی ان خامیوں کا ازالہ ہو گیا ہے اور اکثر اشکال دور ہو گئے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ایک شعر (نمبر ٤٤) جو انجمن کے نسخہ میں غائب تھا ادارہ کے نسخے میں مل گیا ہے اس طرح پرت نامہ کا ۱۲۱ ابیات پر مشتمل مکمل متن تیار ہو گیا ہے ۔ دونوں نسخوں کا مقابلہ کرتے وقت انجمن کے نسخے کو بنیادی نسخہ تسلیم کیا گیا ہے اور ادارہ کے نسخہ کے اختلافات فٹ نوٹ میں درج کردے گئے ہیں ۔ جہاں یہ اختلافات صریحی طور پر غلط ہیں ان پر ایک سوالیہ نشان قائم کردیا گیا ہے ۔ چوں کہ مرتب ترتیب و تہذیب کے اس طریق کار کو بہتر سمجھتا ہے، جسمیں صحیح متن کی تشکیل کی جائے، اس لیے جہاں واضح طور پر ادارہ کے نسخے کا متن صحیح معلوم ہوا ہے اس کو اصل متن مین شامل کردیا گیا ہے اور انجمن کے نسخے کے اختلافات حوالہ کے ساتھ

قطعہ نوٹ میں درج کردے گئے ہیں۔

قطب الدین فیروز بیدر کا باشندہ تھا اور سلسلۂ قادریہ سے نسبت رکھتا تھا ۔ ادارہ کا نسخہ چوں کہ ناقص الآخر ہے اس لیے ڈاکٹر زور نے فیروز کے وطن کے بارے میں قیاس آرائی سے کام لے کر اس کو گولکنڈہ بتایا ہے ۔ اب انجمن کے نسخے کے اس شعر کی روشنی میں فیروز کے نام، سلسلہ اور توطن کے بارے میں تیقن ہو گیا ہے:

مُجے ناؤں ہے قطب دین قادری

تخلص سو فیروز ہے بیدری

وجہی اور ابن نشاطی کی شہادت کے علاوہ کوئی دوسری شہادت ایسی نہیں ملتی کہ فیروز کو گولکنڈہ سے وابستہ کیا جاسکے ۔ ان شہادتوں کی روشنی میں یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ فیروز سلطنت بہمنیہ کا چراغ ٹمٹاتے دیکھ کر سولھویں صدی کے وسط میں بیدر کی سکونت ترک کر کے گولکنڈہ کے نئے علمی وادبی مرکز میں آگیا ہو گا اور ابراھیم قطب شاہ کی سخن نوازی سے مستفید ہو کر بہت جلد دبستان گولکنڈہ کا استاد تسلیم کیا جانے لگا ہو گا ۔ اس کا اصل وطن بیدر تھا لیکن آخری زمانے میں اس کا گولکنڈہ میں مقیم ہو جانا اور وہاں کے شعرا میں اہم مقام حاصل کر لینا یقینی امر ہے ۔

فیروز کے پیر "مخدوم جی" جن کا اصل نام شیخ محمد ابراھیم تھا شیخ محمد ملتانی بیدر کے مشہور بزرگ کے صاحبزادے تھے۔ سلاطین گولکنڈہ کو اس خاندان سے بڑی عقیدت تھی۔ ان کا انتقال بیدر ھی میں سنہ ۹۷۳ ھ (سنہ ۱۰۶٤ ء) میں ھوا۔ چوں کہ "پرت نامہ" میں ایسے داخلی شواھد موجود ھیں جن سے شیخ کا مثنوی لکھتے وقت حیات ھونا ثابت ھے اس لئے یہ یقین سے کہا جاسکتا ھے کہ اس مثنوی کا سنہ تصنیف سنہ ۱۰۶٤ ء سے قبل ھو گا۔

محی الدین تیرا تو میرا میاں
تو میرے محی الدین کے درمیاں
کہیا توں کہ فیروز میرا مرید
بڑے بخت میرے جو تیرا مرید

"پرت نامہ" کے بارے میں ھم ڈاکٹر نذیر احمد کے اس خیال سے متفق ھیں کہ یہ کوئی ایسا بڑا ادبی نقش نہیں جو استاد فیروز کی شہرت کے شایان شان ھو۔ یہ در اصل ایك مرید کا نذرانۂ عقیدت ھے جس میں اصل مدح حضرت عبد القادر جیلانی کی ھے ضمناً اپنے پیر شیخ ابراھیم مخدوم جی (جنہیں وہ "محی الدین دوجے" کہتا ھے) کی توصیف بھی شامل کر دی ھے۔ کہیں کہیں عقیدت مندانہ اشعار میں

شاعرانہ لہک اور گداز آ گیا ہے۔ عقیدت اور "پرت" کی یہ لہک ان اشعار میں زیادہ ملتی ہے جن میں اپنے پیر "مخدوم جی" سے خطاب کیا گیا ہے۔

لسانیاتی نقطۂ نظر سے دکن میں اردوئے قدیم کے ارتقاء کے حسب ذیل مدارج متعین کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) دور اول (سنہ ۱۳۰۰ء تا سنہ ۱۳۵۰) : فتوحات علاء الدین خلجی و محمد تغلق اور خسرو کی "زبان دهلوی" کی "هندی" اور "هندوی" کے نام سے دکن میں آمد اور انتشار : مرہٹی کے اثرات اردوئے قدیم پر :

(۲) دور گلبرگہ (سنہ ۱۳۵۰ء تا سنہ ۱۴۳۰ء) : پایہ تخت کا دولت آباد (علاقہ مرہٹی) سے گلبرگہ (علاقہ کنڑ) میں منتقل ہونا۔ نیا لسانیاتی ماحول۔ سنہ ۱۳۹۸ء میں فیروز شاہ بہمنی کے زرین عہد میں خواجہ بندہ نواز ۸۰ برس کی عمر میں گلبرگہ تشریف لاتے ہیں۔ خواجہ بندہ نواز کی "معراج العاشقین" کے بارے میں ہم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ یقیناً سنہ ۱۵۰۰ء سے قبل کی تصنیف ہے[1]۔ خواجہ بندہ نواز کی زبان کو گلبرگہ کی زبان ماننے میں

---

(۱) ڈاکٹر محمد قاسم کا مملوکہ نسخہ، جسے مولوی عبدالحق نے اپنے مرتب کردہ نسخہ کی بنیاد مانا ہے ایک ایسے نسخے کی نقل تھا جو سنہ ۱۵۰۰ء میں کتابت کیا گیا تھا۔

یوں تامل ہو سکتا ہے کہ وہ ۸۰ برس کی عمر میں ہجرت کر کے دہلی سے گلبرگہ پہونچتے ہیں ۔ در اصل پندرھویں صدی کی "زبان دہلوی" اور دکنی میں مابہ الامتیاز فرق پیدا نہیں ہوا تھا ۔ اس لئے خواجہ بندہ نواز کی زبان بیک وقت دہلوی اردو بھی کہی جا سکتی ہے اور دکنی اردو بھی ۔ معراج العاشقین میں "چ" تاکیدی ، جسے میں دکنی اردو کی کلید سمجھتا ہوں حیرت انگیز طریقے پر غائب ہے ۔ البتہ مرہٹی کا لفظ "نکو" جو دکنی کی دوسری کلید ہے صرف ایک جگہ استعمال ہوا ہے ۔

(۳) دور بیدر : (سنہ ۱۴۳۰ تا سنہ ۱۵۲۷ ء) : احمد شاہ ولی بہمنی نے سنہ ۱۴۳۰ ء میں گلبرگہ کی سکونت ترک کر کے سر زمین "شنجرف" یعنی بیدر کو سلطنت بہمنیہ کا پائے تخت قرار دیا ۔ یہیں احمد شاہ کے نو جانشینوں نے سنہ ۱۵۲۷ ء تک قیام کیا ، گو اس خاندان کے آخری پانچ سلاطین نام کے بادشاہ تھے اور بریدوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی تھے ۔ بیدر ، گلبرگہ کی طرح کنڑ زبان کے علاقے میں واقع ہے لیکن ایک سرحدی شہر ہونے کی وجہ سے مرہٹی کے لسانی اثرات کو قبول کرتا رہا ہے ۔

دبستان بیدر کے ادبی و لسانی کارنامے ابھی تک مکمل طور پر تحقیق کی روشنی میں نہیں آئے ہیں ۔ دبستان بیدر

کا پہلا شاعر ”نظامی بیدری“ ہے جس نے سلطان احمد شاہ ثالث المعروف بہ نظام شاہ بہمنی کے عہد (۱٤٦۰ تا ۱٤٦۲ ء) میں اپنی مثنوی «کدم راؤ اور پدم» تصنیف کی ۔ نظامی کی اس مثنوی کا مکمل متن (جو ۸٦۵ اشعار پر مشتمل ہے[1]) پیش نظر نہ ہونے کی صورت میں لسانیاتی تجزیہ بہت مشکل ہے ۔ لیکن اس مثنوی کی جو بھی ابیات نمونوں کی شکل میں ہم تک پہونچی ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ ۱٤٦۰ء تک دکن میں اردو کے ڈیڑھ سو سالہ قیام کے باوجود معیاری زبان کا ڈول ابھی تک متعین نہیں ہوسکا تھا ۔ سرزمین دکن میں نواح دہلی کی ایک سے زائد بولیاں آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں ۔ فرہنگ کے اعتبار سے ہندآریائی زبان کے تیسرے دور کے اثرات اب تک قائم تھے ۔ اس کی تصدیق اشرف بیابانی کی ”نوسرہار“ سے بھی ہوتی ہے جس کا سنہ تصنیف ۱۵۰۳ء ہے ۔ زبان کا نام اب تک ہندی تھا اور نواح دہلی کی تین بولیوں (کھڑی، ہریانی اور پنجابی) کی لسانی شکلیں بیک وقت استعمال کی جاتی تھیں ۔ مثلاً «وں» کی جمع «اں» کے ساتھ رائج تھی ۔

دبستان بیدر کا ایک اور مصنف قریشی بیدری ہے جس نے محمود شاہ بہمنی کے عہد (۱٤۸۲ء تا ۱۵۲۰ء) میں دکھنی اردو

---

(۱) ڈاکٹر زور: دکنی ادب کی تاریخ ص ۱٤ ۔ کراچی ۔

کا پہلا منظوم ترجمہ «بھوگ بل»۱ کے نام سے پیش کیا جو ''کوک شاستر'' پر مبنی ہے۔ قریشی، فیروز کا ہم عصر ہوگا گو اس سے عمر میں یقیناً بڑا ہوگا۔ دبستان بیدر کی زبان کے جس قدر تفصیلی نمونے اس کتاب میں ملتے ہیں اور کہیں دستیاب نہیں۔ مورخین دکنی ادب نے اس تصنیف کو غالباً اس وجہ سے اب تك نظر انداز کیا ہے کہ اس کی کوئی ادبی حیثیت نہیں۔ تاہم لسانی تحقیق، اور بیدر کے دبستان میں دکنی اردو کا جو ارتقا ہوا ہے؛ اسکی تفصیلات کے لئے اس تصنیف کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ قریشی غالباً پہلا مصنف ہے جس نے اردوئے قدیم کو اس کے مقامی نام ''دکھنی'' کے نام سے یاد کیا ہے:

سو اس شاہ کے دور میں بیدر مقام
یو شاعر کیا نظم دکھنی تمام

فیروز اور قریشی کی زبان میں حیرت انگیز مماثلت ملتی ہے۔ ان کی تصانیف کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ دکھنی اردو اپنے ارتقاء کے تمام مدارج بیدر میں طے کر چکتی ہے۔ تا آنکہ فیروز ایك پختہ زبان اور

---

(۲) ''بھوگ بل'' کا ایك نسخہ سالار جنگ میوزیم لائبریری (حیدرآباد) اور دوسرا امپیریل لائبریری (کلکتہ) میں محفوظ ہے۔

اسلوب کے ساتھ گولکنڈہ پہونچتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ فیروز کی دبستانِ گولکنڈہ میں وہی اہمیت تھی جو استاد ذوق کی دبستانِ دھلی یا شیخ ناسخ کی دبستانِ لکھنو میں تھی، یعنی بنیادی طور پر وہ استاد تھا اور استاد کی حیثیت سے زبان دان تھا۔ گولکنڈہ کی سلطنت چوں کہ اس وقت نوزائیدہ تھی اسلیئے سنہ ۱۵۱۸ء کے بعد بیدر سے علماء فصحا اور شعرا جوق درجوق اس نئے ادبی مرکز کا رخ کر رھے تھے۔ گولکنڈہ کی نئی ریاست میں ان کی حیثیت وھی تھی جو دھلی کے مہاجر شعرا کی بعد کو لکھنؤ میں ھوئی۔ اسلیئے دبستان بیدر کی زبان کا بہ نظر غائر مطالعہ ضروری ہے قبل اس کے ہم دبستان گولکنڈہ کے محاورے کو سمجھ سکیں۔ بیدر کی دکھنی اردو کی وہ خصوصیات جو قریشی اور فیروز کے یہاں مشترك طور پر پائی جاتی ھیں ذیل میں درج کی جاتی ھیں:

(۱) وہ افعال جو دبستان گولکنڈہ میں بعد کو مسلسل استعمال کیے گئے ھیں فیروز اور قریشی کے یہاں پائے جاتے ھیں مثلاً ، دِسنا۔ سیونا۔ بسلانا۔ اُچھنا۔ اچانا۔ نپجنا (پیدا ھونا) اچھے۔ اتھے۔ دِیتا۔ رکیتا۔ بَیسنا۔ پَیسنا (داخل ھونا)۔ ھنڈنا (گھومنا)۔ آکھنا (کہنا)۔ گاجنا (بجنا)۔

(۲) افعال مستقبل میں «سی» کے مرکبات کا استعمال۔
(۳) افعال کا صیغۂ ماضی «ا» کی بجائے «یا» سے مرکب ہے:
پائیا ۔ بسلائیا ۔
(٤) صوتی اعتبار سے مصمتوں کی تخفیف (بِہتر ۔ اواز) ۔
مصمتوں میں ''ہ'' کی تخفیف (کنا ۔ پیلا (پہلا) ۔
مصمتوں میں ہائے زائدہ (کھاندا ۔ اٹھا ۔ سُہنسکرت
(سنسکرت) ۔
مسموع اور غیر مسموع کی تقلیب صوت (تٹنا ۔ مدّت
(مدد) . اسماء حروف اور افعال کو انفیانے کا عمل
کثرت سے ملتا ہے (دنیاں ۔ کوں ۔ توں ۔ تلیں ۔ پچھیں) ۔
(٥) مرہٹی کا حرف ''نکو'' اور ''چ'' تاکیدی دونوں نے
استعمال کی ہے ۔
(٦) مخصوص حروف کا استعمال: ستی ۔ نے ۔ تھے ۔ منے ۔
سوں ۔ انکھے ۔
(۷) حروف کی جمع «کیاں» کا استعمال ۔
(۸) اسماء ضمائر میں (یہ ۔ ایہ ۔ یو ۔ اے) ۔ (او ۔ وہ، اوہ،
وے) ۔ توں ۔ تُہیں ۔ تُج ۔ کُوَن ۔ منج ۔ مُج ۔
اُنے ۔ اُن ۔

دبستان بیدر کے مذکورہ بالا لسانیاتی مواد کے پیش نظر

کہا جا سکتا ہے کہ معیاری دکھنی دبستان بیدر میں جنم لے چکی تھی قبل اس کے کہ دبستان گولکنڈہ وجود میں آئے۔ دبستان بیجاپور کا "گجری برج" اسلوب جس کے نمونے ہیں شاہ میران جی، ابراہیم عادل شاہ اور شاہ برہان الدین جانم کی تصانیف میں مل جاتے ہیں؛ دبستان بیدر کی زبان سے ایک بالکل علاحدہ لسانی رجحان کو پیش کرتا ہے۔ بیجاپور کے دبستان پر مرہٹی کا اثر ہونے کی وجہ سے پراکرتی فرھنگ کا کثرت سے استعمال نصرتی اور بعد کے شعرا تک کے یہاں قایم رہا، جب کہ دبستان گولکنڈہ میں ابتدا سے بیدری زبان کے تتبع میں پراکرتی الفاظ کا تناسب، فارسی عربی الفاظ کے ساتھ قایم ہو جاتا ہے اور اس میں زوال سلطنت گولکنڈہ تک کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس لسانی میلان کے تعین اور بیدر سے گولکنڈہ منتقل کرنے میں اُستاد فیروز کا زبردست ہاتھ ہے اور اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں اگر اس کی استادی کا شہرہ گولکنڈہ میں اسکے انتقال کے ایک صدی بعد تک قایم رہا۔

آخر میں اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ "پرت نامہ" کی ترتیب و تہذیب کرتے وقت مجھے اپنے

رفیق شعبہ ڈاکٹر غلام عمر خاں صاحب سے بعض مشکل مقامات حل کرنے میں مدد ملی ہے جس کے لیے میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔ میں اپنے شاگرد سید بدیع حسینی صاحب کا بھی شکر گذار ہوں جنھوں نے ادارۂ ادبیات اردو کے نسخہ کی اصل کے مطابق نقل میرے لیے فراہم کی۔

۱۳ ستمبر ۱۹٦۵   مسعود حسین خاں
حیدرآباد   شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

پرت نامہ

۱ تُہیں قطبِ اقطاب، جگ پیر ہے
تُہیں غوثِ اعظم، جہاں گیر ہے

۲ تُہیں چاند، باقی ولی تاریئے
توں سلطان، سردار ہیں سارئیے

۳ ولایت سوں جب توں اُچایا عَلَم
عَلَم تُج ۱ تَلیں ہیں ولی سب حَشم

٤ محی الدین ۲ توں، دین تج نے ۳ جیا
توں اسلام کُوں زور پھرتے دیا

٥ تُہیں نور دیدہ نبی کا یقیں
تُہیں عین دستا، علی کا یقیں

٦ کہ باغِ علی کوں، توں گلشن کیا
چراغِ حسَن کُوں، تُوں روشن کیا

---

(۱) تجھ تل (وزن کے لیے "تجّہ تل" پڑھا جائے گا) (۲) وزن کے لیے تلفظ "محی الدّین" یا "محی دین" پڑھنا ہو گا۔ یہی دکنی اردو کے تلفظات تھے (۳) "نے" نسخۂ ادارہ میں ہر جگہ "تھے" ہے۔

۷ ﷺ تھے منے سب سیادت کی سین
کہ دادا حسن ﷺ، نانا حسین

۸ علی بعد بر حق امام ولی
نبی کا نواسا، حَسَن بن علی

۹ مناجات کیتا ۱ حسن شہ سوار
کہ اے جگ رکھن ہار، پروردگارا

۱۰ حسینیاں ۲ منے توں کیا نو امام
ہم اولاد میں فضل اکثر ۳ تمام

۱۱ ندا آئیا حضرتِ غیب تے
کہ اے شاہ! توں پاک ہے عیب تے

۱۲ ﷺ اولاد میں ایک ایسا رَتَن
نبی کا سو دو جگ کرے کا جَتَن

۱۳ بزرگی حُسینی اماماں منے
جو کچھ ٤ ہے سو سب جمع ہے اُس کنے

۱٤ جگ ٥ اس نانو شاہ عبد القادر ٦ کہیں
اُسے سیوتے دونی جگ تجم رہیں

---

(۱) کیتی (۲) حسینیاں میں توں . . . (۳) کبیر؟ (٤) سو کچھ جمع ہے سب آہے اس کنے (٥) ع جگ اس ناؤں عبد القادر کہے (٦) "عبد قادر" پڑھیے ۔ نوٹ: ادارہ کے نسخے میں =

۱۵ سنے شاہ حسن غیب کی بات جب
کئے شکر حق کا بہت دھات تب[۱]

۱۶ کہ اپنا محی الدین فرزند ہے
حسینی اماماں میں نو چند ہے

۱۷ سو توں چند جوں، سور تج نور تل
نہ روشن دِسے چند جوں سور تَل

۱۸ حسن کے سو[۱] دریا کا موتی تُہیں
حسینیاں منے جگ[۲] جوتی تُہیں

۱۹ نہ نِپتا جوتوں، کِس نپاتا کریم
حسن[۳] کوں سو بھی کیوں مناتا کریم

۲۰ توں فرزند ہے کر[٤] حسن کی خوشی
سو دریا کوں تیرے رَتَن کی خوشی

۲۱ اَمولک رتن توں[٥] کہ جگ مانیا
خدا کے خزینے[٦] تے تج آنیا

یہاں سے ترتیب اشعار بدل جاتی ہے۔ مثلاً یہ شعر اس نسخہ میں ۔ ۵ واں ہے۔ ترتیب کے اعتبار سے ادارہ کا نسخہ بہت غلط ہے۔ (۱) ن۔ انجمن، جب (۲) ندارد (۳) جگّ جوتی (٤) حسن کوں بزاں کیوں بناتا رحیم (۵) ن۔ انجمن، کر (٦) دوبٹی. (۷) خزانے.

۲۲ سو "فیروز" سمجنے میں پایا رتن
رکھیا[1] سو رتن ڈھانپ جیوں سوجتن

۲۳ سُنے[2] سار دل گال کندن کیا
کڑت صاف کندن جلا من[3] دیا

۲۴ کہ جب تج رتن جوت ہم دل پڑے
پدک دل منے لال میانے جڑے

۲۵ ہمن دل پدک میں سو توں لال ہے
پدک لال جویتی سو اُجال ہے

۲۶ رتن خاص "فیروز" جب پائیا
پدک دل منے لال بسلائیا

۲۷ کہو[4] کون ایسا دنیا دار ہے
کہ جس کا[5] پدک لال تج سار ہے

۲۸ ہنڈن[6] نکلیا خضر یک دن جنگل
جو سوتا اتھا مرد یک جھاڑ تل

۲۹ کہیا خضر من میں کہ اس مرد کوں
جگاؤں، جو سیوڑھو اس فرد[7] کوں

(۱) رکھیا سو رتن ڈھانک جو سوں جتن (۲) سُنیا (۳) مت ۔
(٤) ن ۔ انجمن ۔ کہوں (٥) کے (٦) ن ۔ انجمن، ھند (۷) ن ۔
ادارہ ۔ سیٹوں ھو اِسفرد کوں؟ ن ۔ انجمن، سیو ھو اس فرد کوں ۔

۳۰ الہیا نداد از ھاتفِ غیب تب
کہ اے خضر! ھو دور! ارا کھیں ادب

۳۱ اچنبا ھوا خضر سن کر ندا
کہ ایسا کَون مرد ھے، اے خدا!

۳۲ جو۲ اس کا جا میں ادب را کھنا
چھپایا سو کی، منج تھے۳ آکھنا

۳۳ کَون ھے ولی جو نہ مَیں جانتا
کَون مرد ھے جو نہ مُنج مانتا

۳۴ ندا یوں ھوا بھی کہ اے سبز پوش!
اُن کوں نہ توں جانتا٤، اَچ خموش!

۳۵ ھمارے٥ جو عاشق نہ پہچان سی
جو معشوق میرے نہ توں جان سی

۳۶ کیا خضر بھی پر۶ مناجات یہ
کہ توں جانھے منج جَنا بات یہ

---

(۱) راکھینے (۲) ع جو اس کا ادب میں کِدا را کھنا (۳) دِھر۔
(٤) جان سے جا خموش (٥) ن ۔ انجمن میں یہ شعر یوں ھے لیکن خارج از وزن ھے:

ھمارے جو عاشق نتوں پہچان سی
جو معشوق میرے کوں نتوں جان سی

(٦) دَھر۔

۳۷ جو معشوق تیرا اُنن پر ۱ پڑا
کَوَن ۲ ہے، کہیں، خضر بوچھن کھڑا

۳۸ مناجات پر خضر سُنیا اواز
که اے خضر! تیری ۳ قبولی نیاز

۳۹ بڑا عبدالقادر، محی الدین ولی
ہنڈیں جملہ ٤ معشوق اس کی گلی

٤۰ که عشقوں بسایا سو بازار راس ۵
بچا عبد القادر، خریدار خاص ٦

٤۱ جو اس کا سدا ۷ گرم بازار ہے
که جس عبد القادر خریدار ہے

٤۲ سو ۸ سلطان معشوق سبحان کا
که سبحان عاشق سو سلطان کا

٤۳ خدایا جو معشوق تیرا اہے
محی الدین سو پیر میرا اہے

---

(۱) میں (۲) ن ـ انجمن : کون بھی کہتے خضر بوجن کھڑا ـ (۳) تیرا قبولیا (٤) ن ـ انجمن، جمل (۵) اس (٦) اس (۷) اسی کا سدا (۸) ن ـ انجمن، میں مصرعے الٹ گئے ہیں (۹) یہ شعر نسخہ انجمن میں نہیں ہے جسکے کل ابیات ۱۲۱ کی بجائے ۱۲۰ ہیں ـ

٤٤ تجھے راونہ جنگ راتا جنم
محی الدین سوں توں کاتا[1] جنم

٤٥ محی الدین معشوق، عاشق خدا
نہیں عشق، معشوق، عاشق جدا

٤٦ بندے عشق میراں سودل میں دھرے
سو بندا جو میراں کوں عاشق کرے[2]

٤٧ محی الدین میرا نگھدار مچ
دنیا[4] سوں نکو کر گرفتار مُنج

٤٨ مجھے دین بھاتا نہ بھاتی دنیاں
انکھے دین آتا وجاتی دنیاں

٤٩ توں سلطاں، سلاطیں رعیت تُجے
توں حاکم کہ جگ پر حکومت تُجے

٥٠ ولی چاؤ کر پانو آپ سر لئے
قدم راکھنے تج کھاندے[5] دئے

٥١ مگر شیخِ صنعا ہوا پارکھا
ہوا[6] دین کھو، کافراں سار کا

٥٢ بھوایا، دیکھ ترسا کی یک پوتی
لگی[7] لنگ، پوجن لگیا بھوتی

---

(١) ن ـ انجمن . مناتا (٢) دھریں (٣) کریں (٤) دنیاں .
(٥) کھاندا (٦) ع رھیا دین کھویا، کافرسار کا؟ (٧) کلی لنك =

۵۳ عُمرا پیشو، قرآن لیے جالیا
چڑا خون کہ دوزخ اپس کھالیا

۵۴ فرشتے تج ازماونے آئے جب
پران جل پڑے تھے، سزا پائے تب

۵۵ تُہیں عبد القادر؛ سو قادر دِسے
کہ قادر کی قدرت میں نادر دسے

۵۶ نظر توں کرے تُو، موا جیو اٹھے
وضو بن جو تج ناؤں لے سر تُٹے

۵۷ رب اپنے سوں عاشق ولی سب سدا
توں معشوق، عاشق تو سوں رب سدا

۵۸ بزرگی تُجسے سب ولیاں میں سُہے
ولی جس موہے، وہی تج مُہے؟

۵۹ ولی سب صفاتی، تجلی تُجسے [۲]
تو افضل کہ ذاتی تجلّی تُجے

۶۰ مَدَت م ہوسکے توں نہ کوئی جس مَدَت
نہ توں جس مَدَت، کوئی ناتس مَدَت

= پوجن لکیا ہوتی۔

(۱) شراب (۲) ن۔ انجمن، تو جھے (۳) ن۔ ادارہ میں ہر جگہ «مدد» آیا ہے۔ لیکن صحیح تلفظ دکنی اردو کا «مَدَت» ہی ہے۔

۶۱ تون "فیروزِ" خستان ۱ کون مان دے
منگوں دان تج کن، منج ایمان دے

۶۲ تون جس رات سپنے ۲ میں منج مانیا
مسلمان کر مَیں اپس جانیا

۶۳ ولے بھی منگوں دان ایمان کا
تون ایمان راکھے مسلمان کا

۶۴ سُنا تھا جو یک ۳ رات وقتِ سحر
جو سپنے ۴ میں دیکھیا کہ یک خوب گھر

۶۵ کہیا مَیں کہ یہ کون خانہ اچھے
محی الدین کا آستانہ کہے

۶۶ مجھے آرزو تھی بِہتر ۵ جاونے
اُن کا سو دیدار، چُک پاونے

۶۷ کھڑا تھا سو پردا اُڑیا دار کا
بہتر بیس، محرم ہوا بار کا

۶۸ محی الدین میں دیکھ ۶ سر بُھیں دھرا
کیتی ٹھار بھی سیس یوں ہیں رکھیا

۶۹ رُو پیش راکھ، ہت جوڑ، پاؤں پڑیا
جو مَیں ڈھونڈتا تھا سو منج انپڑیا

---

(۱) خستہ (۲) سپنے میں معنی پائیا؟ " سپنا اور سینا " دونوں صحیح ہیں (۳) یکس (۴) سپنے (۵) ن ۔ انجمن، بِتر (۶) دیک ۔

۷۰ مُجھے بَیسنے کی اشارت دیے[1]
مرید هوونے کی بشارت دیے[2]

۷۱ دیے دست پنجہ محی الدین مجھے
کئے پیار سوں ذکر تلقیں مجھے

۷۲ بھوڑتے ہمن ہات دیتے اُکال
سو نعمت جو پایا سو[3] مجذوب حال

۷۳ محی الدین[4] ہم سونے میں آئیا
سو مَیں جاگ مخدوم جی پائیا

۷۴ محی الدین مخدوم جی جاگنا
ہمیں جیو اس پیو سوں لاگنا

۷۵ محی الدین ثانی سو مخدوم جیو
ارے[5] جیو اس ہت پرم مد پیو

۷۶ براہیم مخدوم جی جیونا
کہ مے صرف وحدت سدا پیونا[6]

۷۷ اُتم بیل[7] مخدوم جی جائیا
محی الدین دوجے، جنم آئیا[8]

---

(۱)، (۲) کیئے (۳) هوں (٤) ع محی الدین ہمارے سونے میں آئیا (خارج از وزن) (٥) اری جیئو اسو ہت پرم مد پیئو؟ (٦) ن ۔ انجمن، ع : مے صرف وحدت سدا پیونا (۷) اتھے بیر۔ (۸) یو جنم آلیا۔

۷۸ بڑا پیر مخدوم جی جگ منے
منگیں نعمتاں معتقد۱ اس کنے

۷۹ کریں منج اپر پیار اے پیر جگ!
کہ تج پیار تے ہوئے مندھیر جگ

۸۰ پیا! جیو تے توں ہمن پاس ہے
تو ہم جیو کے پھول کی۲ باس ہے

۸۱ وہی پھول، جس پھول کی باس توں
وہی جیو، جس جیو کے پاس توں

۸۲ سو توں روکھ ہے دین کا بار دار
جو تج چھانو تل جگ پکڑیا قرار

۸۳ تو تج چھانو تل ہے سدا سکھ اسے
نہ دنیا و دین کا کدھی دکھ اسے

۸۴ اچھو منج اپر چھانو تیرا جرم
کہ آدار میرا سو تیرا کرم

۸۵ کریماں کی مجلس، کرامت تجے
امیناں کی صف میں، امامت تجے

۸۶ تجے فقر، دمڑی نہ توں کچ دھرے
غنی۳ توں، دنو جگ تصرف کرے

---

(۱) ندارد لفظ "معتقد" (۲) کا (۳) ع: غنی توں، جو دھوں جگ ترو کرے؟

۸۷ توں سلطان جگ کا و جگ میں فقیر
که سب بادشاهان کوں توں دستگیر ۱

۸۸ سدا مست توں، بادہ نوشی نہ تج
ولی توں، کرامت فروشی نہ تج

۸۹ ۲ مچیا توں طلب گار کرتار کا
کہ ھے مست مدھوش دیدار کا

۹۰ توں نرمل دو پنکھ، نرملا گوت تج
رہیا آرسی جیوں ۳ جگا جوت تج

۹۱ دسے تج ھیٹے ٤ کیوں نہ دو جگ بسنت
کہ اس میں بسنہار ھے ایک کنت

۹۲ محبت کے دریا میں غوّاص توں
کہ سب موتیاں میں رتن خاص توں

۹۳ پرم مد بھریا سمند ۵ تج دل منے
پلا، مست منج کوں ٦ سکے تل منے

---

(۱) ن ۔ انجمن، کہ سب بادشاھان تونہیں دستگیر (۲) مصرعے
الٹ گئے ھیں اور " کہ ھے " کی بجائے " سدا مست ۔۔۔۔"۔
(۳) تھے (٤) ن ۔ انجمن:
دسے تج منے کیئوں دو جگہ بسنت
کہ جگ میں بسنہار ھے ایک کنت
(۵) سمندر (٦) کر ۔

۹۴ پیا چک ا پیالا پلائے مجے
پیا توں جیوں مل، ملائے مجے

۹۵ مائے توں تو کرتار سوں مل رہوں
ملا منج رکھے جو جنم ہل رہوں

۹۶ سمندر[1] پرم مد بھریا توں دھرے
کرے پیار توں، ہم صراحی بھرے

۹۷ بھریا سمندر توں دم بدم نوش کر
مجے یک پیالا سوں مدہوش کر

۹۸ ہر یک شیخ دنیاں میں جوں ڈولنا
تو نہیں دین کا دُکھ، نہ تج جولنا

۹۹ توں ثابت قدم قطب کرتار کا
ستارا جگا جوت سینار کا[3]

۱۰۰ جہت شیخ بیکار مشغول توں
جو بیکار کانٹیاں، بھیا[4] بھول توں

۱۰۱ کرن ہار توں کشف اسرار[4] کا
کہ بخشے کنہ منج گنہ گار کا

---

(۱) ن ـ انجمن، منج (۲) ن ـ انجمن ـ ع: سمندر توں پرم مد بھریا دھرے (خارج از وزن) (۳) ستارا دو جگ کا، صنسار کا (٤) کرتار (٥) ن ـ انجمن ـ بخشن ہار کنہ منج گنہگار کا۔

۱۰۲ مجے دان دے دین، دل شاد کر
دنیاں کے گنیاهاں تے آزاد کر

۱۰۳ نگہبان میرا توں منج رکھ نگاہ
مجے دیو، ا دشمن تے تیرا پناہ

۱۰۴ جسے پیر مخدوم جی پاک ہے
اُسے دین و دنیا میں کیا باک۲ ہے

۱۰۵ جسے پیر مخدوم جی سائیاں
دھرے۳ تخت جنت میں اُس تائیاں

۱۰۶ جسے پیر مخدوم جی کَنت ہے
نبی پاس لگ پنت اُس پنت ہے

۱۰۷ جسے پیر ایسا جو سرتاج ہے
نہ کِس پاس کَدھیں او سو محتاج ہے

۱۰۸ جسے پیر مخدوم جی عشق باز
وہی دوہی جگ میں ہوا کارساز

۱۰۹ جسے پیر ایسا کو سرا جئے
چین باس اس جیب از برا جئے (؟)

۱۱۰ جسے پیر مخدوم جی راجنا
طبل، ڈھول اس دار حَم گاجنا

---

(۱) دوئ (۲) هاك (۳) یہاں سے اشعار ادارہ کے نسخے میں غائب ہیں۔

۱۱۱ سو مخدوم جی پیر "فیروز" کا
نگہبان فردا و امروز کا

۱۱۲ جو تیری نظر مُج پنہ یکبار ہوئے
کہ سب خاک میری سو بنگار ہوئے

۱۱۳ محمد، علی کا تُہیں دوسدار
کہ تج پر محمد، علی کا پیار

۱۱٤ محب خاندان کا توں، اخلاص توں
کہ سادات کا دوست ہے خاص توں

۱۱۵ محی الدین سید سوں توں یکجہت
کہ سب جگ کوں بھائے تری رحمت

۱۱٦ تجے پیشوا عبد القادر امام
اُسی نے ھوا تج اعلی مقام

۱۱۷ محی الدین تیرا، توں میرا میاں
توں میرے محی الدین کے درمیاں

۱۱۸ کہیا توں کہ "فیروز" میرا مرید
بڑے بخت میرے جو تیرا مرید

۱۱۹ مجے ناؤں ہے "قطب دیں قادری"
تخلص سو "فیروز" ہے بیدری

۱۲۰ صد و بیست و یک جب کیا بیت مَیں
دوحک مدح کے ماریا سبت مَیں

فرهنگ،

(پِرت نامہ فیروز بیدری)

(الف)

اُتم (س: اُتم) : اعلیٰ، برتر۔

اتھا : تھا

آپ : اپنا

اُجال (س: اُجول) ، روشن

اُچانا : اونچا کرنا، بلند کرنا

اَچنا (اچھنا) : ہونا ، رہنا

آدار (آدھار) : سہارا

ازماونا : آزمانا

اُکالنا (اُکھالنا) : نکالنا

آکھنا : کہنا (اس مفہوم میں پنجابی میں رائج)

انکھیے : آکے

اُن : اُن (جمع یا تعظیماً)

آننا : لانا

اَہے : ہے

(ب)

بار : بارگاہ، در

بِسلانا : بٹھانا، بٹھلانا

بسنہار : رہنے والا

بِتر (بھتر) : بھیتر، اندر

بُھوڑنا (بوڑنا) : ڈوبنا

بنکار (بھنکار) (س: بھرنکار) : سونا

بھئیں (بھوئیں) (س: بھوی) ، زمین

بھی : بھر

بَیسنا : بیٹھنا

بِیل : نسل، سلسلہ

(پ)

پارکھا : پرکھنے والا، ناقد، معترض

پدک: گلے کا ایک زیور، دکھنی
میں سونے یا دوسری دھات کے
پترے کو بھی کہتے ہیں
پرت: پریت، محبت
پرم: پریم
پنت (پنتھ): راستہ، مذہب
پوتی: بیٹی
پَیسنا (س: پروش): داخل
ہونا، گھسنا
تانیاں (س: استھان): تائیں،
تیئں: لئے
تُٹنا: ٹوٹنا (دکنی اردو کی عام
خصوصیت: دوکوز آوازیں
ساتھ ساتھ آئیں تو پہلی دندانی
ہوجاتی ہے)
تل: لمحہ، پَل
تلیں: تلے، نیچے
تُہیں (تو نہیں): توہی

(ج)

جالنا: جلانا
جتن کرنا: حفاظت کرنا
جُرم: ہمیشہ، سدا
جَم: ہمیشہ
جُمل: جملہ، کُل
جناتا: جتانا ـ بتانا
جنم کانا: جنم لینا
جوتی (س: جیوتی): روشنی
جیو (س: جیو): جی، دل،
زندگی
جیونا: زندہ رہنا زندگی،
جیون

(چ)

چُچك: زرا
چند: چاند

(د)

دار (س: دوار) دروازہ،
در
دِستا (س: درشں)،
دکھائی دینا
دُنو: دونوں

دنیاں : دنیا ، (مصموتوں کا انفیانا دکنی اردو کی عام خصوصیت)
دُوجاتا : دوسرا
دھات : طرح
دیو : شیطان ، خبیث روح

(ر)

راس (س : راشی) : ڈھیر
راونا (رانا) : چاھنا ، محبت کرنا
روك (روکھ) (س : ورِکش) ، درخت

(س)

سار : مانند
سائیاں (س : سوامی) مالك ، سائیں
سُرا (س) : شراب
سِرتے (تھے) : ازسرنو
سکنا : قدرت رکھنا ، کرسکنا
سمند (سمد) : سمندر
سور (س : سوریہ) ، سورج
سَمهنا (سَپنا) (س : سُوپن) ، خواب
سیس : سر
سَین (س : سنکیان) نشانی ، علامت
سی : علامت مستقبل (نہ پہچان سی : نہیں پہچانے گا ، اس کو بعض فرھنگ نویسوں نے غلط طور پر "سکنا" سے تعبیر کیا ہے)
سینسار : سنسار
سیونا : خدمت کرنا ، سیوا کرنا
سیت مارنا (م : شیت) (س : کشیتر ، ار : کھیت) : میدان مارنا ۔ جیتنا

(ش)

شیخ صنعا : تلمیح ، قصۂ شیخ صنعا اور حضرت عبد القادر جیلانی

(ك)

کرتار : خدا ، مالك

کدھی (کدھیں): کبھی
کَنت (س: کانت): پیارا ، محبوب
کَوَن (برج بھاشا): کون
کھاندا: کاندھا (دکنی اردو کی خصوصیت ھائے زائدہ کا استعمال)
کیتا: کیا
کی: کیوں

(ک)

گاجنا (س: گرَج): بجنا ، گرجنا
گڑنا: گھڑنا ، بنانا
گوت (س: گوتر): خاندان ، نسل
گھالنا (پ: گھلّ): ڈالنا ، پھینکنا

(ل)

لنگ (س: لگن ـ پ: لگّا) ، محبت: لگن: پیار ، دلی تعلق
ماننا: فعل «مان» کا ، عزت دینا
مَدَت: مدد (دکھنی اردو کا تلفظ: دو مسموع مصمتوں میں سے ایک کا غیر مسموع ھو جانا)
مُنج (مُج): مجھے
مَندھیر (مندر): بہشت ، سورگ
منے (منیں): میں

(ن)

نپانا (س: نپاتیاتی) ، پیدا کرنا
نپنا: پیدا ھونا
نرمل دو پنکھ: دونوں طرف سے خالص ، نجیب الطرفین
نکو (م): نہیں ، نہ (یہ لفظ دکنی اردو کی کلید ھے ـ قدیم ترین مصنفین کے یہاں ملتا ھے اور تا حال قائم ھے)

نو چند: نیا چاند

(ہ)

ہنڈنا (س: ہنڈتے): گھومنا،
پھرنا

ہیا (س: ہردیم - پ: ہی یم)،
دل: جان، زندگی

(ی)

یتا: اتنا (الفاظ کے شروع میں
"ا" کا "ی" میں تبدیل
ہو جانا ہے دراویڈی زبانوں
کے زیر اثر دکنی اردو میں
آیا ہے)۔

تصحیح:- "پرت نامہ" کے مقدمہ میں یہ بیان غلط درج ہو گیا ہے کہ مثنوی کے کل اشعار (۱۲۱) دستیاب ہو گئے ہیں، شعر نمبر ٤٤ کا اس سلسلے میں حوالہ دیا گیا تھا - یہ صحیح نہیں - دستیاب ابیات کی کل تعداد (۱۲۰) ہی ہے -

ضمیمہ "پرت نامہ" فیروز بیدری

(پرت نامہ کی طباعت مکمل ہو چکی تھی کہ محمد اکبر الدین صدیقی صاحب سے یہ علم ہوا کہ فیروز کی اس مثنوی کا ایک ورق علاء الدین جنیدی صاحب (گلبرگہ) کے توسط سے انہیں حاصل ہوا ہے۔ جب اس کو مرتب شدہ متن سے ملا کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اسمیں کل ۳۶ اشعار درج ہیں جو مرتب شدہ متن کے نمبر ۴۵ تا نمبر ۸۰ پر حاوی ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس نئے دستیاب شدہ مواد سے بھی پرت نامہ کے اس ایک گم شدہ شعر کا پتہ نہ چل سکا جسکی وجہ سے یہ مثنوی نا مکمل رہ گئی ہے۔ ذیل میں ان ۳۶ اشعار کے اختلاف نسخ، صدیقی صاحب کے شکریہ کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں۔)

(۴۵) معشوق و عاشق .... معشوق و عاشق۔ (۴۶) بندا عشق میراں کوں۔ (۴۷) دوئی سوں نکو کر۔ (۴۸) نہ بھاتی دوئی .... و جاتی دوئی۔ (۵۰) پاؤں تجہ سرا ہے .... کہا دا دے۔ (۵۱) اس شعر سے قبل ذیلی عنوان "حکایت" قایم کیا گیا ہے۔ (۵۲) گاتے انگ۔ (۵۳) چرا خوک ("چڑا خو(ں) کہ" کا اختلاف کتابت ہے)۔ (۵۵) عبد قادر۔ (۵۶) ناتو لیں سر توتھے ("تاؤں لے سر ٹُھے" کا اختلاف کتابت)۔ (۵۷) اپنے سو .... معشوق و عاشق۔ (۵۸) ولی جس بھو ہے

وھی تجھ سو ھے۔ (٥٩) ولی سب تجلی .. تجھے۔ (٦٠) اس شعر میں ھر جگہ ''مدّت'' کی بجائے ''مدد'' آیا ھے۔ (٦١) تو فیروز نے خستہ کوں مان دے۔نوٹ: ۔ ادارہ کے نسخہ میں ''فیروز خستہ'' آیا ھے جو خارج از وزن ھے۔ لیکن مذکورہ بالا مصرع سے یہ بات واضح ھو جاتی ھے کہ فیروز، فیروزی بھی تخلص کرتا تھا، جو دکنی شعرا کی روایات کے عین مطابق ھے، جہاں اکثر تخلص یائے زایدہ کے ساتھ بھی کہے جاتے ھیں ۔ ایسی صورت میں وہ رباعی (فیروزیؔ عاشق کوں ٹك یك چاکن دے)، جو احمد خاں ڈزویش صاحب کو بیجاپور کے سفر میں ملی تھی اور جسے ڈاکٹر سیدہ جعفر نے اپنے مضمون ''نادر دکنی رباعیاں'' میں شامل کر لیا ھے، بہت ممکن ھے فیروز بیدری ھی کی ھو نہ کہ فیروز شاہ بہمنی کی، جیسا کہ اس مضمون میں استدلال کیا گیا ھے۔ فیروز شاہ بہمنی عروجی اور فیروزی دونوں تخلص کرتا تھا، لیکن یہ دونوں اسکے فارسی کلام سے تعلق رکھتے ھیں۔ (٦٢) سمجنے میں .. راکھیں۔ (٦٤) ایکس .. جو سمجنے منیں دیکھیا ایك گھر۔ (٦٥) اے کون۔ (٦٦) جو پردا۔ (٦٨) سر بھوئیں رکھا .. سیں بھوئیں رکھ سکیا۔ (٦٩) روش راکھ .. پانواں پڑیا .. منج سپڑیا۔ (٧٣) محی الدین ھم سوھنے آئیا .. تو میں جاگ ۔ (٧٤) ھمن جیو۔ (٧٥) سو مخدوم جی .. پرم مد پی۔ (٧٦) مٹے صرف وحدت۔

بکٹ کہانی

(بارہ ماسہ)

شمالی ہند میں اردو شاعری کا پہلا مستند نمونہ

از

محمد افضل "افضل"

(متوفی سنہ ۱۰۳۵ھ مطابق سنہ ۱۶۲۵ء)

مرتبہ

ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی

صدر شعبۂ اردو و فارسی، لکھنؤ یونیورسٹی

اور

ڈاکٹر مسعود حسین خاں

صدر شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد

۱۹۶۵

مقدمه

حالات

شیخ محمد قیام الدین ''قایم'' پہلا تذکرہ نویس ہے جس نے اپنے تذکرہ ''مخزن نکات''[1] (۱۷۵۵ ء) میں محمد افضل، افضل کی نشان دھی ان الفاظ میں کی ہے:

''محمد افضل مردے است از سکانِ دیارِ مشرق اگرچه ربطِ کلامش چنداں مضبوط و مربوط نیست، لیکن از آنجا که قبول بے سبب درو بے غضب خاصه جناب ازلی است، تصنیفاتش بمرتبه موثر دلہا است که از حیز تحریر و تقریر متجاوز است و مثنوی ''بکٹ کہانی'' بر صفحۂ روزگار ازوے یادگار است، رویه اش از قدم ایبانش باقیاس باید نمود این یك بیت از مثنوی مشہور ازوست:

پڑتا مل میں میرے بیم بھانسی؟
مرن اپنا ہے اور لوگوں کی ھانسی

قایم نے اپنے تذکرہ میں افضل کو طبقه اول میں سعدی[2]، امیر خسرو اور ملا نوری کے بعد جگه دی ہے۔

---

(۱) مرتبۂ عبد الحق، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، ۱۹۲۹ ء ص ۳ -
(۲) سعدی کو قایم ''سعدی شیرازی'' سمجھتا ہے اور ''سعدی دکنی'' =

چونکه شعرا کے ناموں کی ترتیب حروف تہجی کے علم مروجہ انداز کی بجائے زمانی طور پر کی گئی ہے اسلیے افضل کے ساتھ طبقہ اول کے دیگر شاعر حسب ذیل تسلیم کیے گئے ہیں:

سعدی شیرازی، امیر خسرو، ملّا نوری محمد افضل، افضل، سلطان (عبداللہ قطب شاہ)، مرزا، فضلی، قادر، آزاد، احمد گجراتی، محمود، سراج، ولی (شاہ ولی اللہ)، مرزا عبدالقادر، موسوی خان فطرت، جعفر (میر جعفر) و دیگر۔

میر کے تذکرہ نکات الشعراء (سنہ ۱۷۵۲ ء) میں جب کہ خسرو، میر جعفر، احمدی گجراتی، سعدی دکھنی، ولی اورنگ آبادی، سراج، محمود، فضلی کا ذکر مل جاتا ہے افضل کا نام غائب ہے۔ قایم کے بعد، اور غالبًا اسی کی معلومات پر مبنی میر حسن اپنے تذکرے "تذکرۂ شعرائے اردو" (سنہ ۱۷۷٤ ء تا سنہ ۱۷۷۸ ء) میں افضل کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

ـــ کی مشہور غزل جسکا مقطع یہ ہے ع

سعدی غـزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ دُر ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

ان سے منسوب کرتا ہے۔ میر تقی میر نے نکات الشعرا میں پہلی بار اسکی تردید کی ہے اور سعدی کو ایک دکنی شاعر بتایا ہے۔

"هد افضل، افضل تخلص از قدیم ست - کدام هندو بچه، گوپال نامی بود که برو عاشق شده، حسب حال خود "بارہ ماسا" عرف "بکٹ کہانی" گفته که اکثر کھتریان و گاینان مشتاق او می باشند - نصفے فارسی و نصفے هندی دارد، لیکن قبولیت داد الہی ست، بردل ها اثری کند" - "بارہ ماسہ" کے جو دو شعر میر حسن نے نقل کیے ہیں حسب ذیل ہیں:

پڑی ہے گل میں میرے بیم پھانسی
مرن اپنا ہے اور لوگوں کی ہانسی
مسافر سے جنھوں نے دل لگایا
انھوں نے سب جنم روتے گنوایا[1]

---

(۱) یہ دلچسپ بات ہے کہ مذکورہ بالا دونوں شعر "بیان ماہ چیت" سے لیے گئے ہیں اور ان دونوں کے درمیان مزید تین شعر آتے ہیں - مختلف نسخوں میں ان کا مختلف متن ہے - مثلاً پہلے شعر کے اختلافات حسب ذیل ہیں:

۱ مرے گل میں پڑی ہے بیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ ہانسہ
۲ مرے گر میں پھنسی ہے بیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ ہانسی
۳ مرے گل موں پڑی ہے پریم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ ہانسی=

میر حسن نے قایم کے تذکرہ سے استفادہ کیا ہے،
یہ دو باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ قایم
کی طرح انہوں نے بھی "خاصہ جناب ازلی" کے حوالہ سے
"بکٹ کہانی" کے پُر اثر ہونے کا ذکر "لیکن قبولیت،
داد الہی ست" کے الفاظ میں کیا ہے۔ دوسری بات
یہ ہے کہ میر حسن نے نمونے کے جو دو شعر دیے ہیں
ان میں سے ایک وہی ہے جو قایم نے اپنے تذکرہ میں
نقل کیا ہے اور غلط طور پر "پڑی ہے گل میں میرے
بیم پھانسی" کی بجائے "پڑتا مل میں میرے بیم پھانسی"؟
مخزن نکات میں درج ہے۔

---

٤ = میرے گل میں پڑی ہے بیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اوروں کی ھانسی

٥ میرے گل میں پڑی ہے بیم پھانسی
بھیا مرنا مرا اور لوگ ھانسی

اس طرح شعر نمبر ۲ کے اختلافات یہ ہیں:

۱ جنہوں نے دل مسافر سوں لگایا
انہوں نے سب جنم رووت گنوایا

۲ جنہوں نے مل مسافر سے لگایا
انہوں نے سب جنم اپنا گنوایا

۳ جنہوں نے دل مسافر سے لگایا
انہوں نے سب جنم رو رو گنوایا

افضل کے متعلق اس ابتدائی معلومات پر اب تک جو غلط بیانیاں ہوتی رہی ہیں اُس کی تمام تر ذمہ داری اسپرنگر پر ہے جس نے شاہان اودھ کے کتب خانہ کی فہرست سنہ ۱۸۵٤ء میں شائع کی تھی اور جس میں قایم کے حوالے سے افضل کے بارے میں یہ بیان دیا ہے:[1]

"افضل، محمد افضل، ساکن جھنجھانہ، جو میرٹھ سے دور نہیں ہے، یہ ایک غیر معروف شاعر نہیں تھے اور زیادہ تعلیم یافتہ بھی نہیں تھے۔ قایم نے لکھا ہے کہ یہ عبداللہ قطب شاہ سے پہلے گذرے ہیں جو سنہ ۱۰۲۰ھ میں تخت نشیں ہوے تھے۔ انہوں نے ایک نظم لکھی ہے جسکا نام بکٹ کہانی ہے۔ اس کا ایک نسخہ لندن کے انڈیا ہاؤس میں موجود ہے"۔

معلوم نہیں اسپرنگر کے پیش نظر قایم کے تذکرہ کا کون سا نسخہ تھا۔ آج مولوی عبدالحق کا مرتب کردہ جو نسخہ دستیاب ہے اسکی عبارت سے (اقتباس اوپر دیا جا چکا ہے) صاف ظاہر ہے کہ قایم نے یہ بیان کہیں نہیں دیا ہے کہ افضل "عبداللہ قطب شاہ سے پہلے گذرے ہیں"۔

---

(۱) اسپرنگر کی اس فہرست کا اردو ترجمہ "یادگار شعرا" کے نام سے طفیل احمد نے کیا ہے۔ یہ ۱۹٤۳ میں ہندوستانی اکیڈیمی، الہ باد سے شائع ہو چکا ہے۔

اسقدر ضرور ہے کہ طبقۂ اول کی زمانی ترتیب میں افضل کا نام عبداللہ قطب شاہ سے فوراً قبل درج کیا گیا ہے جو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ قایم کے ذہن میں افضل کا تقدم زمانی موجود تھا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ قایم عبداللہ قطب شاہ کی تخت نشینی کا سال اپنے تذکرہ میں کہیں درج نہیں کرتا، اسلیے اسپرنگر کا عبداللہ قطب شاہ کے بارے میں یہ اضافہ "جو سنہ ۱۰۲۰ھ میں تخت نشیں ہوے تھے" ایجادِ بندہ معلوم ہوتا ہے۔ "مخزن نکات" میں افضل کے فورا بعد فن ریختہ اور عبداللہ قطب شاہ کے بارے میں حسب ذیل عبارت درج ہے:

"باید دانست کہ چوں فن ریختہ در آں وقت از محل اعتبار ساقط بود، بناءً علیہ ہیچکس بر توغل آں اقدام نمی نمود و ایں دو سہ چار بیت کذاے کہ بنام اساتذۂ معتبر مرقوم است، اغلب کہ منشاء نظمش ہزلے بیش نباشد۔ اما بعد ازیں بسمتِ بلادِ دکھن در عہد عبداللہ قطب شاہ کہ با سخنوران بمحبت و مواسا پیش می آید، ریختہ گفتن بزبان دکھنی بسیار رواج گرفت۔ بادشاہ مذکور نیز طبع موزوں داشت . . . ."۔

اس اقتباس میں قایم نے نہ تو عبداللہ کے سال تخت نشینی کا ذکر کیا ہے اور نہ وہ افضل کو "ایک دکنی

بادشاہ کے عہد کے ساتھ مضاف کر رہا ہے" جیسا کہ بعد کو "پنجاب میں اردو" میں محمود شیرانی نے خیال ظاہر کیا ہے۔ در اصل محمود شیرانی کے پیش نظر "مخزن نکات" کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔ مولوی عبدالحق کی مرتب کردہ "مخزن نکات" کے ایک سال قبل سنہ ۱۹۲۸ء میں "پنجاب میں اردو" تصنیف کی جا چکی تھی۔ ایسی صورت میں شیرانی نے اسپرنگر کے بیان پر اعتبار کیا ہے اور قایم کی (جو در اصل اسپرنگر کی ہے) اس غلطی کا شدومد کے ساتھ چرچا کیا ہے کہ "قایم نے افضل کا جو زمانہ دیا ہے اسمیں بظاہر ایک غلطی معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے، کہ عبد اللہ قطب شاہ در حقیقت سنہ ۱۰۲۰ھ میں تخت نشین ہوتا ہے، نہ سنہ ۱۰۲۰ھ میں، جو محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کا سال ہے۔ اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ یا تو قایم نے محمد قطب شاہ کے نام کے بجائے عبد اللہ قطب شاہ؛ یا سنہ ۱۰۲۵ھ کی جگہ سنہ ۱۰۱۲ھ لکھ دیا"۔ حالاں کہ حقیقت حال یہ ہے کہ اس سارے فسانے میں عبد اللہ قطب شاہ کی تخت نشینی کا ذکر ہی کہیں نہیں ملتا ا

---

(۱) علی گڑھ تاریخ ادب اردو (پہلی جلد) ص ۴۹۰ پر ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی اسپرنگر اور شیرانی کی دی ہوئی معلومات کو مخزن نکات سے مقابلہ کئے بغیر ان الفاظ میں =

اسپرنگر نے افضل کے سلسلے میں یہ نئی معلومات بھی، معلوم نہیں، کہاں سے فراہم کی ہے، کہ وہ جھنجھانہ کا ساکن ہے "جو میرٹھ سے دور نہیں"۔ اگر قایم کے تذکرہ کا یہ جملہ اسپرنگر کے پیش نظر ہوتا کہ "محمد افضل مردے است از سکان دیار مشرق" تو وہ ضلع میرٹھ کے ایک قصبے سے افضل کو منسوب نہ کرتا۔ "دیار مشرق" میر کی زبان کا "پورب" ہے۔ یہ بتانا ذرا مشکل ہے کہ خود قایم نے افضل کے توطن کے بارے میں یہ معلومات کہاں سے فراہم کی ہے جب کہ میر حسن، جن کا تعلق "دیار مشرق" سے تھا، اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔

افضل کے بارے میں میر حسن کی فراہم کردہ معلومات کا اعادہ بعد کے تذکرہ نویس عرصے تک کرتے رہے ہیں۔ صاحب تذکرہ "گلزار ابراہیم" (مرقومہ سنہ ۱۷۸٤ء) نے محمد افضل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے، جو واضح طور پر میر حسن کے تذکرے سے ماخوذ ہے:

"افضل، محمد افضل، از قدما ست، بر گوپال نامی عشق

= دہراتے ہیں: "قایم نے اپنے تذکرہ "مخزن نکات" میں افضل کو غالباً دکنی فرض کیا، اور لکھا ہے کہ افضل، عبداللہ قطب شاہ سے جو سنہ ۱۰۲۰ھ میں تخت نشین ہوتا ہے پیشتر گذرا ہے"۔

ورزیدہ حسب حال خود بارہ ماسہ مشہور "بکٹھ کہانی" منظوم نمودہ"۔

اسکے بعد نمونہ کا صرف ایك شعر نقل کیا ھے جو لفظی تحریف (کھوتے، بجائے روتے) کے ساتھ میر حسن کے تذکرے سے ایا گیا ھے:

مسافر سے جنھوں نے دل لگایا

اتھوں نے سب جنم کھوتے گنوایا

افضل کے بارے میں میر حسن کی روایت فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی نے بھی اپنی فرانسیسی تصنیف "تاریخ ادب ھندوئی و ھندوستانی"[۱] میں بیان کی ھے۔

---

(۱) گارساں دتاسی کی اس ضخیم تصنیف کا فرانسیسی نام "L' histoire de la litterature hindouie et hindoustanie" ھے۔ اسمیں تقریبا تین ھزار اردو و ھندی کے شعرا اور مصنفین کا تذکرہ ھے، جن میں سے دو ھزار آٹھ سو آٹھ مصنفین و شعرا کا تعلق اردو سے ھے۔ اسکا پہلا ایڈیشن پیرس سے دو جلدوں پر مشتمل سنہ ۱۸۳۹ء تا سنہ ۱۸٤۷ء شائع ھوا تھا۔ ھندی کے مصنفین و شعرا پر مشتمل حصص کا ترجمہ کئی سال ھوئے ھندی میں شائع ھو چکا ھے۔ چند سال قبل ایك فرانسیسی خاتون للیان نذرو نے اس تاریخ کے اردو شعرا اور مصنفین پر مشتمل حصص کا ترجمہ حواشی اور تعلیقات کے ساتھ کراچی یونیورسٹی میں =

افضل کے بارے میں ایک اور نادر حوالہ گل کرسٹ کی تالیف "ہندوستانی زبان کی قواعد" (سنہ ۱۷۹۶ء) میں ملتا ہے جسکے آخر میں مولف، اردو شعرا کے نام (بشمول افضل) اس ترتیب سے گناتا ہے:

امیر خسرو۔ ولی۔ حاتم۔ سودا۔ میر۔ قایم۔ جعفر زٹلی۔ محمد افضل، افضل وغیرہ۔

اس سے ظاہر ہے کہ ۱۷۹۶ء، یعنی اٹھارویں صدی کے اختتام تک، میر تقی میر کے اعجاز کے باوجود، افضل کی شاعرانہ شہرت قایم تھی۔

انیسویں صدی کے آغاز میں افضل کے سلسلے میں ایک اہم حوالہ افضل کے ایک عقیدت مند اور ہم مشرب عبداللہ انصاری کے بارہ ماسہ میں ملتا ہے جو سنہ ۱۲۳۹ھ مطابق سنہ ۱۸۲۳ء کے آس پاس کی تصنیف ہے[۱]۔ آنے والی نسلیں "شاہ افضل" کا ذکر کس عقیدت سے کرتی

= پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے پیش کرکے ڈگری حاصل کی ہے۔ راقم کی نظر سے یہ ترجمہ گذر چکا ہے۔ یہ ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے۔

(۱) بارہ ماسہ عبداللہ انصاری کا قلمی نسخہ شعبہ مخطوطات مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) میں محفوظ ہے۔ (بحوالۃ محمد ذکی الحق: ذکرو مطالعہ، ص، ۱۰۳۔ پٹنہ)۔

رهی هیں اور اسکی "بکٹ کہانی" کی کس قدر دھوم رہی ہے، اسکا اندازہ عبداللہ انصاری کے بارہ ماسہ کے ان ابتدائی اشعار سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے افضل کو خراج تحسین پیش کیا ہے:

سراسر اهل عرفاں شاہ افضل
نہایت کامل ویکتا واکمل
انہوں نے اک بکٹ لکھی کہانی
کیا جس میں بیاں سوز نہانی
بکٹ پیچیدہ رستہ ہے برادر
سمجھ لے رہ طریقت کو سراسر
زنانی بولی ہے اسکی پیاری
جسے سن کر ہو دل میں بیقراری

لیکن افضل کی سوانح اور سیرت کے بارے میں سب سے اہم انکشافات علی قلی خاں والہ داغستانی کے فارسی شعرا کے تذکرے "ریاض الشعرا"[1] میں ملتے ہیں جو سنہ ۱۷٤۷ ء کی تصنیف ہے اور جسے قایم کے "مخزن نکات"

---

(۱) والہ داغستانی کے اس تذکرہ کا ایک نسخہ (فارسی نمبر ۱۲۰) اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ افضل کے سلسلے میں والہ کے تذکرہ سے استفادہ سب سے پہلے محمود شیرانی نے کیا تھا (دیکھیئے "پنجاب میں اردو" ۱۹۲۸ ایڈیشن)۔

(سنہ ۱۷۵۵ ء) پر بھی تقدم حاصل ہے۔ چوں کہ
افضل فارسی شاعر کی حیثیت سے بھی معروف تھے۔
"شعر ہندی و فارسی را بغایت خوب می گفت" (والہ)
اسلیے مصنف نے اپنے تذکرہ میں افضل کے حالات
کے لیے تقریباً دو صفحے وقف کیے ہیں۔ والہ نے صاف
طور پر انہیں "پانی پتی" لکھا ہے۔ اس کے قول کے مطابق
وہ نہ صرف ہندی اور فارسی دونوں کے باکمال شاعر تھے
بلکہ فارسی نثر لکھنے پر بھی یکساں قدرت رکھتے تھے۔
معلمی ان کا پیشہ تھا اور ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا
کہ "جمع کثیر و جمّ غفیر" ان کے حلقۂ درس میں شامل
ہوتے تھے۔ چوں کہ ابتدا سے "چاشنئ عشق اور مشرب فقر"
سے آشنا تھے اسلیے بڑی عمر میں "ناگاہ عشق ہندوزنے"
میں مبتلا ہو گئے اور "مجنوں صفت، متاع زھد و تقوی را"
خیر باد کہا۔ اور "مانند ابر بہار" طوف کوئے ملامت
پر آمادہ ہو گئے۔ اسی وارفتگی کے عالم میں عاشقانہ
غزلیں لکھتے جن میں سے ایک کا مطلع والہ کے قول کے
مطابق یہ ہے:

عالم خرابِ حسنِ قیامت نشانِ کیست
دورِ کدام فتنہ گر است و زمانِ کیست

مولانا کی یہ کیفیت دیکھ کر پہلے تو وہ عورت

روپوش ہوگئی لیکن عشق کا شور و فساد کم نہ ہوا اور بالآخر ایک رات نہایت خفیہ طور پر باحتیاط تمام اسکے رشتہ داروں نے اسے شہر متھرا پہونچا دیا۔ مولانا کچھ عرصے تک سر ٹکراتے رہے آخر پتہ حاصل کرکے "افتاں و خیزاں بدیار محبوب رسیدہ"۔ وہاں تجسس بسیار کے بعد ایک دن کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چند لیلٰی عذاروں اور خورشید رخساروں کے ساتھ بہ نشاط و انبساط تمام ایک جگہ سیر کرتی پھر رہی ہے۔ بے اختیار اسکی جانب بڑھے اور حسب حال یہ شعر پڑھا:

خوشا رسوائی و حالِ تباہے

سر راہے و آہے و نگاہے

مولانا کی یہ بے موقع جسارت اس "لیلٰی وش جفاکار" کو ناگوار خاطر گذری اور نہایت تلخ و ترش لہجہ میں اس نے کہا کہ "ترا شرم از محاسن سفید نیست کہ سودائے عشقبازی چوں من جوانے در سَر داری؟" مولوی اس طعنہ کی تاب نہ لا سکا اور اس "وحشی غزال" کو رام کرنے کے لیے داڑھی مونڈھی، زنار پہنا اور "لباس برھمناں" اختیار کرکے ایک مندر کے پجاری کا چیلا بن بیٹھا۔ اس پنڈت کی شبانہ روز اسطرح خدمت کی اور "تحصیل علوم ھندوی نمودہ" کہ "جمیع فنون و کمال آں

مسلك آمد"۔ اس سے خوش ہو کر گرو نے اسے اپنا
"نایب مناب" بنا دیا اور جب کچھ عرصے کے بعد وہ مرض
موت میں گرفتار ہوا، وصیت کی کہ میرے بعد افضل کو
گرو تسلیم کیا جائے۔ رفتہ رفتہ مولوی کی شہرت دور
دور تک پھیل گئی اور اسکا حلقۂ ارادت وسیع ہوتا گیا۔
وہاں کی یہ رسم تھی کہ سال میں ایک بار عورتیں اس
بت خانہ کی زیارت کو آتی تھیں اور کثرت سے نذر ونیاز
پیش کرتی تھیں۔ اتفاق سے اُس روز جب رسمِ موعود کے
مطابق عورتیں نذر ونیاز کے لیے آئیں اور یکے بعد دیگرے
آ کر گرو کے قدموں میں قدمبوس ہوئیں، مولانا کی محبوبہ
بھی اس جمّ غفیر میں شامل تھی ۔ جوں ہی وہ قدمبوسی
کے لیے آگے بڑھی "مولانا دستِ اورا بہ شوق و شغفِ
تمام بدست گرفتہ بچشم خود مالید" اور کہا "مرا می شناسی؟"
جب اس شوخ نے آنکھیں اٹھائیں اور شناخت کر لیا کہ
یہ وہی "مفتون" ہے جو گرو کے روپ میں یہاں بیٹھا ہے
تو کچھ عرصے کے لیے مبہوت اور "ورطۂ حیرت" میں
رہ کر بالآخر اس نے اقرار کیا کہ "برائے خاطرِ چون
منِ ناکس این همه تصدیع و تعب کشیده اید؟ دیگر هرچه
در آن رضائے شماست، رضائے ماست"۔ اس کے بعد
وہ عورت مشرف بہ اسلام ہو جاتی ہے۔ دونوں

"بدیار خود" مراجعت کرتے ھیں اور عرصے تك زندگی ساتھ بسر کرتے ھیں ۔ افضل کی وفات کے بارے میں واله کا بیان ھے کہ "در سنه ۱۰۳۰ ھ بریاض رضوان شتافت"۔ افضل کے "چند بیت از اشعار عاشقانه" جو واله نے نقل کیے ھیں ، ذیل میں درج کیے جاتے ھیں :

جلوهٔ زلفِ شاھدے بُرد دلِ رمیده را
بے بکجا برد کسے طایرِ شب پریده را

واله

غمت هر دم بدلهائے شکسته
بود چون سنگ برپائے شکسته
بر شکم از شکستِ دل خبردار
تراود مے ز مینائے شکسته

ان اشعار کے بعد واله نے افضل کی یه رباعی درج کی ھے اور بتایا ھے کہ یه رباعی "در آشوب عشق و شور جنون گفته است" :

با زلفِ تو توده هائے عنبر چه کنم
با خالِ تو مشکهائے اذفر چه کنم
تو کافر و زلف کافر و دل کافر
من نیم مسلمان ، به سه کافر چه کنم

اسی "نیم مسلمان" کا انداز کافی اردو تاریخ شعر کی سب سے رنگین داستان ہے۔

والہ کی فراہم کردہ معلومات سے افضل کی شخصیت اور حالات کی بہت سی گتھیاں کھل جاتی ہیں۔

اس بات کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ افضل نواح دہلی یعنی پانی پت کے رہنے والے تھے۔ ان کی بکٹ کہانی کی زبان اس بات کی غماز ہے کہ شاعر کا تعلق کھڑی بولی یا اس سے ملحقہ علاقے سے ہے۔ اس طرح قایم کا یہ قول کہ وہ "از سکانِ دیار مشرق" تھے با معنی طور پر غلط ہو جاتا ہے۔ با معنی طور پر اسلیے کہ اگر افضل، جو عہد اکبری اور عہد جہان گیری میں موجود تھے، "از سکان دیار مشرق" ہوتے تو ملک محمد جائسی کی طرح وہ اپنا بارہ ماسہ اودھی میں لکھتے نہ کہ کھڑی بولی میں۔ افضل کی جھنجھانہ (ضلع میرٹھ) سے وابستگی کی روایت اسپرنگر سے چلی ہے۔ معلوم نہیں کہ اسپرنگر کا اس سلسلے میں ماخذ کیا تھا۔

والہ ھی کے بیانات سے یہ گتھی بھی حل ہو جاتی ہے کہ میر حسن کا یہ قول کہ افضل "کدام ہندو بچہ، گوپال نامی بود، کہ برو عاشق شدہ حسب حال خود "بارہ ماسا" عرف "بکٹ کہانی" گفتہ" غلط فہمی پر

مبنی ہے۔ گوپال، کسی ہندو بچے کا نام نہیں بلکہ خود افضل کا اختیار کردہ نام تھا جب وہ ''بہ لباس برہمنان'' متھرا کے مندر میں قیام پذیر تھا۔ ہر چند والہ نے اپنے تفصیلی بیان میں افضل کے گوپال نام کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے لیکن ''بکٹ کہانی'' کے خاتمہ پر یہ شعر اس ''نیم مسلمان'' کے نئے نام کی نشان دہی کرتا ہے:

بیادِ دلربا خوشحال می باش

کہے افضل کہے گوپال می باش

یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ بکٹ کہانی کے مذکورہ بالا آخری شعر سے قبل جو شعر مختلف نسخوں میں پایا جاتا ہے اسکے پہلے مصرع کا اختلاف نسخ اسطرح ہے:

۱ ع خموش آخر ازیں مشکل کہانی (ن، ۱، ۲)

۲ ع خموش احقر ازیں مشکل کہانی (ن، ٤، ۱۰)

۳ ع خموش افضل ازیں مشکل کہانی[1] (ن، ۹، ۷، ۸)

ان میں مصرع نمبر ۳ جو سب سے قدیم اور اہم نسخے نمبر ۹ سے نقل ہے افضل تخلص کو پیش کرتا ہے۔

---

(۱) (نسخہ نمبر ۹، ادارۂ ادبیات سنہ کتابت سنہ ۱۲٤۰ ھ، قدیم ترین ہے)۔

گویا اصل بکٹ کہانی یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ اسکے بعد فارسی کا یہ شعر:

یادِ دلربا خوشحال می باش
کہے افضل کہے گوپال می باش

اس واردات کی جانب اشارہ کرتا ہے جب کہ افضل نے گوپال کا پارٹ ادا کیا ہے۔ یہاں گوپال محبوب نہیں بلکہ افضل ہی کا کرداری نام ہے۔

افضل کی بکٹ کہانی کے اس مصرع نے "خموش احقر ازین مشکل کہانی" نے محمد ذکی الحق کو ایک زبردست مغالطہ میں ڈال دیا ہے اور انہوں نے اسے کسی شاعر کا تخلص سلیم کرتے ہوئے اپنے مضمون "چند بارہ ماسہ"[1] میں احقر کے بارہ ماسہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس بارہ ماسہ کا ایک نسخہ شعبۂ مخطوطات پٹنہ یونیورسٹی میں محفوظ ہے اور دوسرا اسٹیٹ لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) حیدرآباد میں۔ لیکن یہ دونوں نسخے، جیسا کہ ان کے نقل کردہ اقتباسات اور اسٹیٹ لائبریری کے نسخے کے مطالعہ سے ظاہر ہے، افضل ہی کی بکٹ کہانی ہے۔ اسٹیٹ لائبریری کے نسخے کو نمبر ۹ کے نام سے افضل کی

---

(۱) ذکر و مطالعہ: ۲۴۹ - پٹنہ۔

موجودہ بکٹ کہانی کی تہذیب و ترتیب میں استعمال بھی کیا گیا ھے۔

مرتب کردہ بکٹ کہانی میں اشعار کی کل تعداد ۳۲۰ ھے۔ گریہم بیلی نے بھی اپنی "تاریخ ادب اردو" [۱] میں اس کے مصرعوں کی کل تعداد ۶۰۰ بتائی ھے۔ بیلی نے انگریزی کا لفظ (Lines) استعمال کیا ھے اور اسکی مراد مصرعوں سے ھے۔ ادارۂ ادبیات اردو کی جانب سے شائع کردہ، مختصر "تاریخ ادب اردو" [۲] جسمیں بیلی سے بہت کافی استفادہ کیا گیا ھے، لفظ (Lines) سے مراد "اشعار" لی گئی ھے، جو صریحاً غلط ھے اسلیے کہ بکٹ کہانی کا اس ضخامت کا کوئی نسخہ تا حال دریافت نہیں ھوا ھے۔

صنف بارہ ماسہ

افضل کی "بکٹ کہانی" کو قایم نے "مثنوی" کہا ھے۔ میر حسن نے "بارہ ماسہ" عرف بکٹ کہانی" کے نام سے یاد کیا ھے۔ اسپرنگر نے "نظم... جسکا نام بکٹ کہانی ھے" لکھا ھے۔ محمد ابراھیم خان خلیل نے میر حسن کے متبع میں اپنے تذکرہ "گلزار ابراھیم" میں

---

(۱) اردو لٹریچر (دی ھیری ٹیج آف انڈیا سیریز) ۱۹۳۲ء۔ لندن، ص ۴۲ - (۲) تاریخ ادب اردو (مرتبہ: ادارۂ ادبیات اردو) ص ۷۰ -

"بارہ ماسہ مشہور بیکٹھ کہانی" تحریر کیا ہے۔ عبداللہ انصاری نے انیسویں صدی کے آغاز میں اسے صرف "بکٹ کہانی" کے نام سے یاد کیا ہے۔ اسٹیٹ لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) حیدرآباد کے نسخے (نسخہ نمبر ۱۰) میں گجراتی زبان کے انداز پر کاتب نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے تحت اسکا نام "بارہ ماسی" درج کیا ہے۔

لیکن افضل کی نظم کا اصل نام "بکٹ کہانی" ہی ہے، جو مثنوی کے انداز میں بحر ہزج مسدس محذوف الآخر (مفاعیلن مفاعیلن فعولن) میں لکھی گئی ہے۔ بعض اشعار بحر ہزج مسدس مقصور الآخر میں بھی ہیں۔ گریہم بیلی کا یہ خیال غلط ہے کہ اسکی بحر ہندی شاعری کی ہے ۱۔ تاہم یہ ہندی روایت شعر میں ڈوبی ہوئی ہے اور مثنوی کی طرز اور بحر میں ہونے کے باوجود ہیئت کے اعتبار سے جدید آریائی زبانوں کے ابتدائی اور درمیانی دور کی مقبول عام صنف سخن "بارہ ماسہ" میں ہے۔ یہ بارہ ماسہ کسی ایک زبان یا بولی تک محدود نہیں۔ راقم کی اطلاع کے مطابق یہ پنجابی، گجراتی، اودھی اور شمالی ہند کی دوسری بولیوں کی مشہور صنف رہی ہے۔

---

(۱) اردو لٹریچر (ہیری ٹیج آف انڈیا سیریز) لندن ۱۹۳۲ء، ص ۴۲۔

اسکا ارتقا سنسکرت اور اپ بھرنش کے "پربند کاویہ" (طویل نظموں) کے "رِتُ ورنن" سے ہوا ہے۔ اس "رِتُ ورنن" میں عام طور پر چھ موسموں کا ذکر ہوتا ہے۔ کالی داس کی "رِتُ سنگھار" اسکا اعلیٰ نمونہ ہے جو بالذات ایک نظم ہے۔ ہندی ادب کے "ویر گاتھا کال" کے اکثر "راسو" میں "رِتُ ورنن" کا اہتمام ملتا ہے۔ یہی "رِتُ ورنن" اپنی ماہ بہ ماہ تفصیلات میں جاکر "بارہ ماسہ" بن جاتا ہے جس میں عام طور پر ایک فراق زدہ "پتنی" اپنے "پتی" کی یاد میں تڑپتی ہے اور اسکے جذبات میں اتار چڑھاؤ خارج کے بدلتے ہو موسموں کے زیر اثر پیدا ہوتا ہے، اسطرح کہ داخلیت خارجیت سے ایک شاعرانہ پیرایہ زبان میں مربوط ہو جاتی ہے۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ "بارہ ماسہ" "رِتُ ورنن" کی ایک روبہ تنزل ہیئت ہے۔ روبہ تنزل اسلیے کہ ہندوستان کے موسم کی تفصیلات، چار یا چھ رتوں میں تو پیش کی جا سکتی ہیں لیکن انہیں بارہ کی تعداد میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ اسلیے بارہ ماسہ میں غیر ضروری تکرار آ جاتی ہے اور وہ تنوع، خارج یا باطن میں، قایم نہیں رہتا جسکے ذریعہ کہ دونوں کو ہم آہنگ کیا جا سکے۔ مثلاً سردی کے تین مہینے، ماگھ پوس اور اگھن کو لیجیے

یہ موسم سرما کے اثرات میں، ان تینوں مہینوں میں اسقدر تفاوت نہیں پایا جاتا کہ علاحدہ علاحدہ کیفیات کے ترجمان بنائے جا سکیں۔ چنانچہ افضل کی برھنی کی جو کیفیات جسمانی و ذھنی پوس میں ھیں وھی اگھن میں ھیں۔ یعنی ''دیھہ کی تھرتھری'' میں وہ پیا کی دوئی کو ڈھونڈھتی ھے۔ چاروں طرف سردی ھے لیکن اسکا ''من'' برہ کے ''غم سوں جلتا رھے گا''۔ جو کیفیت اگھن میں ھے وھی کم و بیش ماگھ میں ھے۔ بلکہ اس دقت کی وجہ سے افضل اکثر مہینوں میں خارجی عناصر کی مصوّری بالکل نہیں کرتا اور ان مہینوں کو برھنی کے نالہ و شیون یا داخلی واردات اور خود کلامی سے پُر کرتا ھے۔ لیکن جب وہ اصل مہینوں یعنی پھاگن، ساون بھادوں میں برھنی کے جذبات کی ترجمانی ان کو خارج سے ھم آھنگ کر کے کرتا ھے تو فطرت اپنی تمام رنگینیوں کے ساتھ اسکے کلام میں لہلا اٹھتی ھے، اور اسی نسبت سے برھنی کے دل کے زخم ھرے ھو جاتے ھیں۔

صنفِ بارہ ماسہ کی سب سے اچھی تعریف عبداللہ انصاری کے الفاظ میں یہ کی جا سکتی ھے کہ یہ ''زنانی، پیاری'' بولی میں ''سوز نہانی'' کا ایسا تذکرہ ھوتا ھے ع ''جسے سن کر ھو دل میں بیقراری''۔ چوں کہ ھندی شاعری کی روایت کے مطابق تخاطب عورت کی جانب

ہے ہوتا ہے اسلیے اسمیں صنف نازک کا دل اپنی تمام حرمان نصیبیوں، امنگوں، پیار، جلن اور جلاپے کے ساتھ دھڑکتا دکھائی دیتا ہے۔ اسمیں مرد کی مسلسل بے وفائی اور عورت کی ازلی وفا کا ذکر ہوتا ہے، وہ عورت جو ہندوستان کی مہکار اور پیار میں پلی ہے، جسکا پتی اس کا دیوتا ہے اور یہ اسکا پیدائشی حق ہے کہ وہ ہمیشہ دیوتا کے چرنوں میں سر سبز رہے۔

افضل کو بارہ ماسہ کی ایک قدیم و طویل روایت ملی تھی۔ لیکن اسکے قریب ترین ہندی کا سب سے مشہور، ملک محمد جائسی کا بارہ ماسہ تھا جو اس کی معرکۃ الارا تصنیف "پدماوت" کا ایک کھنڈ ہے۔ یہ بارہ ماسہ افضل سے سو برس پہلے تصنیف کیا گیا تھا۔ ناگ متی، چتور کے راجہ رتن سین کی رانی ہے۔ جب رتن سین پدماوتی کے عشق میں گرفتار ہو کر جوگی کا بھیس لے کر سنگل دیپ جاتا ہے تو ناگ متی اپنے پتی کے فراق میں تڑپتی ہے۔ اس کی اس فراق زدہ کیفیات کی ترجمانی ملک محمد جائسی نے "ناگ متی وِیوگ کھنڈ" میں بارہ ماسہ کی شکل میں کی ہے۔ پدماوت کا یہ کھنڈ اسکی جان ہے اور اس لحاظ سے یہ ہر دور میں قبولیت عام رکھتا رہا ہے۔ جائسی اور افضل دونوں کے بارہ ماسوں میں ایک گہری

معنوی اور جذباتی مماثلت پائی جاتی ہے۔ دونوں صوفی ہیں اور دونوں "پریم مارگی" ہیں۔ پریم کی راہ بڑی بکٹھ (مشکل، ٹیڑی) ہوتی ہے۔ پدماوت کا قصہ بیك وقت مجاز اور حقیقت کی دوہری سطحات پر چلتا ہے۔ افضل بھی صوفی تھے لیکن انہوں نے پریم کا کھیل مجاز کی سطح پر اس انداز سے کھیلا تھا کہ اردو شعر کی تاریخ میں اس سے زیادہ رنگین داستان اور کہیں نہیں ملتی۔ بارہ ماسہ کے آخری شعر:

بیاد دلربا خوشحال می باش
کہے افضل کہے کوپال می باش

سے یہ صاف ظاہر ہے کہ افضل نے اپنا بارہ ماسہ عشق کا یہ رنگین ناٹك کھیلنے کے بعد ہی لکھا ہے، جسکی یاد اب ان کی زندگی کا عزیز ترین سرمایہ بن چکی ہے۔ بارہ ماسہ میں وہ در حقیقت اپنی محبوبہ کا کردار ادا کر رہے ہیں، ہر چند والہ داغستانی کی شہادت کے مطابق "آن لیلی وش جفا کار" اس ناٹك کے انجام تك ہمیشہ تلخ گفتاری اور "جواب ترش" سے پیش آتی رہی تھی۔ افضل نے در اصل اپنی واردات کو "حدیث دیگراں" بلکہ "سر دلبراں" میں پیش کیا ہے۔ عبداللہ انصاری کی اس تعبیر و تشریح کے باوجود کہ "بکٹھ" راہ معرفت کا ایك انداز ہے۔

افضل کی کہانی سر تا سر رام کہانی ہے اور اسمیں حضرت جامی کے اقتباسات سے قطع نظر کہیں بھی "حقیقت" کی سطح قایم نہیں ہونے پاتی ۔ یہ ایك برھنی کی کہانی اسی کی زبانی ہے جس میں مجاز کی تڑپ اور "جسم کی مایوس پکار" مکمل طور پر نمایاں ہے ۔ یہ آپ بیتی ہے، یہ جگ بیتی ہے، اسے کسی استعارہ یا تمثیلی حجاب کی ضرورت نہیں ۔ یہ "افضل" کی داستان عشق ہے یہ "گوپال" کی پریم کہانی ہے ۔

اسلوب شعر کے نقطۂ نظر سے "بکٹ کہانی" اس عہد کی ریختہ گوئی کا مکمل نقش ہے ۔ افضل نے اپنی نظم کی ہیئت ہندی ادبیات سے لی ہے لیکن اسکی زبان اور اسلوب کا ماخذ امیر خسرو کی قایم کردہ وہ روایت ریختہ گوئی تھی، جو بقول میر، کبھی ایك مصرع فارسی اور ایك مصرع ہندی کی شکل میں نمودار ہوتی تھی؛ اور کبھی آدھا مصرع فارسی اور آدھا مصرع ہندی سے آمیختہ ہوتی تھی ۔ کبھی یہ لغت ہندی و فارسی کی پیوندکاری کی صورت اختیار کرلیتی تھی؛ یہ پیوندکاری صوتیات کی سطح سے لے کر صرف و نحو ہر جگہ پائی جاتی تھی ۔ فارسی کے سابقوں اور لاحقوں کا ہندی الفاظ کے ساتھ بلا تکلف اختلاط، فارسی مصادر کا ہندی

قواعد کے سانچوں میں ڈھالنا ، فقروں کے دروبست میں فارسی جملہ کی ترکیب نحوی کا استعمال ، غرضکہ اسکی ایک سے زائد شکلیں ملتی ھیں ۔ امیر خسرو کے بعد اس ریختہ گوئی کا مرکز ثقل دکن منتقل ھو جاتا ھے ؛ چنانچہ میر کا یہ خیال کہ " ریختہ از دکن است " ایک لحاظ سے صحیح ھے ۔ شمالی ھند میں افضل سے قبل ، امیر خسرو سے منسوب ھندی کلام اور ریختوں کے علاوہ ، کوئی دوسرا لائق اعتناء ادبی نقش نہیں ملتا ۔ چوں کہ امیر خسرو کی ریختہ گوئی کے مستند نمونے ابھی تک دستیاب نہیں ھوئے ھیں ، اسلیے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ھے کہ شمالی ھند کا پہلا مستند اردو شاعر ، افضل ھی ھے ، جس نے اپنی " بکٹ کہانی " سنہ ۱۶۲۵ ء سے قبل مکمل کرلی تھی ۔ افضل ، دکن کے شعرا محمد قلی قطب شاہ ، وجہی ، غواصی ، ابراھیم عادل شاہ ثانی اور اسکے درباری شاعر عبدل کا ھم عصر تھا ۔ اس لیے اس کا شمار اردو کے قدیم ترین شعرا کی صف میں کیا جائے گا ۔

تاریخی نقطہ نظر سے یہ عام خیال بالکل غلط ھے کہ ولی کی آمد سے قبل شمالی ھند میں اردو شعر گوئی مفقود تھی ۔ محمود شیرانی نے اپنی تحریروں میں شمال کے ایک سے

زائد ایسے شعرا کی نشان دہی کی ہے ۱ جنہوں نے ولی سے قبل اردو شعر گوئی کی جانب توجہ کی تھی۔ "افضل" ان میں بلا مبالغہ سب سے افضل ہے۔ شاہان مغلیہ کی کم توجہی کے باعث افضل اور اس کے ساتھی، تمام کے تمام درباری سرپرستی سے محروم رہے۔ فارسی اور برج بھاشا کو دربار مغلیہ کی تائید حاصل رہی، اس لیے ان کی موجودگی میں "ریختہ" کا چراغ شمال میں صرف ٹمٹماتا رہا، جب کہ دکن میں اس "ریختہ" نے بہت جلد ریختہ زبان کے مراحل طے کر کے اپنا ایک مخصوص لہجہ، فرہنگ اور رنگ و آہنگ پیدا کر لیا، جسکے بہترین نمونے قطب شاہ، وجہی، غواصی، ابن نشاطی، نصرتی وغیرہ کی تحریروں میں مل جاتے ہیں۔

جہاں تک افضل کی "بکٹ کہانی" کی شعریت کا تعلق ہے میر حسن کا یہ قول کہ "بر دل ہا اثر می کند" لفظ بلفظ صحیح ہے، والہ داغستانی کی یہ شہادت کہ "شعر ہندی و فارسی را بغایت خوب می گفت" افضل کے فارسی اور ہندی شاعرانہ قد و قامت کا تعین کرتی ہے۔ افضل کے کلام میں اسکا دل گداختہ ملتا ہے۔ عشق کا چٹیلاپن اور برہ کی چیلک ملتی ہے۔ بکٹ کہانی کے بہترین حصوں میں (ماہ ساون،

---

(۱) دیکھیے پنجاب میں اردو اور "ہریانی میں تالیفات" اورینٹل کالج میگزین، لاهور (نومبر ۱۹۳۱ء اور فروری ۱۹۳۲ء)

بھادوں ، پھاگن) خارجیت اور داخلیت کا وہ ربط و آہنگ ملتا ہے جو بارہ ماسہ کی جان ہوتا ہے - پریم کے بکٹ راستے کی تمام تر واردات کی تفصیلات ملتی ہیں - یہاں " نینوں کی برکھا " ہے فراق سے "سینہ جرتا " ہے ، "کویل کی کوک" " تمامی تن بدن میں آگ " لگا دیتی ہے - سکھیوں کے آنند پر رشك آتا ہے - عورت کا اندیشہ دور دراز کسی اور کے "ٹونے چلانے" تك پھونچتا ہے - غرضکہ ساری واردات گھریلو لہجہ ، ڈرامائی طرز اور ایك خود کلامی کے انداز میں پیش کی گئی ہے - یہ شاعری نہیں فنکارانہ چیخ ہے جس کے تیکھے بول تیر بن کر دل میں اتر جاتے ہیں - اردو شاعری میں یہ پرکار سادگی افضل کے بعد صرف حالی کی " مناجات بیوہ " یا عظمت اللہ خاں کے بعض گیتوں میں ملتی ہے -

" بکٹ کہانی " میں فارسی اشعار کا جابجا چھینٹا نظم کی روانی میں بلاشبہ رکاوٹ پیدا کرتا ہے - لیکن افضل کے عہد کی زبان اور مذاق شعری کو پیش نظر رکھ کر اسکا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اسلوب ریختہ گوئی کا ایك ضروری جزو تھا - مزید برآں افضل فارسی کے بھی باکمال شاعر تھے(۱) اسلیے وہ دونوں زبانوں کے سروں کو

---

(۱) افضل کی فارسی گوئی کی شہادت محمد قدرت اللہ نے اپنے =

لیے کر کامیابی کے ساتھ یك وقت چل سکتے تھے ۔ افضل کے فارسی اشعار میں بھی ایك روانی اور سوز ھے ۔ زبان کا یہ آمیختہ اسلوب نہ صرف ”گاینان“ میں مقبول تھا بلکہ کھتریوں اور کائستھوں کی گھریلو اور ادبی زبان کا ایك عام انداز تھا ۔

اردو تاریخ شعر میں افضل کی شاعرانہ حیثیت مسلم ھے ۔ انیسوین صدی کے آغاز تك اھل دل میں اسکے کلام کی تاثیر کا چرچا رھا ھے ۔ اسکی ” بکٹ کہانی “ شمالی ھند میں اردو شاعری کا پہلا مستند نمونہ ھے جسکی موجودگی میں تاریخ ادب اردو کا یہ مفروضہ غلط ثابت ھو جاتا ھے کہ شمال میں اردو کی شمع شعر ولی نے روشن کی تھی ۔ وہ سلطان محمد قلی قطب شاہ ، وجہی اور غواصی کا ھم عصر تھا اس لحاظ سے وہ شمال میں اردوئے قدیم کا چراغ عین اس وقت جلائے ھوئے تھا جب دکن میں یہ زبان ایك ادبی دور میں

= تذکرہ ” نتائج الافکار “ میں دی ھے جو سرتاسر والہ کی فراھم کردہ معلومات پر مبنی ھے ۔ والہ کے تذکرہ کا ذکر قدرت اللہ نے دیباچہ میں کیا ھے ۔ قدرت اللہ کے الفاظ یہ ھیں : ” پیرایۂ بلند فکرتی افضل پانی پتی کہ شاعر یست فصاحت شعار و سخنوریست بلاغت آثار در اوسط مائتہ ثانی عشر (۱۲۰۰) جہان گذاران را گذاشتہ “ ۔ قدرت اللہ کا شعرائے فارسی پر مشتمل یہ تذکرہ ” خاضع “ نے بمبئی سے شایع کیا ھے ۔

داخل ہو رہی تھی ۔ وہ دور اکبری کی پیداوار تھا اسلیے کیا زبان، کیا بیان، کیا عمل اور کیا خیال ہر اعتبار سے وہ ازمنۂ وسطیٰ کے ترکیبی تمدن اور "ہندلانی" روح عصر کا ترجمان کہا جاسکتا ہے ۔

زبان

"بکٹ کہانی" کی زبان عہد اکبری کی کھڑی بولی کا وہ روپ ہے جو دہلی اور اسکے نواح سے نکل کر برج، اودھی اور ہریانی کے علاقوں میں رائج ہو چکا تھا ۔ مولف "پنجاب میں اردو" نے لکھا ہے "اس کی زبان دکنی سے مختلف ہے اور صاف ہے"[1] لسانیاتی اعتبار سے افضل کی زبان کو جدید اردو سے قریب تر ہونا بھی چاہیئے ۔ دکھنی اردو تیرھویں اور چودھویں صدی کی "زبان دہلوی" ہے جو ایک طرف اپ بھرنشی لسانی روایت سے لدی پھندی ہے اور دوسری جانب جسکی اساس کھڑی بولی کے مقابلے میں جمنا پار کی ہریانی اور میواتی (راجستھانی کی بولی) بولیوں پر قایم ہے ۔ دہلی اور اسکے نواح میں زبان کا یہ کینڈا پندرھویں صدی کے وسط تک رہا ۔ سنہ ۱٤٥٠ء کے قریب جب آگرہ دار السلطنت قرار پاتا ہے تو لسانی مرکز ثقل ہریانی اور کھڑی کے علاقے سے برج

---

(۱) ص: ۲۱۲ ۔

بھاشا کے علاقے میں منتقل ہو جاتا ہے۔ افضل کا تعلق والہ کی شہادت کے مطابق پانی پت سے تھا جو ہریانی کے علاقے میں واقع ہے؛ لیکن افضل کی زبان ہریانی کے اسقدر بھی لسانی اثرات نہیں رکھتی جسقدر کہ اس عہد کے دکنی مصنفین کی زبان میں پائے جاتے ہیں۔ اسکا مطلب صاف ہے کہ کھڑی بولی عہد اکبری میں برج بھاشا کے زیر اثر ایک ایسی لسانی کروٹ لے چکی تھی جس نے اسے جدید بنا دیا تھا۔ افضل کی "بکٹ کہانی" اس جدید اردو کا پہلا ادبی و لسانی نقش ہے۔ مجموعی طور پر افضل کی زبان سور داس کی برج بھاشا اور کبیر داس کی سدھکڑی ملی جلی زبان کے برعکس کھڑی بولی کی وہ ترقی یافتہ شکل ہے جو ایک طرف اپ بھرنشی لسانی اثرات کھو چکی تھی اور دوسری طرف جمنا پار کر کے موجودہ اتر پردیش کے دو آبہ کے بالائی حصے میں قدم رکھ چکی تھی۔ لیکن "بکٹ کہانی" کی زبان پر فارسی کے علاوہ برج بھاشا کے اثرات واضح ہیں، چونکہ برج بھاشا پندرھویں اور سولھویں صدی میں ادبی زبان کی حیثیت سے نمایاں مقام حاصل کر چکی تھی اور کرشن بھکتی کی زبان تھی۔ مزید یہ کہ افضل کو متھرا کے ہندو ماحول کا بھرپور تجربہ تھا اسلیے اسکے بعض اثرات کا آ جانا

ناگزیر تھا ۔ افضل کی زبان پر بارہ ماسہ کے اسلوب اور اس سے مختص زبان کے اثرات بھی نمایاں ہیں ۔ شاید یہی وجہ ہے کہ افضل کے علاقہ کی ھریانی بولی ، بارہ ماسہ کی زبان پر اثر انداز نہیں ہو سکی ۔ یہاں اس لسانیاتی حقیقت کا واضح کر دینا ضروری ہے کہ بولیوں کی کثرت کے درمیان ادبی زبان اور اسکے اسالیب کے چوکھٹے میں مصنفین کا گرفتار ہو جانا ایک ضروری امر ہے ۔ جس طرح عہد جدید کا شاعر جب گیت لکھتا ہے تو ایک مخصوص زبان کا استعمال کرتا ہے اور غزل لکھتے وقت اسکا اسلوب اور فرھنگ دونوں بدل جاتے ہیں ، اسی طرح چودھویں تا سولھویں صدی عیسوی تک برج آمیز زبان کا استعمال بعض اسالیب شعر کے لیے مخصوص ہو چکا تھا ۔ قطع نظر اس کے کہ شاعر کس علاقے کا رہنے والا ہے ، وھاں کی بولی کیا ہے ، وہ بلا دریغ برج بھاشا اور اس کی روایت شعر کا پابند ہو کر لکھتا تھا ۔ اسلیے افضل کے بارہ ماسہ کی زبان کا تعلق پانی پت سے نہیں ہے بلکہ اس اردو سے ہے جو آگرہ کے بازاروں میں بولی جاتی تھی اور جو شعر کا پیکر اختیار کرنے سے قبل برج بھاشا کے رنگ و آھنگ کو قدرے قبول کر لیتی تھی ۔ افضل کی لسانیاتی روایت تا حال اردو کے

گیتوں میں قایم ہے۔ اسقدر ضرور ہے کہ ریختہ کا اسلوب اب متروک ہو گیا ہے۔

مذکورہ بالا تاریخی و لسانیاتی پس منظر میں اگر بارہ ماسہ کی زبان کا جائزہ لیا جائے اور اسکا مقابلہ اس عہد کی دوسری تصنیف ''خالق باری'' مصنفہ ضیاء الدین خسرو (سنہ تصنیف ۱۰۳۱ ھ مطابق سنہ ۱۶۲۱ ء) کی زبان سے کیا جائے تو حسب ذیل خصوصیات کا تعین ہوتا ہے:

(الف) صوتیاتی:

(۱) بعض الفاظ میں (ل) پر (ر) کو ترجیح، مثلاً کر (کل، کلا)، کاری (کالی)۔ سانورا (سانولا)۔ جرنا (جلنا)۔ ڈارنا (ڈالنا)۔

(۲) عربی فارسی اصوات کا ہندی تلفظ مثلاً، لرجا (لرزا) داگ (داغ)۔

(۳) طویل مصوتے (آ) کا اضافہ مثلاً، ھانسی (ھنسی) پاتی (پتر۔ خط)۔

(ب) صرفی:

(۱) اسمائے ضمیر: تیں (تو)۔ تُمری (تمھاری)۔ تُمن (تم)۔ ہوں (میں)۔ ھمن (ھم)۔ کِنھیں (کسی)۔

(۲) ''اں'' کی جمع کی بعض مثالیں: دھوپاں (دھوپ) سیراں (سیر)۔

عام طور پر جمع "ون" سے بنائی گئی ہے۔
"ن" کی جمع، جو برج بھاشا میں رائج ہے کہیں کہیں ملتی ہے مثلاً پکن (بجائے پکوں)۔

(۳) افعال کی بعض شکلوں میں برج بھاشا کے اثرات نمایاں: بھئی (ہوئی)۔ رووت۔ سُلگت۔ بھرت۔ مرت۔ دیکھن۔ ہنسن۔ کھیلن۔

(٤) کیتا (کیا)، کینا (کیا)، دینا (دیا)۔ کی شکلیں بھی مل جاتی ہیں۔ کیتا کی شکل دکنی اردو میں بھی رائج رہی ہے۔

(٥) افعال کے مصادر (و) کے اضافہ سے بنائے گئے ہیں: آونا۔ بھاونا۔ شرماونا۔

(٦) حروف کی بعض قدیم شکلیں ملتی ہیں جن میں سے بیشتر برج بھاشا کی ہیں۔ سوں۔ سیں۔ سیتی۔ کوں۔ اجھوں۔ کت (کہاں)۔ مُوں (میں)۔ کہا (کیا)۔ کٹھولو (کب تک) کاں لگ (کہاں تک)۔ کہوں (کہیں)۔

(۷) پنجابی کا بھی ایک حرف دو بار استعمال کیا گیا ہے۔ نال (ساتھ)۔

ع پیا کے نال بیٹھیں ساریاں سب
ع بجاویں دف پیا کے نال ساری

(ج) نحوی:

(۱) ایک آدھ مثال ایسی بھی ملتی ہے کہ اگر اسم مونث جمع ہے تو صفت بھی جمع لائی گئی ہے:

بسایہ تخت اوپر ناریاں سب
پیا کے نل بیٹھیں ساریاں سب

ع به عالم پھولیاں پھلواریاں سب

اسی عہد کی شمالی ہند کی تصنیف "خالق باری" کی زبان، افضل کے بارہ ماسہ کی زبان سے بعض لحاظ سے مختلف نظر آتی ہے مثلاً:

(۱) خالق باری میں "یا" سے مرکب ماضی کی مثالیں ملتی ہیں، (رھیا ـ کہیا) جو ہریانی، دکنی اور کھڑی کی خصوصیت ہے ـ بارہ ماسہ میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی ـ

(۲) "اں" کی جمع دونوں کے یہاں قلت کے ساتھ ملتی ہے ـ

(۳) آھے (ہے)، خالق باری میں کثرت سے ملتا ہے ـ افضل کے یہاں مفقود ہے ـ

مجموعی طور پر خالق باری اور بارہ ماسہ کی زبان میں زیادہ فرق نہیں ـ تا ہم خالق باری کی زبان انفی آوازوں، تخفیف حروف علت اور فرہنگ کے لحاظ سے

دکنی اردو سے قریب تر ہے۔ لیکن یہ فرق اس عہد کے ایک لغت نویس اور شاعر کی زبان کا فرق ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل لکھا جا چکا ہے شاعر، روایت اور فرہنگ شعر کے تابع رہ کر الفاظ کا انتخاب کرتا ہے اس لیے اسکی زبان اپنے عہد کی بول چال کی زبان سے ہمیشہ مختلف ہوتی ہے۔

بکٹ کہانی کے نسخے

افضل کی بکٹ کہانی کا موجودہ متن دس قلمی نسخوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔ ان میں سے صرف تین نسخوں پر سنہ کتابت درج ہے ۔ اس اعتبار سے قدیم ترین نسخہ ادارۂ ادبیات اردو، حیدرآباد کا ہے جسکا سنہ کتابت سنہ ۱۲٤۰ء ہے اور جو موجودہ متن کے سلسلے میں نمبر ۹ قرار دیا گیا ہے۔ دوسرا نسخہ انڈیا آفس لائبریری (لندن) کی ملکیت ہے اسپر سنہ ۱۲٤۵ھ تاریخ کتابت درج ہے اور یہ موجودہ متن کے سلسلہ کا نمبر ۱ ہے۔ تیسرا نسخہ نمبر ٤ ہے جسکا سنہ کتابت سنہ ۱۲۷۹ھ ہے۔ باقی تمام نسخوں کے سنہ کتابت کے بارے میں علم نہ ہوسکا۔ اس لحاظ سے بکٹ کہانی کا قدیم ترین نسخہ افضل کی وفات (۱٦۲۵ء) کے ۹۹ برس بعد لکھا گیا ہے۔

نسخه (نمبر ۱): ۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر U 45-IX ھے۔ کاتب کم سواد ھے۔ بد خط مگر صاف ھے۔ ترقیمہ یہ ھے: "دست خط عبد الکریم برائے پاس خاطر خود نوشتیم، ھر کس کہ دعوا کند باطل گردد ۔ ۱۲٤۰ ھجری ماہ ساباں، تاریخ بیست و پنجم روز شنبہ"۔ کل اشعار کی تعداد ۲۰۱ ھے۔ اسمیں کوئی ھندی دوھرہ نہیں۔

نسخہ (نمبر ۲): ۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر B170 (P1243) ھے۔ خط شفیعا، صاف ستھرا۔ ترقیمہ میں صرف اتنا درج ھے کہ "تمام شد قصہ بارہ ماسہ، بکٹ کہانی، روز چہار شنبہ"۔ کل اشعار کی تعداد ۲٦۷ ھے۔ کوئی دوھرہ اس میں موجود نہیں۔

نسخہ (نمبر ۳): ۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر B 189 (P 1244) صاف ستھرا لکھا ھے۔ جابجا ھندی دو ھے کثیر تعداد میں درج ھیں۔ ترقیمہ میں سوائے تمت تمام شد، کے اور کچھ نہیں لکھا ھے۔ اشعار کی تعداد ۲۸۰ ھے جن میں سے ۱٤ مکرر درج ھیں۔ ان کے علاوہ متفرق دوھرے اور فارسی اور اردو کے اشعار کثرت سے ھیں۔

نسخہ (نمبر ٤): ۔ یہ نسخہ پٹنہ یونیورسٹی میں ھے۔ اسکا نمبر ۱۱۰ ھے، جسے ڈاکٹر سید محمد صدر الدین "فضا" نے اپنی تالیف "حضرت شاہ آیت اللہ جوھری، ان کی حیات

اور شاعری" میں مکمل شائع کردیا ہے۔ یہ نسخہ دکن میں لکھا گیا ہے، جسے پٹنہ یونیورسٹی نے حاصل کرلیا ہے ترقیمہ میں یہ عبارت ہے، "تمت تمام شد، روز چہارشنبہ بوقت دوپہر۔ تمام شد، ماہ شوال ۲۰، سنہ ۱۲۷۹ ھ۔ کاتب الحروف میر قطب الدین عرف میر صدر الدین غفرلہ بن حیدر علی در مقام سکندر آباد"۔ اشعار کی تعداد ۲۷۹ ہے۔ ۵۶ اشعار (فردیات اور دوھرے) اسکے علاوہ ھیں۔

نسخہ (نمبر ۵):۔ یہ ایک بیاض کی شکل میں ہے، مملوکہ قاضی عبد الودود صاحب (پٹنہ)۔ اسے بھی ڈاکٹر صدر الدین فضا نے اپنی تالیف مذکورہ بالا میں شامل کردیا ہے۔ یہ نسخہ ناقص الطرفین ہے۔ اس مین کل ۱۸۹ اشعار ھیں۔ فردیات یا دوھرے وغیرہ نہیں ھیں۔ ترقیمہ کوئی نہیں۔ ڈاکٹر فضا کا خیال ہے کہ یہ نقل سو سال سے زائد کی نہیں (دیکھئے ص ۱۹۱، تالیف مذکور)۔

نسخہ (نمبر ٦):۔ یہ رضا لائبریری، رام پور (یو۔پی) کے نسخہ کی نقل ہے۔ جو سکریٹری انجمن ترقی اردو (ھند) کی وساطت سے حاصل ھوئی ہے۔ اسمیں ترقیمہ کوئی نہیں۔ ابتدا میں صرف اتنا لکھا ہے "بکٹ کہانی از محمد افضل کاپی"۔ اشعار کی تعداد ۲٦۷ ہے۔ دوھرے یا فردیات مطلق نہیں۔

نسخہ (نمبر ۷): ۔ سالار جنگ میوزیم لائبریری میں محفوظ ہے نمبر ۱۱ تصوف ۔ سائز (۵ × $\frac{1}{2}$ ۸) صفحہ ۲۴ سطر ۱۳ خط نستعلیق ۔ خاتمہ کے چند اصل اوراق غیر موجود ہونے کی وجہ سے آغا حیدر حسن نے بروز چہارشنبہ ۱۴ جمادالثانی سنہ ۱۳۴۷ ھ میں کسی قدیم نسخے سے تکملہ کیا ہے ۔ نسخہ اکثر جگہ غلط ہے اور اکثر الفاظ دکنی تلفظ کے مطابق لکھے گئے ہیں جس سے اس کا دکن میں لکھا جانا ثابت ہے ۔ اشعار کی تعداد ۲۴۹ ۔ آغا حیدر حسن کے اضافہ کردہ اشعار کی تعداد ۵۴ ہے ۔ اسطرح کل تعداد ۳۰۳ ہو جاتی ہے ۔

نسخہ (نمبر ۸): ۔ یہ بھی سالار جنگ لائبریری کی ملکیت ہے نمبر ۱۰ تصوف ۔ سائز (۵×۹) صفحہ (۲۶) ۔ سطر (۱۱) خط نستعلیق ۔ تاریخ کتابت ندارد ۔ نسخہ نمبر ۷ سے خاصا مختلف ہے ۔ لیکن اسکی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے ۔ اسمیں کل اشعار کی تعداد ۲۸۹ ہے ۔ آخر میں فارسی کے ۲۷ اشعار نسخہ نمبر ۷ سے زیادہ درج ہیں جو اور کسی نسخے میں بھی نہیں ملتے اسلیے اصل متن میں شامل نہیں کیے گئے ہیں ۔

نسخہ (نمبر ۹): ۔ ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد میں محفوظ ہے ۔ اسپر "سنہ ۱۲۴۰ ھ یوم جمعہ" (مطابق سنہ ۱۸۲۴ ء)

تاریخ کتابت پڑی ہے۔ چوں کہ اس کا کاتب کھڑی بولی کے علاقے ضلع میرٹھ میں کڈھ مکتیشر کا متوطن ہے، اسلیے وہ اس بولی کے تلفظ کی صحت کا التزام رکھتا ہے۔ یہ نسخہ نہ صرف سب سے قدیم ہے بلکہ سب سے مستند بھی کہا جاسکتا ہے۔ اسمیں دوھرے وغیرہ مطلق نہیں ملتے۔ شاعر اپنے تخلص افضل کو دوجگہ استعمال کرتا ہے۔ آخری شعر اور اس سے پہلے شعر ہیں۔

نسخہ (نمبر ۱۰) :۔ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد (کتب خانہ آصفیہ) میں محفوظ ہے۔ اس کا نمبر ۷۰۱ متفرقات ہے۔ نسخے کی کتابت نہایت معمولی نستعلیق ہے۔ جابجا کرم خوردہ ہونے کے باعث بعض اشعار نہیں پڑھے جاسکے۔ کل اشعار کی تعداد ۲۰۹ ہے۔ دوھرے اور فردیات سے پاك ہے۔ آغاز میں بسم اللہ الرحمن کے تحت نام "بارہ ماسی" سرخ روشنائی میں لکھا ہوا ہے۔ چوں کہ گجراتی زبان میں "بارہ ماسہ" کو "بارہ ماسی" کہا جاتا ہے اسلیے اسکا علاقہ گجرات میں لکھا جانا قرین قیاس ہے۔ اس نسخے میں ترقیمہ نہیں ہے۔

نسخہ مطبوعہ (م) :۔ اگست سنہ ۱۸۹۷ء میں ایك کتاب "مجموعہ تصوف" کے نام سے نولکشور پریس کانپور سے شائع ہوئی تھی۔ اسکے مولف شیخ برھان تھے۔ اس میں

تصوف سے متعلق متفرق رسالے نظم و نثر کے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک بکٹ کہانی والا بارہ ماسہ بھی ہے۔ خاتمہ پر مولف نے لکھا ہے " یہ کتاب لاجواب پسند ہے پیر و شاب لاخوف الموسوم یہ مجموعہ تصوف بحر عرفان برائے افادہ زہرو سالکان جو کہ انتخاب جمع کیا ہوا ذرہ بے مقدار خاکسار ہیچمداں خاکپائے مسلمانان و سالکان بنام شیخ برھان باشندہ حال ملازم پلٹن پانچویں علاقہ حیدر آباد کنٹنجنٹ کا ہے۔ اس خاکسار کو نہایت شوق راہ طریقت کی ہے سو نہایت محنت و مشقت سے یہ چند رسالے جمع کیے.."

یہ نسخہ نہایت غلط چھپا ہے۔ اشعار کی تعداد ۲۳۲ ہے۔ بہت سے اشعار الحاقی معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں صرف ایک دوھرہ ہے۔

نسخہ مطبوعہ (ش) :- یہ وہ منتخب اشعار ہیں جو محمود شیرانی نے اپنے قلمی نسخے سے انتخاب کرکے "پنجاب میں اردو" میں شامل کر دیے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شیرانی کلکشن میں راقم کی نظر سے ایک سے زائد مکمل و ناقص نسخے فروری سنہ ۱۹٦۰ ء کے سفر لاہور میں گذرے تھے۔ لیکن ان سے استفادہ نہیں کیا جا سکا۔ شیرانی کلکشن کا نسخہ (نمبر ۱٤۰۹) مکمل ہے اور "پنجاب میں اردو" میں شیرانی نے اسی نسخے کا

انتخاب دیا ہے۔ اسکے ساتھ "بارہ ماسہ، تصنیف کرپارام" بھی منسلک ہے جسکی زبان برج بھاشا ہے۔ دوسرا، بیاض ریختہ نمبر ۱۰۲۰ میں درج ہے۔ تیسرا نسخہ جو نہایت خراب خط میں ہے دیگر پانچ رسالوں کے ساتھ نمبر ۲۲۴۶ ہے۔

"بکٹ کہانی" کے متن کی تصحیح اور تعین کرتے وقت مرتبین کو بعض لسانی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے جن کا اظہار یہاں ضروری ہے۔ چوں کہ اس کے ایک سے زائد نسخے موجود ہیں اور یہ تمام شمال تا دکن مختلف علاقوں اور کاتبوں کے لکھے ہوئے ہیں اسلیے ایک ہی لفظ کی مختلف بولیوں (دکنی، برج بھاشا، کھڑی، ہریانی) کے زیر اثر مختلف شکلیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً نسخہ نمبر ۹ میں (جسکا کاتب ضلع میرٹھ کا رہنے والا ہے) (مُوں) کو (میں)، (سیں، سوں) کو (سے)، (چھانڈ، چھاڈ)، کو (چھاڑ)، (کرے) کو (کلے) وغیرہ لکھا گیا ہے۔ اسکے برعکس دکن میں لکھے ہوئے نسخے نمبر ۷ میں بعض تحریفات دکنی اردو کے تلفظ اور قواعد کے مطابق کر لی گئی ہیں۔ مثلاً (ون) کی جمع کے بجائے (ان) کی جمع بنا دی گئی ہے۔ (باتاں) بجائے (باتیں) وغیرہ۔ مختلف بولیوں کی اس آنکھ مچولی میں افضل کے صحیح متن کا تعین خاصا پریشان کن رہا ہے۔ خاص طور پر

لسلیے کہ افضل اپنے وطن پانی پت کی ہریانی بولی سے بہت کم متاثر نظر آتا ہے۔ لھذا بکٹ کہانی کے متن کا تعین کرتے وقت نہ صرف اختلاف نسخ بلکہ اس عہد کی بولیوں کے نازک اختلافات پر بھی نظر رکھی گئی ہے۔ مجموعی طور پر یہ حکم لگایا جا سکتا ہے کہ اسمائے ضمیر اور حروف کے تنوع کے باوجود بکٹ کہانی میں جدید اردو کے پہلے خط و خال نظر آتے ہیں۔

آخر میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جن کی وساطت سے مرتبین کو انڈیا آفس لائبریری کے نسخوں کی نقلیں حاصل ہوئیں۔ پروفیسر آل احمد سرور، اور سید بدیع حسینی صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں، جنہوں نے علی الترتیب رام پور اور سالار جنگ میوزیم لائبریری کے نسخوں کی نقول فراہم کیں۔[1]

حیدرآباد

۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۶۵ء

مسعود حسین خاں

---

(۱) نسخہ جات نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، اور (م) کی تفصیلات ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی کی تحریر کردہ ہیں۔

بِکَٹ کہانی

١ سنو سکھیو! بِکٹ میری کہانی
بھئی ہوں عشق کے غم سوں دِوانی

٢ نہ مجھ کوں بھوک دن، نانیند راتا١
بِرہ کے درد سوں سینہ پِراتا٢

٣ تمامی لوک٣ مجھ بوری٤ کہے ری
خرد گم کردہ، مجنوں ہو رہی ری

٤ نہیں اس درد کی دارو، کسی کَن
بھئے حیران، سبھی حکمائے ذوفن

٥ ارے جس شخص کوں، یہ دیو لاگا
سیانا٥ دیکھ اُس کوں، دور بھاگا

٦ ارے! یہ ناگ حس کے ڈنک لاوے٦
نہ پاوے گاڈرو٧، جیوڑا گنواوے

---

(١) راتا: رات (٢) پِراتا: درد کرنا (٣) لوک: دنیا (٤) باوری: باؤلی (٥) سیانا: جھاڑ پھونک کرنے والا ـ عامل (٦) ڈنک لاتا: ڈستا، (''ڈس'' اور ''ڈنک'' دونوں سنسکرت کے ''دَنش'' مادہ سے نکلے ہیں اور پرانی اردو میں ہم معنی ہیں) (٧) گاڈرو: سانپ کے زہر کو اتارنے کا منتر یا اتارنے والا، سپیرا ـ

۷ ارے! یہ عشق ہے یا کیا بلا ہے
کہ جس کی آگ سے، سب جگ جلا ہے

۸ کہ جس کے اندرون آتش پڑے ری
ارے دن رین سُلگت وہ مرے ری

۹ وہی جانے کہ جس کے تن لگی ہے
برہ کی آگ، تن من موں۸ دگی۹ ہے

۱۰ بِوائی۳ کی نہیں جس شخص کوں پیر۴
چہ داند درد دیگر را ارے بیر۵!

۱۱ بھئی بوری برہ بیراگ سیتی۶
جرے۷ جیورا۸ مرا نت آگ سیتی

۱۲ کہیں گھر کے سبھی لوگ اور لُگائی۹
تمامی۱۰ شرم عالم کی گنوائی

۱۳ چہ سازم، چوں کنم، کس کن۱۱ پکاروں
جتن کیا عشق کے غم کا بچاروں۱۲

---

(۱) موں (برج): میں (۲) دگی (دگدگانا): جلنا، دھکنا۔
(۳) بِوائی: ایڑھی کا پھٹ جانا، ایڑھی کا زخم (٤) پیر: درد۔
(۵) بیر: بھائی (٦) سیتی: سے (۷) جرے (جرنا): جلنا (۸) جیورا، (جیوڑا): جی (۹) لُگائی: عورت (۱۰) تمامی: تمام، ساری!۔
(۱۱) کن (کنے): پاس (۱۲) بچاروں (بچارنا): سوچنا۔

۱٤ به جانم بے دوا آزارِ عشق است
هوس داند که او بیمار عشق است

۱۵ اگر شاه است هم سر گشتهٔ اوست
و گر باشد گدا پابستهٔ اوست

۱٦ کسے را می کند رسوائے بازار
کسے را می نماید بر سر دار

۱۷ غلامے را کند شاهِ جوان بخت
شہے را می نماید بنده بر تخت

۱۸ به مسجد، کعبهٔ وادیار (۱)، عشق است
به دار و کوچه و بازار عشق است

۱۹ به عالم هر چه بینی کارِ عشق است
کنون قالو بلیٰ آثار عشق است

۲۰ زلیخا را نمود از خانه بیرون
نموده قیس را، دیوانه، مجنون

۲۱ چنین، چندین کسان در قیدِ او بند
هزاران شیر، شرزه صیدِ او بند

۲۲ مرا از خانمان آواره او ساخت
فقیر و مفلس و بے چاره او ساخت

۲۳ نمود از آشنا بیگانه مارا
چو مجنون کرد در ویرانه مارا

---

(۱) ادیار: جمع دَیر ـ

۲٤ شکیب و صبر از جانم ربوده
در خواری! بروے من کشیده
۲۵ کہے دیوانہ کہ ہشیار سازد
کہے از زندگی بیزار سازد
۲٦ نہ دے یک دم مجھے دن رین میں چین
اندھیرے ہو چلے رووت مرے نین
۲۷ پڑا جب عشق کا شہ مجھ اُپر دھائے۱
گریزاں گشت ٹھاکر ۲ عقل کا ھائے!
۲۸ جنوں در ملک جاں جھنڈا گڑایا
سمجھ اور بوجھ کا تھانا۳ اٹھایا
۲۹ بہ تختِ دل چو شہ مذکور آیا
شگن کو آہ کا دھونسا٤ بجایا
۳۰ خرد کے گھر میں جا دُھمس مچائی٥
متاع صبرو تسکین سب لٹائی

(۱) دھائے (دھانا) : حملہ آور ہونا (۲) ٹھاکر : سائیں ، مالک ۔ (۳) تھانا : چوکی ، پہرہ (٤) دھونسا : نقارہ، ڈنکا (٥) دُھمس مچانا : کوٹنا ، ٹھونکنا ، ہنگامہ کرنا ۔ (محمود شیرانی نے اس لفظ کو "دھومش" پڑھا ہے اور پھر اسکی تشریح یہ کی ہے "لفظ دھوم ہندی ہے اس پر باقاعدہ فارسی شین اضافہ کرکے حاصل باالمصدر دھومش بنا لیا ہے") ؟؟

۳۱ هزاراں درد و غم کی آگ لا کر[۳]
تمامی ٹھاٹ عشرت کا جلا کر

۳۲ کیا مجھ دستگیر آں شاہ بیداد
چہ سازم، چوں کنم، فریاد! فریاد!!

۳۳ پیالہ عشق کی مے کا پلایا
کیا بے خود مجھے، مجھ سوں بھلایا

۳۴ بہ زنجیرِ دو زلفِ ماہ رخسار
نمودہ دست و پایم را گرفتار

۳۵ بہ طوقِ حلقہ ہائے گوش دلدار
نمودہ گردنِ مارا گراں بار

۳۶ ز مژگاں تیر واز ابرو کماں دار
دو نرگس مست چشم شوخ عیار

۳۷ نگہبانم نمودہ، وائے، صد وائے!
ز ظلمِ آں دو ظالم ہائے، صدہائے!

۳۸ کیا محبوس در زندانِ ہجراں
لگا تب آن کر درد و غمِ جاں

۳۹ پیالہ بے قراری کا دیا سنگ
حسب رفت و نسب، ہم نام و ہم ننگ

---

(۳) آگ لانا: آگ لگانا۔

٤٠ گدا ہوکر پھروں رسوائے بازار
شود گاہے کہ یابم بھیکِ دیدار

٤١ بہت مدت کئی کرتے گدائی
پیاکے وصل کی تب بھیک پائی

٤٢ نمود از قید ہجر آزاد شاہم
نمودہ سوئے باغ وصل راہم

٤٣ بہ تختِ عقل وہوش آورد بازم
مہیا کرد جملہ عیش و سازم

٤٤ خدا کی سوں١ نہ دیدم شوخ عیار
چو عشق اندر جہاں کشتیم بسیار

٤٥ خرد گم کردہ را فرزانہ سازد
بہ دم فرزانہ را دیوانہ سازد

٤٦ جو دیتا مجھ اُپر زیں قصۂ تام
یقیں ترکشت قولِ "مولوی جام"٢

٤٧ "بیا اے عشق پر افسوں و نیرنگ
کہ باشد کارِ تو کبھ صلح کبھ جنگ

٤٨ کبھے فرزانہ را دیوانہ سازی
کبھے دیوانہ را فرزانہ سازی

---

(١) سوں: قسم (٢) حضرت جامی.

۴۹ چو بر زلف پری رویاں نہی بند
بہ زنجیرِ جنوں افتد خردمند

۵۰ اگر زاں زلف بندے بر کشائی
چراغِ عقل یا بد روشنائی"

۵۱ پیا نے کر۱ پکڑ جب کر۲ لگائی
تمامی۳ آگ تن من کی بجھائی

۵۲ چو شد مدت پیا کے ساتھ رہتے
سخن بایک دگر کہتے و سنتے

۵۳ جو حیلہ عشق نے دے کر اٹھایا
فلک دشمن مرے پیچھے لگایا

۵۴ مرا سکھ دیکھ اس کوں حسرت آئی
نہادہ بر دلم داغِ جدائی

۵۵ بکٹ قصہ، نپٹ۴ مشکل کہانی
دوانی کی سنو سکھیو! کہانی

۵۶ ملن پاچھے بچھڑنا یو کٹھن ہے
کہو اب زندگی کا کیا جتن ہے

۵۷ چہ می سازم کہ پھر دلدار پاؤں
بہ خلوت گاہِ جاناں بار پاؤں

---

(۱) کر: ہاتھ (۲) کر (گل): گلا (۳) تمامی: تمام، ساری۔
(۴) نپٹ: بہت، بے حد۔

در بیان ماہ اول : ساون

۵۸ رسیدہ بر سرم ہنگام برسات
سجن پردیس میں ہیہات! ہیہات!!

۵۹ چڑھا ساون، بجا مارو نقارا
سجن بن کون ہے، ساتھی ہمارا

۶۰ گھٹا کاری۱ چہاروں اُور۲ چھائی
برہ کی فوج نے کینی۳ چڑھائی

۶۱ پپیہا پیو پیو نس۴ دن پکارے
پکارے داُدر۵ وجھینگر جھنکارے

۶۲ ارے جب کوک کویل نے سنائی
تمامی تن بدن میں آگ لائی

۶۳ اندھیری رات جگنو جگمگاتا
اری جلتی کے اوپر پھوس لاتا

۶۴ سنی جب مور کی آواز بن سوں
شکیب از دل گیا، آرام تن سوں

۶۵ بھرے جل تھل، بھیا سر سبز عالم
رہا جل، وصل کا، سوکھا نہالم

---

(۱) کاری : کالی (۲) چہاروں اُور : چاروں طرف (۳) کینی : کی (۴) نس : رات (۵) داُدر : مینڈک ۔

٦٦ هنڈولے چڑھ رهیں سب نار پیو سنگ
حسد کی آگ نے جارا۱ مہا انگ

٦٧ چلا ساون مگر ساجن نہ آئے
اری کن دُتیوں۲ نے ٹونے چلائے۳

در بیان ماه دوم : بھادوں

٦٨ سکھی! بھادوں نپٹ تپتی پڑے ری
تمامی تن بدن میرا جرے ری

٦٩ سیه بادر۴ چہاروں اُور چھائے
لیا مجھ گھیر، پیو اجھوں۵ نہ آئے

٧٠ جھڑی پڑنے لگی اور رعد گرجا
تمامی تن بدن جیو جان، لرجا۶

٧١ اکیلی دیکھ، نس کاری ڈراوے
تمامی رین دن، برھا ستاوے

٧٢ گھٹا کاری کے اندر بیج۷ چمکے
ڈرے جیوڑا! کڑک سن دیہه۸ دھمکے۹

(۱) جارا (جرانا) : جلانا (۲) دُتی : لگانے بجھانے والی، خراب عورت (۳) ٹونا چلانا : سحر کرنا (۴) بادر : بادل (۵) اجھوں (اجھون) : ابھی تك (۶) لرجا (لرزا) : لرزنا (۷) بیج : بجلی ـ (۸) دیہه : جسم (۹) دھمکنا : دھلنا ـ

۷۳ پیا بن سیجری۱ ناگن ہوئی رے
ہنسن کہوان کی سگری۲ سدھ گئی رے
۷۴ سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت ہیں
ہمن سی پا پیاں ات دکھ بھرت ہیں
۷۵ پیا پردیس جا ہم کوں بسارا
نہ جانوں کیا گنہ دیکھا ہمارا
۷۶ گھٹا غم کی اُمڈ چھاتی سوں آئی
اری دو نین نے برکھا لگائی
۷۷ اری نس دن بٹاؤ۳ پوچھ ہاری
خبر پیو کی نہ پائی، ہائے ماری
۷۸ جری پوتھی، بمن۴ سب مر گئے ری
پیا کت۵ کاگ۶، اُودھو۷ کت رہے ری
۷۹ خدا را، اے صبا بیں حال میرا
پیا کوں کہہ، کرے ٹک آنے پھیرا

---

(۱) سیجری: سیج (۲) سگری: ساری (۳) بٹاؤ: راہ گیر، مسافر (۴) بمن: برہمن، جو پوتھی دیکھ کر قسمت کا حال بتاتا ہے (۵) کت: کہاں (۶) کاگ: کوّا، جسکے بولنے سے کسی آنے والے کی خبر ملتی ہے۔ اور جو پیامی کا کام بھی دیتا ہے (۷) اودھو (س: اُدْدھو): کرشن کا ایک سکھا (ساتھی)، جسے پیامی بنا کر کرشن نے گوپیوں کے پاس بھیجا تھا: قاصد۔

۸۰ کہو پیو کی خبر پوچھوں کسے جائے
لکھوں پتیاں[1] کسے دیوں، ہائے رے ہائے!

۸۱ کوئی ایسا نہیں اس جا کہے ری
کہ میرا حال آ دیکھے رہے ری

۸۲ دہل رحلت کا بہادوں نے بجایا
اجہوں لگ سانورا پردیس چھایا[2]

دریان ماہ سوم: کنوار

۸۳ سنو سکھیو! کہ رت آسوج[3] آئی
پیارے کی خبر اب لگ[4] نہ پائی

۸٤ کہو کیسے جیویں پیو باج[5] ناری
جنہیں روروت گئی ہے عمر ساری

۸۵ لکھوں پتیاں ارے اے کاگ! لے جا
سلونے، سانورے، سندر پیا پا[6]

۸٦ کلیجہ کاڑ[7] کر تجھ کوں کھلاؤں
ترے دو پنکھ پر بلہار جاؤں

---

(۱) پتیاں (پتر): خط (۲) چھایا (چھانا): بس جانا، تاخیر کرنا، رکنا
(۳) آسوج: آشون (کنوار) کا مہینہ (٤) لگ: تک (٥) باج: بغیر (٦) پا: تک، کو (۷) کاڑ (کاڑنا): نکالنا۔

۸۷ منديسه پيو كا مجه كوں سناؤ
پيا كا مكه بچهن مجه كوں لے آؤ

۸۸ كناگت۱ نيورتی۲ جب پی جماوے۳
مہر كركے تجهسے ديكهے بلاوے

۸۹ سلام از طرف ايں غم خوار كيجو
پگن۴ كوں پرس۵ . پاتی۶ هات ديجو

۹۰ ارے يه كاگ پاپی ٹك نه مانے
مَرَم۷ دل درد مندوں كا نه جانے

۹۱ همارے كنته۸ كے جو ديس جاوے
كناگت، نيورتی هر دو جو آوے

۹۲ سكهی كركام جو، باشم چه باشم
بدست تند خو باشم چه باشم

۹۳ كناگت، نيورتی هر دو گئے ری
نه آيا كنت، كس گهر رم۹ رهے ری

---

(۱) كناگت: آشون (كنوار) مهينے كا اندهيرا پاكه جو بعض مذهبی رسومات اور ضيافتوں كے ليے مبارك خيال كيا جاتا هے (۲) نيورتی (س: نَوراتْر): آشون كی پهلی نو راتيں، جس ميں درگا كی پوجا هوتی هے (۳) جماوے(جمانا): كهانا كهلانا (۴) پگن (پرج): پاؤں (۵) پرس (س: اِسپرش): چهونا (۶) پاتی (پتر): خط (۷) مَرَم: بهيد، رمز (۸) كنته (كنت): پيارا، محبوب (۹) رم رهنا (رمنا): بس جانا، بيٹه جانا ـ

۹۴ دسہرہ پوجتی لھر کھر سکھی دھے
کرم میرے نہ جانو کیا لکھی رے

۹۵ ارے سبزک ۱ ، پیاکے باغ جا کر
اپن کو بے وفا سیتی لُکا ۲ کر

۹۶ کہو ، اے سنگ دل ، تب منہ دکھاؤں
ترے مکھ میں اگر یك قول پاؤں

۹۷ کہ گھر جا برھنی کو کر ، لگاؤ
پکڑ بہیاں ۳ پلنگ اوپر سلاؤ

۹۸ کہ تیرے ہجر سوں دین رین روتی
بہ غم سب جوبنا تجھ باج کھوتی

۹۹ بہ اغیار اے صنم ! تو سکھ کرت ھے
تمن بن برھنی ، نت دکھ بھرت ھے

۱۰۰ دیا پردیس میں تیں ۴ غیر کوں راج
بھلایا گھر ، نہیں تجھ نین موں ۵ لاج

۱۰۱ تجھے اے سنگ دل ! کیسے پڑی چین
کٹے ھیں تجھ بنا رووت مرے نین

۱۰۲ ارے ظالم ! نہ داری خوف رب کا
قیامت نزد ھے کر فکر تب کا

---

(۱) سبزک : نیل کنٹھ جسکا بولنا نیك شگون سمجھا جاتا اور جسے پیای بھی سمجھتے ھیں (۲) لُکانا : چھپانا (۳) بہیاں : بانہیں (۴) تیں : تو (۵) موں : میں ۔

۱۰۳ ڈرا کر از درون درد مندان
که می سوزد ز آتش سنگ سندان ۱

۱۰۴ سکھی اس سوچ غم میں مر جاتی
سبھوں سے غم پیارے کا سناتی

۱۰۵ که شاید جا کہے کوئی سجن کون
سنے پھر آن کر دیکھے همن کون

۱۰۶ سکھی! آسوج رت چلتی رهی رے
سجن بن، برهنی جلتی رهی رے

در بیان ماه چهارم : کاتك

۱۰۷ گیا آسوج کاتك مانس ۲ آیا
سلونے شیام کون پردیس بهایا

۱۰۸ گئی برسات رت، نکهرا فلك سب
نمی دانم که ساجن گهر پهریں کب

۱۰۹ بهئی مجه سیج، بن پیو ناگنی رے
ستاوے دوسرے، رنت چاندنی رے

۱۱۰ بهئی چاندن ۳ پیا سنگ تاریوں کون
بهئی بپتا همن سی خواریوں کون

(۱) سنگ سندان : سخت پتھر (۲) مانس (ماس) : مهینه (۳) چاندن : چاندنی ۔

۱۱۱ دِواری ۱ جاوے هے گهر گهر و بازار
پیا گلزار ، راکهیے دیوری ۲ بار ۳

۱۱۲ کنارے لگ رهی پیو بن اکیلی
بہتی هے زندگی مجهه پر ڈهیل ٤

۱۱۳ سکهی ایه درد و غم کا ۵ سوں کهوں جائے
نه نکست ٦ جیو، مروں پس کهائے رے هائے!

۱۱٤ اری اس درد سوں پیلی بهئی رے
تمامی دیهه برها نے دهی ۷ رے

۱۱۵ بهئی بوری، گئی سُدهه بُدهه نهیں چین
هوئے اندهے مرے رووت دؤو ۸ نین

۱۱٦ پیا بن ایکلی ۹ کیسے رهوں ری
ستم اوپر ستم کیسے سهوں ری

۱۱۷ ارے اے جوشیو ۱۰! تم سانچ بولو
ملے مو ۱۱ سوں بدیسی شیام کتّولو ۱۲

---

(۱) داوری : دوالی (۲) دیوری (دیولی) : دیا، چهوٹا چراغ ـ (۳) بار (ف) : دروازه (٤) ڈهیل : مشکل (۵) کا : کس ـ (٦) نکست (نکسنا) : نکلنا (۷) دهی (دهنا) : جلانا، پهونك دینا (۸) دؤو (برج بهاشا) : دونوں (۹) ایکلی : اکیلی (۱۰) جوشی : جوتشی (۱۱) موسوں : مجهه سے (۱۲) کتّولو : کب تك ـ

۱۱۸ برھن پوچھ ھماری کچھ نہ پایا
اری میں پوچھ دونا دکھ بڑھایا
۱۱۹ بھئی چپکی نہ پوچھوں اب کسی کوں
نہیں دستا۱ کوئی مجھ غم رسی کوں
۱۲۰ کہا۲ کریئے کہو، کت جائے رھئیے
لکھا اپنے کرم۳ کا پائے رھئیے
۱۲۱ نجانوں پیو جدا کب لگ رہے گا
نکس۴ جیو کب تلك یہ دکھ سہے گا
۱۲۲ چلی کاتك کی رت کیا کیجئے ری
ساونے بن نہیں اب جیو رہے ری

در بیان ماہ پنجم : اگھن

۱۲۳ سکھی! اگھن سیہ رو مانس آیا
سجن آئے نہ کاگد۵ لکھ پٹھایا۶
۱۲۴ بھیا موسم خنك، سردی بھئی رے
اجھوں لگ غم اگن تن موں رھی رے
۱۲۵ پھروں بیاکل۷ ندارم چین یك دم
اٹھوں، بیٹھوں، چڑھوں بربام، ھردم

(۱) دستا (دسنا) : دکھائی دینا (۲) کہا (برج) : کیا (۳) کرم : نصیبہ، قسمت (۴) نکس (نکسنا) : نکلنا (۵) کاگد : کاغذ۔ (۶) پٹھانا : بھیجنا (۷) بیاکل (ویاکل) : بے چین، بے کل۔

۱۲۶ براهش منتظر باشم شب و روز
بجز کس گویم این افسانه دل سوز

۱۲۷ پیا کی باٹ نس دن دیکھ ھاری
گئیں انکھیاں مری در انتظاری

۱۲۸ عنان دل زدستم چھٹ گئی رے
تمامی ہوش و عقلم لٹ گئی رے

۱۲۹ نصیحت کب تلک مجھ کو کرو ری
مرے پیچھے اناحق[1] مت پڑو ری

۱۳۰ اری مجھ چھانڈ[2] اپنے کام لاگو
دوانی جان، مجھ سیں دور بھاگو

۱۳۱ نہ میں تُمری[3]، نہ تم میری کہاؤ
اری سکھ اپنے کون، تم آگ لاؤ

۱۳۲ نصیحت کر مجھے کاھے جلاؤ
کرو کچھ فکر پیارے سوں ملاؤ

۱۳۳ وِ الّا در دلم یوں آوتا ھے
یہی سب عاشقوں کو بھاوتا ھے

---

(۱) اناحق: ناحق (اسمیں ھندی کا "آ" نفی زائد لگا دیا گیا ھے)۔
(۲) چھانڈ (چھانڈنا): چھوڑنا (۳) تمری: تمھاری (٤) کہاؤ
(کہانا): کہلانا۔

۱۳۴ کروں کنٹھا ۱ اربھا سب چیر ۲ پھاڑوں
تمامی بھیس جوگن کا سنواروں
۱۳۵ دھونی ڈاروں ۳ پیا کے دیس جا کر
ھزاراں ناد نالے کے بجا کر
۱۳۶ الکھ ٤ جا دل ربا کا در جُگاؤں
پیا کے درس ٥ کی تب بھیك پاؤں
۱۳۷ مجھے امید تھی پیو کے ملن کی
نہیں اب آس جیورا کے رهن کی
۱۳۸ اگھن دکھ دے چلا اب کیا کروں ری
پیا بن تڑپھتی ٦ ھی اب رھوں ری
۱۳۹ سکھی! یہ مانس تو لك ۷ ماس بیتا
ندیسی شیام نے پھیرا نہ کیتا ۸

در بیان ماہ ششم : پوس

۱٤۰ اگھن دکھ دے گیا اب پوس آیا
پیا کی چاہ نے غلبہ اٹھایا ۹

---

(۱) کنٹھا کرنا : گلے میں مالا پہننا (جوگی بننے کے لیے) ۔ (۲) چیر : کپڑا، لباس، دوپٹہ (۳) دھونی ڈارنا : دھونی رمانا ۔ (٤) الکھ : چھپ کر (٤) در جُگانا : نگہبانی کرنا (٥) درس : درشن، دیدار (٦) تڑپھتی : تڑپتی (۷) لك : لاکھ (۸) کیتا : کیا ۔ (۹) غلبہ اٹھانا : شورش کرنا ۔

۱٤۱ پڑے ہالا کرے تھر تھر مری دیہ
سکھی! کسی بد گھڑی لاگا مرا نیہ ۱

۱٤۲ کریں عشرت پیا سنگ ناریاں سب
میں ہی کانپوں اکیلی، ہائے یارب!

۱٤۳ بھیا تن کوئیلا جل جل پیا بن
بھیا یہ مانسُ مجھ پر سال نس دن

۱٤٤ نہیں اس مانس موں مجھ جیو کی آس
کہو! پیو کوں پکاروں جائے کس پاس

۱٤۵ سکھی! کچھ نہیں پیا بن زندگی رے
کہے کوی جائے پیا سوں بندگی۲ رے

۱٤٦ نہ دیکھا ٹک ہمن مکھڑا سجن کا
پڑا سانسا۳ مجھے جیو کے رہن کا

۱٤۷ برہ نے آئے چاروں اور گھیری
مجھے کاھے جنی تھی مائے٤ میری

۱٤۸ کیا غم نے بجانم آئے ڈیرا
کتھا میری کہو پیو سوں سویرا۵

۱٤۹ وگر نہ جان زتن چلتا رہے گا
اگن غم موں جگر جلتا رہے گا

---

(۱) نیہ (س: سنیہ): محبت (۲) بندگی کہنا: سلام عرض کرنا۔
(۳) سانسا: ڈر، خوف (٤) مائے: ماں (۵) سویرا: جلد۔

۱۵۰ اجی مُلّاں۱! مرا ٹک حال دیکھو
پیارے کے ملن کی فال دیکھو

۱۵۱ لکھو تعویذ پی آوے ہمارا
و گر نہ جائے ہے جیوڑا بچارا

۱۵۲ تمہارا مجھ اُپر احسان ہو گا
گویا مردے کے تئیں جیودان ہو گا

۱۵۳ ارے سیانو! تمہیں ٹونا کرو رے
پیا کے وصل کی دعوت پڑھو۲ رے

۱۵٤ سکھی! میں پوچھ دیکھی سب سیانے
بھئے اس فکر سوں مجنون، دوانے

۱۵۵ ارے لوگو! میں کانورو۳ دیس جاؤں
سلونے شیام کو ٹونا چلاؤں

۱۵٦ کوئی امید میری بر نہ لایا
دیا مجھ کوں سبھوں نے دکھ سوایا

۱۵۷ کہے گا سو کروں گی آؤ رے، ہائے
مکھ اپنا ٹک ہمیں دکھلاؤ رے، ہائے!

---

(۱) ملاں: ملا (انفی) (۲) دعوت پڑھنا: بلانے کے لیے وظیفہ پڑھنا، دعا کرنا (۳) کانورو دیس (س: کام روپ): نام ہے مغربی آسام کا جہاں کا جادو مشہور ہے۔

١٥٨ ارے گھر آ، اگن میری بجھاوے
کتھا میری سنے اپنی سناوے

١٥٩ اری سکھیو! کہاں لگ دکھ کہوں ری
بھئی حیران دکھ کب تک سہوں ری

١٦٠ تمھیں ٹک کر پکڑ سمجھائے کہیو
پگن پر سیں[١] دھر کے لائے کہیو

١٦١ کہ بے جاں ہو رہی جا کر خبر لے
کہ ٹک ہو جا، دوانی کو صبر دے

١٦٢ سکھی! اودھو کون سگرا دکھ سنایا
نپٹ سمجھائے کر دکھڑا جتایا

١٦٣ نہ مانا ان، کہو، کیا جتن کیجیے
ارے اپنے کرم کو دوس دیجیے[٢]

١٦٤ چلا پوس اے سکھی! آیا نہ کچھ ہاتھ
نہ سوئی سیج پر دلدار کے ساتھ

١٦٥ ظلم مجھ پر سکھی! بہوت ہی کیا ہے
جدائی کا ہمن کو غم دیا ہے

١٦٦ ہزاراں درد دکھ دے پوس بیتا
کروں کیا اب مکانش[٣] ماہ لیتا

---

(١) سیں : سر (٢) دوس دینا : الزام دینا (٣) مکانش (مکان + ش) : اسکی جگہ ۔

۱۶۷ نمی دانم که بامن کیا کرے گا
نہیں ایسا کہ سائیں ۱ سوں ڈرے گا

در بیان ماہ ھفتم : ماگھ

۱۶۸ کیا پوس اے سکھی اب ماہ ۲ آیا
پیا نے جائے کر پردیس چھایا
۱۶۹ فراق اب ماہ نے مجھ کوں دیا ھے
پیا نے تئیں اجھوں پھیرا کیا ھے
۱۷۰ ارے نُس ۳ ماہ اپنا موڑیا ری
مجھے غم کی اگن از نو دیا ری
۱۷۱ بہ ھر خانہ بسنت گانویں سکھی ری
زیادہ آگ تن میں اب لگی ری
۱۷۲ سکھی! مجھ سی نہیں بوری دوانی
سنو دن رین کی موری کہانی
۱۷۳ پھروں بوری بہ روز از درد دلدار
میان کوچہ و صحرا و بازار
۱۷۴ چو شب شد چنگ قامت کا بناؤں
ارے، میں آنسوؤں کے تار لاؤں

---

(۱) سائیں : آقا، مالک (۲) ماہ : ماگھ مہینہ (۳) نُس (ف) : منہ، رخ -

١٧٥ خیال او نشانم پیش دیده
سرایم درد جانم غم کشیده

١٧٦ که دلدارا! بحال ما نظر کن
سلیمان وار بر مورے گذر کن

١٧٧ ایسا پردیس جا دل سنگ نه کیجئے
بجز برهن کسی کوں دل نه دیجئے

١٧٨ ارے ظالم تجھے بھایا بدیسا[١]
مجھے دن رین هے تیرا اندیسا[٢]

١٧٩ تمن بن ایك دن سو برس بیتے
نه یك ساعت ترا اندوه چیتے[٣]

١٨٠ نه بھوایے مجھ کو اك ساعت تری یاد
نهیں تو نے کیا مجکوں کبھے شاد

١٨١ بهت مدت گئی آون نه کینو[٤]
ویا کاگد کسی کوں لکھ نه دینو[٥]

١٨٢ اپی[٦] مختی کھو جی کن[٧] سکھائی
ارے کچھ لاج دنیا کی نه آئی

---

(١) بدیسا : بدیس (٢) اندیسا (اندیشه) : فکر (٣) چیتے (س : چیوت) : گرنا ، هٹنا ، دور هونا (٤) کینو (کینا) : کیا (٥) دینو (دینا) : دیا (٦) اپی : اتنی (٧) کن : کس نے ۔

۱۸۳ عہد کر کر گئے اجہوں نہ آئے
اری کن سوت نے ٹونے چلائے

۱۸۴ دغا بازی مسافر سوں نہ کیجے
اپنا دکھڑا غریبوں کو نہ دیجے

۱۸۵ گیا سب جوبنا ھیہات. ھیہات!
نہ بوجھی یک زرا ٹک آنے کی بات،

۱۸۶ جو جانے تھا کروں گا بے وفائی
کرے تھا کیوں ھمن سوں آشنائی

۱۸۷ جو ایسا جانیے تو من نہ لیجے
کپٹ کی پیت پیچھے سوں نہ کیجے

۱۸۸ کئی سو جانے دے، اب آؤ کھر رے
ارے ظالم! خدا کا خوف کر رے

۱۸۹ نمانی۱ کو ارے ٹک دَرس دیجو
بِرَھنی کا صَبَر سر پر نہ لیجو

۱۹۰ ترے غم سوں بہ لب جان آرھا ھے
ملو تو واہ، وا، نا تو دغا ھے

۱۹۱ سکھی! دن یوں گیا نس یوں بہائی
ھماری پیر تم نے کچھ نہ جانی

---

(۱) نمانی: غریب، مسکین، شرمگیں (۲) بہانی (بہانا): گذارنا، کاٹنا۔

۱۹۲ تم اپنے لال[۱] سوں سب سکھ کرت ہو
من کے کام میں دھیرج دھرت[۲] ہو

۱۹۳ سکھی! دھن بھاگ[۳] ہیں دھن بھاگ تہارے[٤]
سدا تم پاس ہیں ساجن تمہارے

۱۹٤ اری تم کوں نہیں کچھ فکر میرا!
مجھے چھانڈو کرت ہو کیوں بکھیڑا

۱۹۵ جہاں ساجن بسے اس دیس جاؤں
ارے یہ آگ تن من کی بجھاؤں

۱۹٦ اگر غم ہے تمہیں میری اگن کا
کرو کچھ فکر پیارے کے ملن کا

۱۹۷ سکھی! پھٹ[٥] ہے پیا بن زندگی رے
کہے کوئی جا پیا سوں بندگی رے

۱۹۸ نہ دیکھا ماکھ میں مکھڑا سجن کا
ہوا پھاگن مگر رٹ ہے ملن کا

۱۹۹ گیا جب ماگھ دکھ دونا بھیا ری
سجن بن دیس مجھ سونا بھیا ری

---

(۱) لال: پیارا (۲) دھیرج دھرنا: ہمت رکھنا (۳) دھن بھاگ (دھنیہ بھاگ): خوش قسمت (٤) تہارے: تمہارے (۵) پھٹ: پھٹکار، لعنت۔

در بیان ماہ ہشتم: پھاگن

۲۰۰ کیا جب ماگھ پھاگن مانس آیا
سکھی ! مجھے پیا اس رت نہ آیا

۲۰۱ جو آیا ماہ پھاگن کیا کروں ری
سجن پردیس، میں نت دکھ بھروں ری

۲۰۲ ارے اُودھو سنو یہ دکھ ھمن سوں
کہو ٹک جائے پردیسی سجن سوں

۲۰۳ کہے برھن کہ پھاگن مانس آیا
سبھوں نے روپ رنگا رنگ بنایا

۲۰۴ چلیں بن ٹھن سبھی اپنے مَندر۱ سوں
کہ کھیلیں پھاگ جا اپنے سُندر۲ سوں

۲۰۵ معصفر۳ چونریاں سب پہر۴ آئیں
سبھوں نے کھوڑ۵ سوں مانگاں بھرائیں

۲۰۶ یہ چشم سیاہ، سرمہ سیاہ ڈاریں۶
تبسم کر لب و دنداں اُگھاریں۷

---

(۱) مندر : مکان، محل (۲) سندر : پیارا (۳) معصفر (ع) : زعفرانی (۴) پہر (پہرنا) : پہننا (۵) کھوڑ : مانگ کا چندن۔ (۶) ڈاریں (ڈارنا) : ڈالنا، لگانا (۷) اگھاریں (اُگھارنا) : نمایاں کرنا، دکھانا۔

۲۰۷ بہ دنداں ہر یکے مسّی جمائی
کہوں کیا کچھ نہیں ہوتی بڑائی

۲۰۸ مژہ چوں تیر ، ابرو چوں کماں کج
ستادہ ہر یکے با شان و با سج

۲۰۹ عجائب بن رہے مکھ پر سیہ خال
گرے بندھی پڑھی ، دربائے خلخال

۲۱۰ نگہباں گنج خوبی کی دو نا گن
لٹکتی مکھ اپر مُرکائیں ۱ ساجن

۲۱۱ اگر وہ ٹک کسی کے ڈنک لاوے
لہر ۲ اس کی قیامت لک نہ جاوے

۲۱۲ اگر زاہد رود در کوئے ایشاں
نماید یک نگاہے سوئے ایشاں

۲۱۳ سنے ہر طرف سوں بچھوؤں کی جھنکار
دیکھے ابرن برن ۳ اور سات سنگار ٤

۲۱٤ رود ہوشش زسر ، ہو مست سرشار
توڑے تسبیح رکھے بر کتف زنار

---

(۱) مُرکائیں (مرکانا) : بل کھانا ، یا دینا (۲) لہر : اثرِ زہر کا دور۔
(۳) ابرن برن : زیور و ملبوس (٤) سات سنگار : مکمل آرائش
(سرمہ ، مہندی ، پان ، مسی ، چوٹی ، زیور ، افشاں یا جوڑیاں)
سولہ سنگار بھی ہوتے ہیں۔

۲۱۵ سلونی، سانوری اور سبزا[1] گوری
سبھی کھیلیں پیا اپنے سیں هوری

۲۱۶ بھرے رنگوں کے مٹکے ساتھ سب کے
اچھی پچکاریاں هیں هاتھ سب کے

۲۱۷ کلالی اندر بھٹیں هیں لال ساری
بجاویں دف پیا کے نال[2] ساری

۲۱۸ کہوں[3] ڈھولك، کہوں مردنگ باجے
کہوں سر منڈلا[4] اور طنبور گاجے

۲۱۹ بھریں چنگل عبیروں کے اڑاویں
کریں خوشحالیاں[5] چھیڑیں، چھڑاویں

۲۲۰ اپس میں دوهرے، غزلیں سناویں
عجائب هوریاں[6]، گاویں، گنواویں

۲۲۱ پڑی هے دھوم کہنے میں نہ آوے
حسد کی آگ، تن میرا جراوے

۲۲۲ دھمالاں[7] کرتیاں گھر گھر پھرت هیں
پیا سنگ ناریاں سب سکھ کرت هیں

---

(۱) سبز: سانولا، سیاه (۲) نال (پنجابی): ساتھ (۳) کہوں: کہیں (٤) سر منڈلا (سر منڈل): ڈھول، طبله (٥) خوشحالیاں کرنا: خوش فعلیاں کرنا (٦) هوریاں (هوری): هولی کے گیت (۷) دھمالاں (دھمال): دھما چوکڑی، اودھم ـ

۲۲۳ ولے میں ہو رہی مرجھائی تم بن
ہزاراں برس بیتے مجھ اُپر چھن

۲۲٤ نہیں تم کون ارے کچھ غم ہمارا
کہ مطلق یاد سیں ہم کون بِسارا۲

۲۲۵ نمی دانم چہ شہ از من خطائے
کہ اب تک تم پیا گھر کون نہ آئے

۲۲٦ اگر باشد خطایم بخش دیجو
خبر میری سویرے آئے لیجو

۲۲۷ وگرنہ جان زتن باھر پڑے گا
عبث توں آئے کے پھر کیا کرے گا

۲۲۸ خدا کو مان زودی زود۳ آؤ
کرم کر کر گرے سون گر٤ لگاؤ

۲۲۹ ارے ظالم! ترے پیّاں۵ پڑوں رے
دل وجان تجھ اُپر قربان کروں رے

۲۳۰ تری باندی کی باندی ہو رھوں گی
جو کچھ مجھ کون کہے گا سو کروں گی

---

(۱) چھن: لمحہ، پل (۲) بسارا (بسارنا): بھولنا (۳) زودی زود: بہت جلد (٤) گرے سون گر: گلے سے گلا (۵) پیّاں (برج): پاؤں۔

۲۳۱ کہے گا سو کروں گی آؤ رے هائے!
مکھ اپنا ٹک مجھے دکھلاؤ رے هائے!
۲۳۲ پیا تجھ بن نمانی۱ هو رهی هوں
نمانی کیا، دوانی هو رهی هوں
۲۳۳ ارے گھر آ جلن میری بجھاؤ
کتھا میری سنو، اپنی سناؤ
۲۳٤ ارے اُودھو! کہاں لگ دکھ کہوں رے
ایسے مورکھ سیتی کاں لگ بکوں رے
۲۳۵ که بے جان هو رهی هے حا خبر لے
مت اپنے سر نمانی کا صَبَر لے
۲۳٦ سکھی، اُودھو کو سگرا۲ دکھ سنایا
نپٹ سمجھائے کر دکھڑا جتایا
۲۳۷ نه مانے وه کہو کیا جَتن کیجے
ارے اپنے کرم کو دوس دیجے
۲۳۸ نقل مشهور هے جب بخت پھوٹے
بھئے سب خویش واخوان۳، میت٤ کھوٹے
۲۳۹ نهیں اس جگ میں کوئی میت میرا
که میرا دکھ کہے پیو سوں سویرا

(۱) نمانی: مسکین، بے کس، شرمگیں (۲) سگرا: سارا (۳) خویش و اخوان: اپنے، سگے (٤) میت (متر) دوست۔

٢٤٠ زنار جر سب دیہی برے[1] ری
نہ آئے کنتھ، گھر ہوری جرے ری

٢٤١ چلا پھاگن مجھے دکھ دیا گیا ری
سجن کا دیکھنا مشکل بھیا ری

در بیان ماہ نہم: چیت

٢٤٢ سکھی ری، چیت رت آئی سو آئی
اجھوں امید میری بر نہ آئی

٢٤٣ بہ عالم پھولیاں پھلواریاں سب
کریں سیراں پیا سنگ ناریاں سب

٢٤٤ رہے ہیں پھول پھولوں کے گلے لاگ
مرے سینے جدائی کا لگا داگ[2]

٢٤٥ نہایت درد، دکھ ہم نے سہے ری
غم ہجراں مجھے ہر دم رہے ری

٢٤٦ سکھی! یہ رت مجھے ناگن ڈست ہے
پھروں بوری تمامی جگ ہنست ہے

٢٤٧ مرے گل[3] میں پڑی ہے بیم پھاسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ ہانسی

---

(۱) برے (برنا): جلنا (۲) داگ: داغ (۳) گل (گر): گلا۔

۲۴۸ اری میں عشق سوں ڈرتی پھروں ری
نصیحت نیں اپنے کوں کروں ری

۲۴۹ کہ پنچھی سوں لگن ھر گز نہ کیجے
اری دل دے ہزاراں غم نہ لیجے

۲۵۰ جنھوں نے دل مسافر سوں لگایا
انھوں نے سب جنم رووت گنوایا

۲۵۱ اری یہ نین برجینارا ھیں ری
مجھے سنگ اپے پرائے بس کریں ری

۲۵۲ اگر میں جانتی یہ بے وفائی
خدا کی سوں نہ کرتی آشنائی

۲۵۳ پیا دل سنگ اپے چلتے رھے ری
دیا باتی سدا جلتے رھے ری

۲۵۴ اری اس لاگ نے رسوا کیا ری
پیا کے عشق میں یہ جیو دیا ری

۲۵۵ یہ ہیں حالم صبا بھر خدا ری
پیا کوں جا سنا باتیں ھماری

۲۵۶ کہ تجھ کوں لاج جگ کی کچھ نہ آئی
کری تم نے ھمن سوں بے وفائی

---

(۱) برجینار (برجنہار): دغا باز، بے وفا ۔

۲۵۷ اری انجان مین کہانی دگا[1] ری
که تجھ سیں سنگدل کون دل دیا ری
۲۵۸ سجن اب گھر کیٹے کی لاج کر رے
مروں ہوں در غمت ٹك آؤ گھر رے
۲۵۹ اری بل بدھ[2] تن موں[3] نا رھی رے
تمامی دیہہ خاکستر بھئی رے
۲٦۰ مرے جیو کا بھروسا دم نه کیجو
شتابی آئے کر دیدار دیجو
۲٦۱ اری یہ چیت رت چلتی رھی ری
تمن بن برھنی جلتی رھی ری
۲٦۲ ارے بھادوں کہاں ساون کہاں رے
ملو ٹك آئے کر فانی جہاں رے

در بیان ماہ دھم : بیساکھ

۲٦۳ سنو سکھیو! که اب بیساکھ آیا
کویل نے ابنہ پر چڑھ شور لایا[4]
۲٦٤ سنی آواز کویل اور پپیہا
رھے دن رین کیوں کر میرا جیا[5]

---

(۱) دگا : دغا (۲) بل بدھ : طاقت (۳) موں (برج) : میں (٤) شور لانا : شور مچانا (٥) جیا : جی ، مشدد تلفظ ـ

۲۶۵ ارے سر باؤں لگ میں ہوں اکیلی
ہجر کی آگ ہے مجھ پر دوھیلی ۱

۲۶۶ ہمارے پیو! جھوں گھر نا پھرے ری
اری کن دوتیوں نے بس کرے ری

۲۶۷ اری اس مانس سب عشرت کرت ہیں
ہمن سی پاپنی نت دکھ بھرت ہیں

۲۶۸ بہیا آنند سکھ در جملہ عالم
پیا بن پر خدا معلوم عالم

۲۶۹ مرا سکھڑا ۲ پیا کے سنگ گیا ری
تم بے خواب و خور میرا بھیا ری

۲۷۰ سکھی میں رین دن کیسے بھروں ری
نہیں کچھ فکر، میں بس کہا مروں ری

۲۷۱ کہے کوئی جا کنہا میرے سجن سوں
ملے آکر چھٹے جانم جلن سوں

دریان ماہ یازدہم : جیٹھ

۲۷۲ لگا یہ جیٹھ اب دھوپاں ۳ پڑیں ری
ہمن حیران و سرگرداں پھریں ری

---

(۱) دوھیلا: مشکل (۲) سکھڑا (سکھ + ڑا): سکھ (۳) دھوپاں: دھوپ، (اں) کی جمع افضل نے قلت کے ساتھ استعمال کی ہے۔

۲۷۳ ھن اك آگ غم کی میں جلت ھیں
علاوہ دوسرے لووان جلت ھیں

۲۷٤ بسایا تخت اوپر ناریاں ری
پیا کے نال بیٹھیں ساریاں ری

۲۷٥ علاوہ دوسرے چھڑکاؤ کیجے
فراشی باد کش سون باوا[1] لیجے

۲۷٦ جنھوں کے ھیں سکھی! اس رت پیا گھر
انھوں کو سرد خانہ ھے میسر

۲۷۷ ھمارے پاؤں ننگے، دھوپ سر پر
پھروں ھو دوڑتی پیو باج گھر گھر

۲۷۸ دوپہری ٹھیك موں کیا دکھ بھرت ھوں
پیا کی جستجو، بن بن کرت ھوں

۲۷۹ پھپھولے سر اُپر، چھالے پگن میں
بہے لوھو چلے سارے بدن میں

۲۸۰ اٹھن بیٹھن کی طاقت نا رھے ری
نہ جانوں جان کب لگ یہ سہے ری

۲۸۱ اری اے مرگ! تیری لیوں بلیّاں[2]
بر جان از تنم بھر گسیّاں[3]

(۱) باؤ : ھوا (۲) بلیّاں : بلائیں (۳) گسیّاں (گسائیں) : مالك، آقا، خدا۔

۲۸۲ سکھی ری! کو(۱) کہے جا دلربا سوں
ستم گر، پر جفا و بے وفا سوں

۲۸۳ کہ گیارہ ماس میں رووت گنوائے
ارے ظالم کہو تم کیوں نہ آئے

۲۸٤ ترے غم نے نپٹ مجکوں دھا رے
نکستا ا جیو لبوں پر آ رھا ھے

۲۸۵ جو اپنی عاقبت کی خیر چاھو
رخ جاں بخش کوں اپنے دکھاؤں

۲۸٦ والّا اختیار تست، تودانی
بگیرم دامنت را پیش یزداں

۲۸۷ گیا جب جیٹھ تو میں کیا کروں ری
پیا کے درد سے بس کھا مروں ری

در بیان ماہ دوازدھم : اساڑھ

۲۸۸ سنو آساڑھ ماس آیا سکھی ری
کرم میرے نہ جانوں کیا لکھی ری

۲۸۹ سنو دن رین کی میری کہانی
کر کو توڑ کر بیٹھی نمانی

---

(۱) کو : کون ۔

۲۹۰ پیا کی چاہ نے غلبہ کیا ری
نئے سر سیں ھمن کوں دکھ دیا ری

۲۹۱ ز دیدہ اشک افشاندن گرفتم
حدیث دوست را خواندن گرفتم

۲۹۲ نہ دیدم ہیچ کس را یار غم خوار
بجز حق، خواستم زو وصلِ دلدار

۲۹۳ علاجے کن خدایا درد مارا
بکن گلرنگ روئے زردِ مارا

۲۹۴ بجز درگاہِ تو دیگر پناہم
نبود است و نبودہ، پادشاہم

۲۹۵ بمقصودم رساں باجاں سلامت
برونم آر زاندوہ و ملامت

۲۹۶ خیال رحمت خود کن بہ رحمت
خلاصم کن ازین اندوہ و علت

۲۹۷ سکھی! میں سو گئی اندر مناجات
کشادہ گشت برمن باب حاجات

۲۹۸ چہ می بینم کہ منگل گاوتی[1] ھیں
مرے گھر ناریاں سب آوتی ھیں

---

(۱) منگل گاونا: خوشی کے گیت گانا۔

۲۹۹ مرے ایوان میں ہے اك شمع روشن
بھئی ہے روشنی، گھر، بار، آنگن

۳۰۰ یکایك آنکھ میری کُھل گئی رے
نہ دیکھا کچھ اری حیران بھئی رے

۳۰۱ سکھی ری! آج میں سپنے میں دیکھا
بھئی ہے دل منے شادی، پریکھا ۱

۳۰۲ کنھیں تعبیر اس کی یوں بتائی
کہ آخر گشت ایّام جدائی

۳۰۳ سکھی! یہ بات سن، شادی بھئی رے
پیا کی باٹ دیکھن کھوں ۲ گئی رے

۳۰۴ چہ می بینم لٹکتا آوتا ہے
بہ حُسنش ماہ را شرماوتا ہے

۳۰۵ کیا ہے اُن لباس زعفرانی
(بھئی ہوں) دیکھ کر اس کو دوانی

۳۰۶ اری میں دوڑ کے پاؤں پڑی جانے
پیا نے کر پکڑ لینی گلے لائے ۳

۳۰۷ بحمداللہ رہا جیو، یار پایا
تمامی عمر کا دکھڑا بُھلایا

---

(۱) پریکھا: غم، دکھ (۲) ھوں (برج): میں (۳) لانا: لگانا۔

۳۰۸ تمامی لال گوں شد رنگ رویم
بہ ہر دم گفتہ "جامی" بگویم

۳۰۹ "چہ خوشوقتے و خرم روزگارے
کہ یارے بر خورد از وصل یارے

۳۱۰ بر افروزد چراغ آشنائی
رہائی یابد از داغ جدائی"

۳۱۱ دیکھا! ان عشق نے کیا کیا، کیا ری
چہ غم دے کر مجھے سکھڑا دیا ری

۳۱۲ اری اے بوالہوس! یو عشق بازی
نہ جانو چوپڑ و شطرنج بازی

۳۱۳ اری آسان نہ جانو عشق کرنا
تمن اس آگ موں ہر گز نہ پڑنا

۳۱٤ ہماری بات کوں ہانسی نہ جانو
محبت خانۂ ماسی[۱] نہ جانو

۳۱۵ اری سب عیش و عشرت کوں تجو[۲] ری
پیا کا نام تن من سوں بھجو[۳] ری

---

(۱) ماسی (موسی): خالہ. خانہ ماسی نہ جانو: محاورہ ہے خالہ کا گھر نہیں، یعنی آسان بات نہیں (۲) تجو (تجنا): چھوڑنا۔
(۳) بھجو (بھجنا): ورد زبان کرنا، رٹنا۔

۳۱۶ دریں رہ یک قدم بیہودگی نیست
بجز اندوہ با آسودگی نیست

۳۱۷ و الّا کیوں اناحق ۱ دکھ بھرت ہو
عبث بن مرگ کیوں غم میں مرت ہو

۳۱۸ ارے یہ عشق کا پھندا بکٹ ہے
نپٹ مشکل نپٹ مشکل نپٹ ہے

۳۱۹ اری میں اولاً جانا سہیلا ۲
بھیا تھا ایک دم جینا دُھیلا

۳۲۰ چو بگذشتم ز جاں دلدار پایا
چو ورزیدم غمش، غم خوار پایا

۳۲۱ بہ آہِ روز و شب چوں سر دُکھایا
عجائب صندلی رنگ یار پایا

۳۲۲ اگر بردار باشی ہمچو منصور
نباشی از در دلدار مہجور

۳۲۳ بکویش گر زجاں دادن بہ ترسی
یقیں دانم کہ اس کے در نہ برسی ۳

---

(۱) اناحق : ناحق (۲) سہیلا : سہل ، آسان (۳) نہ برسی : نہیں پھونچے گا۔

۳۲٤ خوش ''افضل'' ازیں مشکل کہانی
کسونے حدّ ا اس دکھ کی کہانی

۳۲۵ بہ یاد دلربا خوش حال می باش
کہے ''افضل'' کہے ''گوپال''۲ می باش

---

(۱) حد (حد) : حدّ کا مشدد تلفظ (۲) گوپال : افضل کا وہ نام ھے جو اس نے متھرا کے دوران قیام میں اختیار کیا تھا ـ حسن و عشق کے اس ناٹك میں افضل کا گوپال نام اختیار کرنا اس لحاظ سے بھی با معنی یہ ھے کہ '' گوپال '' کرشن کا ایك نام تھا ـ

اختلافِ نُسَخ، بکٹ کہانی

(محمد افضل " افضل ")

(۱) ۔ سکھیاں، ۲ ۔ موری، ۱، ۳، ٤، ٥، ٦، ۔ عشق کے مارے، ۲ ۔ ھوئی ھوں، ٤ ۔ اغم سے ۰ ۸، ۹ ۔ نمانی، ش ۔

(۲) ۔ دن نیند رآتا (؟)، ۱، م ۔ نہ مجھکو بھوکھ ھی دن نیند راتا ۸ ۔ نے نیند، ۹ ۔ نہ نیند، ۳، ٤، ٥، ۱۰ ۔ سون سینہ بھرآتا، ۱، ٤، ۷ ۔ براتا، ۲، ۸، درد سے، ۹ ۔

(۳) ۔ کہیں ری ۷، ۸، ۹، ۱۰، ش ۔ مجنوں بھئی ری، ۱ ۔ کردہ و مجنوں، ۲، ش ۔ خرد گم کردۂ مجنوں بھئی ری، ۷، ۸، ۱۰ ۔ خرد گم کردۂ مجنوں کہیں ری، ۹ ۔

(٥) ۔ ارے یہ دیو جس کے تن کو لاگا، ۱ ۔ لا گے، سیانا دور سون اس دیکھ بھاگے، ۲، ۱۰ ۔ اے دیو، ۷ ۔ دیو بھاگا (؟)، ۷ ۔ اوس سے دور، ۸ ۔

نوٹ: ۔ یہ شعر ن ا میں نمبر ۷ ھے ۔ ن ۹، میں یہ نمبر ٦ ھے ۔

(٦) ۔ اے ناگ، ۷ ۔ ڈس کے جاوے، ۳، ٤، ٥، ٦ ۔ نہ پاوے گاڑوری، ۷، ۱۰ ۔ نہ پاوے کانورو، ۲ ۔ نہ پاوے کامرو، ۸ ۔ جیورا چھپاوے، ۱ ۔ جورا، ۷ ۔ زھر اس کا قیامت تك نہ جاوے، ٤ ۔

نوٹ: ـ ن ۱ میں شعر نمبر ۷ ہے اور ن ٤ میں نمبر ۱٤ ہے ـ
ن ۹ میں نمبر ۱۰ ہے ـ ن ۱۰ میں نمبر ٥ ہے ـ

(۷) ـ عشق ھی ہے کیا بلا ہے ۰ ۲ ، ٤ ، ۸ ـ ارے اے عشق ھی ہے کیا بلا ہے ۰ ۷ ـ تن من جلا ہے ، ۲ ـ آگ سوں ۳ ، ۱۰ ـ نت جگ جلا ہے ، ٤ ـ آگ میں ، ش ـ
نوٹ: ـ یہ شعر ن ۱ میں نمبر ٥ ہے ـ

(۸) ـ کسی کے اندروں ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۸ ـ بیچ یہ ، ش ـ کسی سوں اندروں ، ۱۰ ـ و ھی جانے کہ جسکے تن لگی ری ۷ ـ اندر این ، م ـ سلگت ھی رھے ری ، ۱ ـ سلگت ھی مرے ری ، ۳ ، ۹ ـ و ھی دن رین سلگت ھی مرے ری ، ۷ ـ وہ سلگت ، ۸ ـ ھوں رھے ری ، ۱۰ ـ

(۹) ـ لگی رے ، ۱ ـ سنی اندریں آتش پری رے (؟) ، ۷ ـ آگ میں دکھیا رھی ہے ، ۱ ـ سوں دگی ، ۲ ـ میں دگی ہے ، ۳ ـ دھکی ری ، ۷ ـ سب تن سوں دھکی ہے ، ۱۰ ـ برھوں کی آگ ، ش ـ
نوٹ: ـ ن ۷ میں پہلا مصرع بالکل مختلف اور غیر واضح ہے ـ

(۱۰) ـ × ، ۲ ، ۷ ـ ازے پیر ، ٤ ـ

(۱۱) ـ بیرا گ سیتیں ، ۸ ـ آگ سینیں ، ۸ ـ برھوں ، ش ـ جرے سینہ ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ـ جلے جیورا ، ش ـ

(۱۲) - تجسے گھر کے، ۱، ۳، ٤، ۸، ۹، ۱۰ - تجھسے گھر
بار کے لوگ، ۲ - عالم سوں، ٤ -

نوٹ: - ن ۷ میں پہلا مصرع غیر واضح ہے -

(۱۳) - ن ا اور ۸ میں اس سے پہلے یہ شعر ہے:

تمامی نحو و صرفم شد فراموش
شدم از گفتگوئے خلق خاموش

یہی شعر ن ٤ میں نمبر ۱٤ ہے -

کسی کوں ۹ - بتہا کیا عشق کے، ۷ -

(۱٤) - بجانم پندایں، ۱ - بجاتا بیداز (؟)، ۷ - بجانا میدهم
آزار، ۸ - ندانند بنداو، ۹ - نه جانا پنداو، م - بجانے
بیدوا، ۳ - نجانے بیدهم، ٤ - دوسرا مصرع: - کنوں
قالو بلی آثار عشق است، ٤ - (موجودہ متن میں
یہ مصرع نمبر ۱۹ پر آتا ہے) - هموں داند که
و۵، ۱۰ -

(۱) - سر گشته او ..... بابسته او، ۷، ۸ -

(۱٦) - × ، ۲ - یکے را (هر دو مصرع)، ۱، ٤، ۵،
٦، می نشاند، ۳ - کسے را می گزارد سوئے
بازار، ٤ -

(۱۷) - × ، ۲ - می نشاند بنده بر تخت، ۳ -

(۱۸) - × ، ۹ ، ۱۰ - نہ مسجد کعبہ دیّار ، ۱ ، نہ مسجد کعبہ و دیّار ، ۷ - کعبہ و ازیار (؟) ، م -

ن ۴ میں پہلا مصرع یہ ہے: بہ عالم ہر چہ پرسی کار عشق است -

ن ۷ میں دوسرا مصرع یہ ہے: کنون قالو بلی آثار عشق است -

ن ۸ میں بالکل نیا شعر اس انداز کا ہے :-

بہ مسجد کعبہ شکرانہ کردیم
کنون قالو بلی اظہار کردیم

(۱۹) - × ، ۲ ، ۹ - پہلا مصرع :- بہ دار و کوچہ وبازار عشق است ، ۱ -

بہ عالم گرچہ ، ۷ - ن ۷ میں دوسرا مصرع یوں ہے :

بدارو کوچہ و بازار عشق است - بدور کوچہ بازار ، ۸ -

ن ۴ میں اسکی جگہ یہ شعر ہے :-

بہ مسجد کعبہ و بت خانہ کردیم
کنون قالو بلی اظہار کردیم

نوٹ : - اختلاف لفظ کے ساتھ یہ وہی شعر ہے جو نمبر ۱۸ پر ن ۸ کے اندر درج ہے -

(۲۰) - × ، ۲ ، - ن ۹ میں یہ شعر نمبر ۱۸ ہے -

(۲۱) - × ، ۲ -

(۲۲) ـ × ، ۲ ـ هزاران خانمان ، ۹ ـ فقیر و بیکس ، ۱ ـ
(۲۳) ـ بیگان ، ۷ ـ ویران ، ۷ ـ که چون مجنون که در ویرانه مارا (؟) ، ۱۰ ـ
(۲٤) ـ از دل من ربوده (؟) ، ۱ ـ در دلت ، ۳ ـ در دوست (؟) ، ۱۰ ـ
(۲۵) ـ × ، ۲ ـ کبهی دیوانه کبهه هشیار دارد
کبهی از زندگی بیزار دارد ، ۱ ، ۳ ـ
دیوانه را ، ۷ ، ۹ ـ کبهه دیوانه کبهه هشیار دارد ، ۸ ، ۱۰ ـ کبهی از زندگی بیزار دارد ، ۸ ، ۱۰ ـ
(۲٦) ـ نهیں یك دم ، ۱ ، ٤ ، ۸ ، ش ـ دن رین موں ، ۲ ، ۳ ، ۸ ـ دن رین نهی چین ، ۷ ـ روتے مرے نین ، ۲ ـ هو چکے ، ۹ ـ
(۲۷) ـ پڑا جب عشق کا لب مجهه اوپر دهاك (؟) ۷ ـ تهانا عقل کا ، ٤ ، ۵ ، ٦ ـ کشته فوج عقل ، ۲ ـ ٹها کر عقل کا کهاٹ (؟) ، ۷ ـ
(۲۸) ـ در ملك دل جهنڈا اٹهایا ، ۲ ـ در ملك دل جهنڈا گڑایا ، ۱۰ ـ
نوٹ :ـ ن ۹ میں یه شعر نمبر ۳۰ هے ـ
(۲۹) ـ عجب دل چه شد (؟) ، ۷ ـ شکن نے ، ۲ ـ شکن کی ، ۳ ، ٤ ، ۷ ـ
ن ۱۰ میں یه شعر نمبر ۳۰ هے ـ

(۳۰) - × ، ٥ - دھومش مچائی، ۱ ، ۲ ، ٤ - شورش مچائی
۹ - دھومیں مچائیں ، ۸ - خرد کے گھر موں آ ، ۱۰
دھومش مچایا، م - دھونسی مچائی ، ٥ - دھومش
مچامی ، ش - متاع صبر دل کی ، ۷ - سب لٹائیں ،
۸ - لوٹاھی ، ش

نوٹ: - ن ۱۰ میں یہ شعر نمبر ۲۹ ھے

(۳۱) - × ، ٥ - تمامی چہات ، ۲ ، ۸ ، ۹ - چہات عشرت
کے ، ۳ ، ٤ - تمام اسباب عشرت کا ، م

(۳۳) - حسن کی مے ، ۲ ، ۳ ، ۸ ، ش - مجھ سیں ، ۲ ، ۳
مجھ سے ، ۱ ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ - حسن کی مے کا پلا
کر ، ۱۰ - بھلا کر ، ۱۰ -

(۳٤) - × ، ۲ - یہاں ن ۲ میں شعر نمبر ۲۲ ھے - دو زلف
کرد عیار ، ٤ - نمودی دست پاھم از گرفتار (؟) ، ۷
- ۱۰

(۳٥) - × ، ۱ ، ۲ - ن ۲ میں یہاں شعر نمبر ۳٤ ھے - حلقہ
کیسوئے دلدار ، ۹ - کردن مارا گرفتار ، ۳ ، ٤ ، ۸
نموری کردن ، ۷ - جانم گرفتار ، ۹ -

(۳٦) - × ، ۲ ،- تیر ابرو از کما ندار ، ۷ - تیر او ابرو کماندار
۸ - شوخ و عیار ، ۱ -

نوٹ:۔ ن ۱۰ میں یہ شعر نمبر ۳۷ کے بعد درج ہے ۔

(۳۷) ۔ X ، ۲ ۔ نمودی ، ۷ ۔ زظلمان چو ظالم آہ صدھائے ، ۷ ۔

نوٹ:۔ ن ۱۰ میں یہ شعر ۳۰ کے بعد درج ہے ۔

(۳۸) ۔ در ھجران زندان ، ۸ ۔

دوسرے مصرع کا اختلاف حسب ذیل ہے :۔

ع یکایك آن کر ایں درد و غم جاں ، ۱

ع ز قالب شد گریزاں درد غم جاں ، ۲

ع لگا تب آن کردیں درد و غم جاں ، ۳

ع لکھا تھا یہ کرم میں درد عم جاں ، ۴

ع لبالب او گریزد درد غم جاں ، ۷

ع یکایك آن کر از درد غم جاں ، ۸

ع یکایك لا لگائی آگ در جاں ، ۹

ع یکایك لا لگائی درد و غم جاں ، ۱۰

(۳۹) ۔ X ، ۵ ۔ پیادہ ، ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ۔ (غالباً یہ "پیارا" ہے جو پیالہ کا برجی تلفظ ہے جسمیں (ل) تبدیل ھو جاتا ہے (ر) سے ۔

(۴۱) ۔ مدت سوں میں کر کر گدائی ، ۲ ۔ مدت ھوئی ۸ ۔ بھیکو نہ پائی ، ۴ ۔ جب بھیك پائی ، ۷ ، ۹ ۔

(۴۲) ۔ از قید خود ، ۳ ۔ خرد از قید ھجر ، ۴ ۔ باب وصل ، ۲ ۔

(٤٣) ـ به تخت هوش عقل، ۷ ـ عقل هوش، ۸، ۱۰ ـ
عیش سازم، ۷، ۱۰، م ـ
(٤٤) ـ شوخ و عیار، ۲ ـ چواسکندر جہاں، ۷ ـ
(٤٥) ـ فرزانه سازم .... دیوانه سازم ۱۰ ـ بدم دیوانه را
افسانه سازد، ۷ ـ کہے فرزانه را، ۸ ـ
(٤٦) ـ × ، ۲ ـ یو بیتا، ۷ ـ یه قصه، ۸ ـ جو بٹھا (؟)
م ـ یه قصه اتمام، ۹ ـ یقیں ترك قول (؟)، ۸ ـ
نوٹ :ـ میں اس شعر کے بعد سرخ روشنائی میں
یه ذیلی عنوان قایم کیا ہے ''کلام حضرت مولوی جام''۔
(٤٧) ـ × ، ۲، ۷ ـ
(٤٨) ـ × ، ۲ ـ ۱۰ ـ ن ۷ میں یه شعر یوں ربع ہے :ـ
کہے دیوانه را فرزانه سازد
کہے دیوانه را افسانه سازد
نوٹ :ـ ن ۹ میں مصرع الٹ گئے ہیں ـ
(٤٩) ـ × ، ۲ ـ ن ٤ اور ۸ میں اس کے بعد یه دو شعر ہیں:
ارے جیو کیا تجھے لالچ لگا ہے
که جا کر عشق کی آگ سوں جلا ہے
نه جانے تھا که یه جلتی اگن ہے
که اس سیتی نکلنا بھی کٹھن ہے
(٥٠) ـ × ، ۲ ـ و کرزاں، ۳، ۸ ـ

ن ۱۰ میں اس شعر کے بعد ذیلی عنوان "عرض احوال" قایم کیا گیا ہے -

(۵۱) - پیا بے دست کر (؟) ، ۱ - پیارے کو پکڑ، ٤ - گل لگائی ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ - کت پکڑ ، م -

(۵۲) - چو چند، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ۵ ، ٦ ، ۷ ، ۹ - مرم بایکد گر ، ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۸ - سنتے و کہنے ، ۷ ، ۹ -

(۵۳) - چوحیله ، ۳ - اب حیاه ، ۹ - چه حیله ، ۱۰ - عشق کے ، م - عشق نے دیگر ، ٤ - پیچھو ، ۳ - پاچھے ، ۷ -

(۵٤) - وس کو ، ۲ - حرص آئی ، ۱۰ - حیرت ، م - در دلم ، ۷ ، ۸ - نهاد این ، ۹ -

(۵۵) - ن ۷ ، ۸ میں اس نمبر پر شعر نمبر ۵٦ ہے -

(۵٦) - کیا کٹھن ، ۱ ، ۷ ، ۸ ، ۹ - بس کٹھن ، ۲ - اب کٹھن ، ۳ - یه کٹھن ، ٤ - بہو کٹھن ، ۵ - پیچھے ، ۹ - کیا بچن ہے ، ۷ ، ۹ -

(۵۷) - ن ۱ میں اس نمبر پر یه شعر ہے :

چه سازم، چوں کنم ، کس کن پکاروں
جتن کیا عشق کے غم کا بچاروں

چہا سازم ، ۲ - چه من سازم ، ۳ ، ۵ ، ٦ - دیدار پاؤں ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، م - جانی بار پاؤں ، ۷ - بخلوت گاہ گاہے ، ۱۰ -

(۵۸) - رسیدہ بر سر، ۷، ۸ - پردیس ہے، ۱، ۷، ۸ -
ن ۹ میں یہ شعر ماہ اول (ساون) سے قبل کے
بیان میں درج ہے -

(۵۹) - بجا ماروں، ۱، ۷ - نکارا، ۹، ش - کوئی نیں، ۷ -

(۶۰) - جو چاروں اور، ۴، ۵، ۶ - نے چاروں اور، ۷ -
کہ چاروں اور چھائیں، ۸ - امڈ چھاتی سوں آھی،
ش - کیتی چڑھائی، ۱، ۳، ۵، ۶، ۱۰ - مکھی
چڑائی (؟)، ۷ - کشتی چڑھائیں، ۸ - کنی
چڑھانی (؟)، ۲ -

(۶۱) - پکاریں، ۲ - پیہ پیہ، ۸، ۱۰، ش، پوکارا، ش -
جھنکاریں، ۲ - جھنکارا، ش - پوکارت، ش -

(۶۲) - کوکھ، م - نیں سناھی، ش - بدن موں، ۲، ۷،
۸ : ۱۰ - لاھی، ش -

(۶۳) - اندھیری رین، ۷، ۸، ۱۰ - جگنا، ۷ - کویا جلتی،
۱ - ن ۲ میں یہ شعر اس طرح ہے:
اندھیری رات جگنو جگمگاوے
جلے تن کو مرے دونا جلاوے
ن ش میں دوسرا مصرع یوں ہے ع
ارے جلتے اپر تیں کیا جلاتا
ن ۴ میں اسکے بعد یہ شعر ھیں :-
پوپیھا نے اٹھائی رین کو کوک
اری میں سلگتی یکبار دی پھونک

مبادا کس بہ زندان ہجر مانند
خوشا عشاق را با اهل پیوند
ز غمگین گریہ هائے ما در افلاك
ز دل چاکم گریبان بر شدہ چاك

(٦٤) - بن ہے ، ١ - بن سیں ، ٩ - شکیب از جان ربود ، ٥ ، ٦ - شکیب از دل ربود ، ١ ، ٧ ، ٨ - شکیب از دل شدہ ، ٤ ، ش - دوسرا مصرع ع یکایك جیونکس جاتا ہے تن سون ، ٢ -

ن ٧ میں اسکے بعد یہ دو شعر ہیں :

جو آئی بادران چوکی گردا
جھڑی پڑنے لگی اور رعد گرجا
ترے دیدار کو اِسے نین ترسان
کہاں کے تھاٹ اِسے شب روز برسان

ن م میں یہ شعر اس طرح ہے :

ترے دیدار کو یہ نین ترسا
گھٹا کی بھانت هو شب روز برسا

(٦٥) - بھرا جل تھل ، ٢ - بھریا ، ٧ - هوا سرسبز ، ٨ - نہیں جل وصل کا سوکھا نہالم ، ١ ، ٢ ، ٣ ، ٩ ، ١٠ - دوسرا مصرع ع پیا بن بر خدا معلوم حالم ، ٤ - نہین جز ، ش -

(٦٦) - تاریں پیا سنگ ، ۸ - هنڈولے جھولتی ، ش - برہ
کی آگ ، ۱ ، ۲ ، ۸ -
نوٹ : - ن ٤ میں اس شعر کے بعد یہ اشعار ہیں :
لگی ہے بوند ساون کی کھٹاری
کہو کیوں کر جیوے برهن بچاری
سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت ہیں
ہمن سی پاپیاں نت دکھ بھرت ہیں
چمک بجلی کی چمکی جوں تبسم
جھڑی بادر لگی جوں اشک شبنم
ن ۸ میں اس کے بعد یہ شعر ہے :
سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت ہیں
ہمن سی پاپیاں نت دکھ بھرت ہیں
(٦٧) - و گر ساجن ، ۱ ، ۳ ، ٥ ، ۷ ، ۸ ، ش - و گھر ، ٤ -
ساجن نہ آیا ، ٤ - کن سوت نے ، ۱ ، ۸ ، ۱۰ -
کن دوتی پاپن نے بھلائے ، ۲ - کن برهنی باتوں
لگانے ، ۳ - کس سوت نے ٹونا چلایا ، ٤ - کن
دوتیاں ٹونے چلائے ، ۷ - نہ آهے ، ش - کن سوکنی
ٹونے چلاهے ، ش -
(٦٨) - بپت ات کت ، ۱ - نپٹ سہتی پڑے ، ۲ ، ۳ -
نپٹ بپتا پڑے ، ٤ ، ۸ ، نپٹ بوندیں پڑے ، ٥ - تپت

بھوتی ، ٦ ، ش - نپٹ بھوتی ، ٧ - نپٹ دھو پاں پڑے دی، م - میری جرے، ١ - جلے ری ، ٧ ، ٨ -

(٦٩) - جو چاروں اور ، ٢ - نے چاروں ، ٧ - بادل که چارو اور ، ٨ - یه چاروں اور ، م - چھائیں ، ش - لیا مجھ کھیر کے ساجن نه آئے ، ٧ - پیه ، ١٠ ، ش - نه آئیں ، ش -

(٧٠) - بھروں پرے گگن ، ١ - بھرن پڑنے لگی ، ٣ ، ٤ ، ٨ - بھرن پڑنے لگا ، ٥ - بوندی پڑنے لگی ، ٢ - بھورن ، ش - حی جان ، ٨ - تمای جسم سب جیو جان ، م -

(٧١) - اندھیری دیکھ ، ١ - (بعض نسخوں میں یه شعر نمبر ٧٢ کے بعد آیا ھے) -

بیج جھمکے ، ١ - بجلی چمکے ، ٩ - ڈرے سینه ، ٥ ، جرے سینه ، ٤ - جرے جیورا کڑك اس دیکھ دھمکے ، ٢ - جرے سینه مرا نت آگ دمکے ٨ - جرے جیوڑا مرا اور ، ٩ - جرے جیوڑا ، ١٠ - جرے جیھورا اگن سوں دیھه لرجے ، ش -

(٧٢) - × ، ش ، م - سیج مجھ ، ٥ - سیج سب ، ٢ ، ٦ - سیج اب ، ٨ - سد بد سب ، ٧ -

نوٹ : - ن ٧ میں یه شعر نمبر ٧٨ پر ھے -

(٧٤) - × ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٥ ، ٦ ، م ، ش - ن ٤ میں یہ
شعر نمبر ٦٦ کے بعد آیا ھے - ن ۸ میں بھی یہ نمبر ٦٦
کے بعد آیا ھے - ن ۹ میں یہ شعر نمبر ۷۰ کے
بعد ھے -

(۷۵) - مجھ کو بسارا ، ٤ - کیا گنہ دکھڑا ، ۱ -

نوٹ: - ن ٤ میں اس شعر کے بعد یہ زائد شعر ھے:

تماشا لوك جن کوں کا دیکھیں سب
تماشی هو رهے هیں هائے یارب!

(٧٦) - امنگ ، ۲ ، ۸ - امنگ ، ۳ ، ۹ ، ۱۰ - امنڈ ، ۷ -
آئیں ، ۷ - سے آئی ، ۹ - آهی ، ش - دونین نے
لونے ، ۲ - لگائیں ، ۷ - لگاهی ، ش -

(۷۷) - پیا کو بوجھ ، ۱ - میں میں بھمن بوجھائی ، ۲ -
بلوهی بوجھ هاری ، ٥ - بڈؤں ، ٤ - نه پائی هائے
ری هائے ، ۱ - آه ماری ، ۷ -

(۷۸) - جربن بوتہیں برهمن مر گئے ، ۱ - برهمن مر گئے
سب ، ۲ - بمهن ، ۸ - برهمن مر گئے ری ، ۹ -
یہی کٹ کاگ اڑتے تهك رهے ری ، ۱ - بهی
کت کاگ اودهو رم رهے سب ، ۲ - هوئی کٹ
کاگ اودهو تهك گئے ری ، ٤ - ن ٥ میں یہ
شعر یوں ھے:

خبر پیو کی نہ پائی ھائے ماری
بھیا کٹ کاگ اودھو تھک رھے ری

اودھو کت گئے ری، ۷ ۔ موئے کت کاگ اودھو تھک رھے ری۔ اودھو تھک رھے (ی)، ۳، ٦، ش ۔ نوٹ: ن ۵ میں اس شعر کا دوسرا مصرع شعر نمبر ۷۷ کا پہلا مصرع ھے اور شعر نمبر ۷۷ کا دوسرا مصرع نمبر ۷۸ کا پہلا مصرع ھے ۔

(۷۹) ۔ ×، ۵ ۔ توں حال میرا، ۲، ۹ ۔ بیں صبا تیں حال میرا، ۳ ۔ اے فلک بیں حال مارا، ٤ ۔ ن ۸ میں مصرع الٹ گئے ھیں ۔ پیا کو کہو، ۷، ۸، ۱۰ ش ۔ نوٹ: ن ۹، ۱۰، اور ش میں یہ شعر نمبر ۸۰ کے بعد آتا ھے ۔ کرے ٹک ایک پھیرا، ش ۔

(۸۰) ۔ کسے دوں ھاتھ ری ھائے، ٤ ۔ نہ نکسے جی مروں بس کھائے ری ھائے، ۵ ۔ کسے رے ھائے رے ھائے، ۱۰ ۔ ن ۸ میں مصرع الٹ گئے ھیں اور پہلے مصرع میں دوسرا "ھائے" غائب ھے ۔

(۸۱) ۔ یہ شعر صرف ن ۸ میں درج ھے ۔

(۸۲) ۔ کس دیس چھایا، ۲، ۵، ۷، ۸، ۱۰ ۔

(۸۳) ۔ سکھیوں، ۱، ۲، رُت اب کنوار، م ۔ آھی، ش ۔ اب تک، ۱، ۹ ۔ کی خبر سن اب لگ نہ آئی (؟)، ۱ ۔ نباھی، ش ۔

(۸۴) - کیسے جیوے، ۴، ۷، ۹- جیئس، ۲- کیوں کر
جیوں، م - ناریں، ۸- پیه، ۱۰، ش - اری روتی،
۲- رونے کٹی ہے، ۵، ش- سب عمر ساری، ۴، ۱۰-
جنم روتے، ۷- جنهوں روتے، ۱۰-

(۸۵) - ارے توں کاگ، ۵- سانورے کے پاس لے جا،
۱۰ - ن، ۸ میں یه شعر نہیں ہے -

(۸۶) - یه شعرصرف نسخه ۷ اور ۹ میں ہے -

(۸۷) - گر مجھ سناوے، ۹- پیا کا مجھ بچن مکھ کا سناوے،
۹ - نوٹ: یه شعر بھی صرف نسخه ۷ اور ۹ میں ہے-

(۸۸) - ×، ۲، ۵- کنا کت جب پیارا پیو آوے، ۱- کنا کت
جب پیارا پیوجو آوے، ۴، ۹، ۱۰- کنا کت جب
پیارا پوجن آوے، ۸- کنا کت جب پیارا پیه آوے،
ش - تجھے دیکھے مہر کر کر بلاوے، ۱، ۲، ۶،
۸ - تجھے دیکھے کرم کرکے بلاوے ۱۰-

(۸۹) - پگوں کوں، ۷- پگن پر سیس، م -

(۹۰) - ×، ۴- ارے اے کاگ، ۲، ۳، ۵، ۶، ۷- کاگ
پاتی، ۱، ۲، ۵، ۶، ۷، ۸- سکھ نه مانے، ۱،
۲، ۳، ۵، ۶، ۷، ش - سکھ نه جانے ۸- درد
منداں، ۲، ۷، ۱۰-

(۹۱) - × ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ - ہمارے پیو کوں جا کہ
کے آوے ، ۱ - ہمارے دیس کو جا کہہ کے آوے ،
۲ - ہمارے یار کو جا کہہ کے آوے ، ٤ - کنتا کت
نیورتے دونوں جد آوے ، ٤ -

(۹۲) - × ، ۷ ، ۹ - گرکاك من باشم ، ۱ - كاه جو ، ۲ ،
۱۰ - كاك خود باشه ، ۸ -

(۹۳) - × ، ۲ ، ۱۰ - کنتا کت سیں بہت بسے دکھ کہے
ری ، ۲ - نورتے ، ۷ - نتوترے (؟) ، ۸ - نہ آئے ،
۱ ، ۲ - کس حا ، ۱ - کت رہے ری ، ۹ -

(۹٤) - × ، ۲ ، ۷ ، ۸ - بوجھنے ، ٤ - بوجھے ، ۱ - بوجئے
۲ ، ۹ - کرم میرے سدا بیا لکھی رہے ، ۱ -
سدا پیتاں ۲ -

(۹۵) - دیس جا کر ، ۲ ، ۱۰ - ملا کر ، ۲ ، ۸ - چھپا کر ، ٤ ،
۹ ، ۱۰ - اپس کون ، ۲ ، ش - دوسرا مصرع :
رنگیلی سیج پہ کلی بچھا کر ، ۱ -

(۹٦) - کہو کاے ، ۹ - کے ، ۱۰ - مکھ دیکھاوے ، ۷ -
مکھ دکھاؤں ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ - رھو اس باغ میں
منہ بت دکھاؤ ، م - جو تجھ سیتی اگر اك قول ،
٤ - مکھ سوں ، ۷ - جو تجھ سو سانچ کر یك
قول ، ۸ - تك قول ، ۹ -

(۹۷) - گل لگاؤ ، ۸ ، ۱۰ ، ش - گل لگاوے ، ۷ ، ۹ -

پکڑ هاتاں ، ۷ - پکڑ هتهیاں ، ۸ - سلائے ، ۷ ،
۹ - پلنگ اوپر بٹهاؤں ، ش - پلنگ اوپر بساؤں ، م -
(۹۸) - × ، ۳ - که تیرے دکھ سے ، ۲ - تیرے فکر سے
۱ ، ۴ ، ۵ ، ۶ ، ۱۰ - فکرسوں ، ۷ ، ۸ - که تیری
برهوں سوں ، ش - دن رات ، ۷ - روے ....
کهوے ، ۹ ، ۱۰ ، ش - بـه غم شب جوبنا ، ۱ -
بـه ینم سب هی تجـه بن باج ، ۴ - بـه غم سب
خوبیاں ، ۵ - دریغا جوبنا ، ۷ - بـه نیم شب ، ۸ -
(۹۹) - × ، ۴ ، ۵ - سبهی ناری پیاسنگ سکھ ، ۲ - بـه
اغیاراں صنم تو ، ۳ - باغیار صنم جو (خارج وزن) ،
۷ - باغیارے ، ۸ ، ۱۰ - بعیاری ، ۹ - سو دکھ ، ۳ ،
۶ - کرت هیں .... بهرت هیں ، ۲ - یو دکھ ،
۷ - تم اوراں سیں پیاری سکھ کرت هیں

همن سی برهنی سو دکھ بهرت هیں ، ش -
(۱۰۰) - پیا پردیس جاهیں اور کے راج ، ۲ - دیا پردیس
موں تم ، ۷ - دیا پردیس جا سوکن کے تئیں راج ،
ش - بهلا یا مجھ نهیں تجھ نین میں لاج ۱۰ ، ۲ - بهولایا
کن تمهیں تج میں نهیں لاج ، ۲ - نین میں ، ۳ ، ۸ ، ش -
(۱۰۱) - کیوں کر پڑی ، ۹ - گئیں هیں تجھ بنا ، ۱ - گئے
بهٹھ تجھ بنا روتے ، ۲ - بهئی هیں تجھ بنا خلوت

مرے نین ، ۷ - ہونے ہیں تجھ بنا اندھے مرے
نین ، ۹ - رووت دواُو نین ، ۱۰ - جرے چت آہ
سوں جل تھل دواُو نین ، ش -
(۱۰۲) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - ارے ظالم ندارد ، ۱۰ - قیامت
ہے قریں ، م - قیامت ہے کھڑی ، ش -
(۱۰۳) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - جلا کر از ، ۱۰ - ز آھن (؟) ،
۷ - ز آہ سنگ سنـداں (؟) ، ۸ - دروں چوں
سنگ سنداں ، ۱۰ - تو ر آہ در مندان ، ش -
ز آهش ، ۳ ، ٦ ، ش -
(۱۰٤) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - سور غم میں ، ۷ - غـم موں ،
۱۰ - عمر جاوے .... کا سناوے ، ۹ - غم سے ،
م - سب عمر ، ش - سبھن کو دیکھ پیارے کے
سنگاتی ، م - سبو کوں ، ۷ - سبھوسیں ، ش -
(۱۰٥) - X ، م - کوئی اس سجن کوں ، ۷ - پیاسوں ،
۸ - سجن سوں ، ۱۰ - کوئی اس سجن سوں ، ش -
پھر آے کر ، ۷ ، ۱۰ - سنے پھیرا کرے ، ۸ - سنے
دل سوں سبھی دیکھے ، ش -
(۱۰٦) - رہے گی ، ۳ - سجن بن ، ۷ - تمھیں بن ، ۸ - جلتی
رہے گی ، ۳ -
(۱۰۷) - ماہ‌س ، ۷ - ماس ، ۸ ، م - شام ، ۷ - ـام ، ۸ -

سیام، ۹، ۱۰ – نوٹ :- ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر ماہ سوم کا آخری شعر ھے ، جب کہ دوسرے نسخوں میں ماہ چہارم کا پہلا شعر -

(۱۰۸) - نکھرے فلك ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۱۰ - برسانت ، ۷ - کھر بھرے ، ۸ ، م -

(۱۰۹) - یہ سیج ، ٤ ، ۸ - پیہ بن ، ۱۰ -

(۱۱۰) - × ، ٤ - بھلی چاندن ، ۱ - بھی چندنی ، ۳ - بھیا چاندن ، ۲ - بھلی چندنا ، ۷ - ھوئی چاندنی ، ۹ - بھئی چاندنی ، ۱۰ - ناریاں کون ، ۸ ، م - ھوا پھندا ھمن می ، ۲ - بھیٔ پھندا ، ۳ - پڑی بپتا ، ۸ - خواریاں کون ، ۸ ، م -

(۱۱۱) - دیوالی ، ۱ - جاؤ ھے ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ - آئی ھے ، ٥ - راکھی دیوالے یار (؟) ، ۱ - راکھی دیری بازار ، ٤ - راکھا دیوالے یار (؟) ، ٥ - کھر اپنے دیورا یار (؟) ، ٦ - بھئی گلزار ، ۹ -

(۱۱۲) - پیہ بن ، ۱۰ - یہ زندگی ، ۸ - دوھیری ، ۷ - زندگی یہ مجھ یہ ڈھیلی ، ٥ -

(۱۱۳) - کس کن کہوں ، ۱ - کاسے ، ۲ ، ۳ ، ٦ - یودرد غم ، ۷ - نہ یوبد جیئوں (؟) ، ۷ - یہ آوی جی منے بس کہا مروں ھائے ، ۹ - کہا مروں ھائے ، ۱۰ -

کھوں جا ... کہا مروں جا ، م -

(۱۱٤) - X ، ۳ - پیری بھیٔ رہے ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ۹ - بوری
بھیٔ رہے ، ۲ ، ۷ ، ۸ - درد سے ، ۹ - برھانے لٔی رہے ،
۱ ، ٤ ، ۸ - ڈھی رہے ، ٥ - پیری بھیٔ ھوں ...
رھی ھوں ، ۱۰ -

(۱۱٥) - یہ شعر صرف ن ۲ ، ۷ ، ۸ اور ۹ میں موجود ھے -
ذکھا سر آہ سوں رووت گئے نین ، ۲ - دوکھے
سر آہ سوں ، ۷ - ڈرا کر آہ سو ، ۸ - نوٹ :
ن ۱ میں یہ شعر نمبر ۱۱٤ کے بعد آیا ھے -

(۱۱٦) - X ، ۱۰ - اکیلی بن پیا ، ۱ - پیا بن ایك پل ، ٤ -
پیا بن اکیلی ، ۷ - (خارج از وزن) - کب لگ
سھوں گی ، ۲ - مین اکیلی کیسیں رھوں ری ، ٥ -
پیا بن میں اکیلی کیوں رھوں ری ، م - غم اوپر
غم کھو ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، م - نوٹ :
۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ ، م میں یہ شعر ساہ
اکھن مین شعر نمبر ۱۳٦ کے بعد درج ھے -

(۱۱۷) - ارے اے م کبھو جو ساچ بولو ، ۲ - ارے
اب ، ۸ - ملیں کب الك بدیسی سیام کھو لو ، ۷ -
ملن مجھ سوں بدیسی سیام کھو لو ، ۸ - ملیں مجھ
سیں ، ۲ - ملے مجھ سیں بدیسی سیام لولو ، ۱۰ -

نوٹ: یہ شعر ن، ۱، ٤، ۵، ۷، ۸، ۹، اور ۱۰
میں درج ہے ۔ نوٹ: ن ۱ میں یہ شعر نمبر ۱۱٤
کے بعد آیا ہے ۔

(۱۱۸) ۔ × ، ۱ ، ۸ ۔ برھمن پوتھی دیکھی کچھ نہ پایا، ٤،
۵ ۔ سبھی پوتھی تـھکی پھر کچھ، ۲ ۔ بھمن پوتھی
دکھی ، ۳ ۔ برھمن دیـکھ پوتھی کچھ ، ۷ ۔ دکھی
پوتھی برھمن، ٦ ۔ بھمن پوتھی دکھی پر، ۱۰ ۔
سکھی میں پوچھ، ۷ ۔

(۱۱۹) ۔ بھیء چپ میں نـہ اب پوچھوں کسی کوں ، ٤،
٦ ۔ کسی سوں ، ۳ ۔ نہ بولوں اب ، ۸ ۔ نہیں
کوئی ہے میری غم ری سوں ، ۲ ۔ غم رھی کوں ،
۱ ، ۵ ۔ غم زدی کوں ، ٤ ۔ نہیں دستا ہے کوئی ،
۷ ۔ نوٹ: ن ۸ میں یہ شعر اختلاف مصرع کے
ساتھ اسطرح ہے :

بھئی چپکی نہ پوچھوں اب کرم کوں
کہ لے جا آئے کر مجھ بے شرم کوں

(۱۲۰) ۔ کہاں جائے ، ۱ ۔ جہا کرای کھوکت مراے (؟)،
۲ ۔ کا آپ بھریے ، ۳ ۔ سکھی کت، ۷ ۔ ن ۵ میں
یہ شعر یوں ہے :

کہاں، کھر پیو کے اٹ جائیے جی
لکھا اپنے کرم کا پائیے جی

(۱۲۱) - نه جانو، ۱ - ۷ ، ۸ - کہیں جیو کب تلك اے دکھ سہے گا، ۷ - نکل جیو، ۸ - نکس سی جیو مرا یہ دکھ سہے گا، ۱۰ -

(۱۲۲) - یہ شعر صرف ن ۷ میں ہے -

(۱۲۳) - سکھی منکر سیارو (؟)، ۱، ۹ - کاتك گیا اب اکھن، ۲ - تجھ پر سیه رو، ٤ - سنو سکھیو که اکھن ماس، ٥ - سکھی ممکن شیه رو ماس، ۷ - سکھی تجھ پر سمارو، ۸ - گیا اکھن سکھی اب پوس، م - کاکدھی، ۱ - کاگت، ۲ - کاغذ، ٤، ٥، ٦، ۱۰ - سجن اپنی نکم کدھیں نه پایا، ۷ - سجن آیا نه پاتی، ۸ -

(۱۲٤) - سردی پڑی رہے، ۲، ۸، ۹ - غم اگن میں میں، ۱ - دھی رہے، ۳ - تن میں، ٦، ۷ -

(۱۲٥) - پربام یکدم، ۱ - اٹھوں نت یوں چڑوں، ۷ -

(۱۲٦) - یہ هر یك، ۱، ٤، ٦ - هر یك گویم اپن، ۸ -

(۱۲۷) - ×، ۲ - گئیں بورائے انکھیاں انتظاری، ۳ - گئی مرجھائے انکھیاں انتظاری، ٥ - گئیں پتھرائے انکھیاں انتظاری، ٦ - گئیں اندھرائے انکھیاں انتظاری، ۹ - گئیں بورائے انکھیاں ز انتظاری، ۱۰ - نوٹ: ن ۷ میں مصرع ثانی مصرع اول ہے اس طرح ع گئی

چندسی انکھاں کی انتظاری - ن ۸ میں مصرع ثانی
یوں ہے ع غم اوپر غم کہو کیسے سہوں ری -
یہ مصرع تھوڑے اختلاف کے ساتھ شعر نمبر ۱۱۶
کا مصرع ثانی ہے -

(۱۲۸) - X ، ۸ - پہلا مصرع ، ع تمامی ہوش و عقل سب
گئی رے ، ۱ ، ٤ - تمامی ہوش عقل لٹ گئی رے ،
٦ - تمامی ہوش عقل گم گئی رے ، ۷ - دوسرا
مصرع ، ع عنان دل ز دستم چھٹ گئی رے ، ۱ ، ۲ ،
٤ ، ٦ ، ۷ - تمامی عقل و ہو شم ، ۹ - چھٹ گئی
ہے .... لٹ گئی ہے ، ۲ ، ۱۰ -

(۱۲۹) - X ، ۸ - مرے پاچھیں ، ۱ - مرے پیچھو ، ۳ -
پاچھیں بھی ، ٥ - پاچھے ، ۷ ، ۹ - مرے پیچھے
بھی ناحق ، ۲ ، ٤ ، ٦ - یاحق ، ۱۰ -

(۱۳۰) - X ، ۸ ، م - مجھ چھوڑ ، ۱ - مجھ چھاڑ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ،
٥ ، ٦ - اپنے کاج لا کو ، ٥ - مجھ سے دور ، ۱ -
مجکوں دور ، ۷ - مجھ سے ، ۹ -

(۱۳۱) - X ، م - نہ تم ھمرے ، ۱ ، ۱۰ - نہ ھم تمرے
نہ تم ھمرے ، ۳ - ارے سکھ اپنے کوں آ کے
لاؤ ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ۷ ، ۱۰ - ابے دھاؤ ، ۱ -

(۱۳۲) - X ، م - کاھے بلاؤ ، ٤ - کاھے جراؤ ، ۳ ، ۱۰ -

نصیحت کر ، ٤ ، ٥ ـ کاھے خبر دیو ... کون ملادیو ،
٧ ـ پیارے کو ، ٩ ـ پیارے کون ، ١٠ ـ

(١٣٣) ـ × ، ٨ ـ یوں آوتا ھے ، ١٠ ـ عاشقاں کوں ، ٧ ـ
نوٹ : ن ١٠ میں اسکے بعد شعر نمبر ١٧٨ اور ١٧٩
درج ھیں ـ

(١٣٤) ـ × ، ٨ ـ کروں کیتھا گلے ، ٢ ـ سب چیز پھاڑوں ،
٤ ، ٥ ـ جو گن کے ، ٢ ، ٥ ـ ارے میں بھیس ، ٧ ـ
بھیکھ ، ٩ ـ بھیك ، ١٠ ـ ن ١٠ میں یه شعر ، نمبر
١٣٣ سے قبل آیا ھے ـ

(١٣٥) ـ × ، ٨ ـ ١٠ میں دھوں ، ١ ـ پی کے دیس ، ١ ـ
دھویں ، ٣ ـ دھونیں ، ٩ ـ ھزاراں نالہ غمگیں
سنا کر ، ٤ ـ ھزاراں آہ نالہ کے ، ٥ ـ ھزاراں آہ کے
نعرے بجا کر ، ٧ ـ

(١٣٦) ـ × ، ٨ ، ١٠ ـ دلربا کے ، ١ ، ٧ ، ٩ ـ گھر پکاروں ،
٢ ـ گھر جگاؤں ، ٣ ، ٤ ـ پیا کے وصل ، ٩ ـ

(١٣٧) ـ × ، ١ ، ٢ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ ، ١٠ ، م ـ نہیں ھے
آس اب جیو کے ، ٧ ـ

(١٣٨) × ، ٢ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ ، ١٠ ، م ـ اکھن دکھ
دے گیا ، ٧ ـ پیا بن نین ترسی ھومروں ری ، ٧ ـ
ن ٧ میں یه شعر ١٤٠ کے بعد آیا ھے ـ

(۱۳۹) × ، ۱۰ ، م ـ ٹلك لك ، ۲ ـ مجھ پر لاکھ ، ٤ ـ مجھ پر سال ، ٥ ـ اسے ماس ، ۷ ـ مجھ پر الك بتیا (؟) ، ۸ ـ سیام ، ۷ ، ۸ ـ نوٹ : ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر نمبر ۱۳۷ سے قبل آیا ہے ـ

(۱٤۰) ـ اکھن بتیا سکھی ، ۱ ـ اکھن دکھ دے گیا ، ۷ ، ۸ ـ گیا اکھن سکھی ، م ـ اب پوہ آیا ، ۱ ـ اکھن دکھ دے پر اب یہ پوس ، ٤ ـ پیارے نے مجھے دل سے بھلایا ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ـ پیارے نے مجھے دل سون بھلایا ، ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۸ ـ

(۱٤۱) ـ پڑے پالاں ، ۷ ـ کپے تھر تھر ، م ـ مرا دیہہ ، ۲ ـ لا کی مری نیہہ ، ۲ ، ۷ ـ نجانوں کس گھڑی ، ۳ ـ اری کس ، ۹ ـ

(۱٤۲) ـ ھمن کانپے ، ۲ ـ ھمن کانپوں ، ۷ ، ۸ ـ

(۱٤۳) ـ کوٹرا ، ۳ ـ بھٹی ھوں کوئلا ، ۲ ـ جَل بَل ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ـ پیا بن کوئلا جل بل بھیا تن ، ۸ ـ بھٹے نس سال مجھ پر ماس سودن ، ۱ ـ نس مانس ، ۳ ، ٥ ـ نہیں یہ سال مجھ پر مانس ، ٤ ـ بھٹے نس ماس مجھ پر سال صد دن ، ٦ ـ بھٹے نس ماس مجھ پر سال نس دن ، ۷ ـ نہیں اس سال مجھ پر ماس نس دن ، ۸ ـ بھٹیں نس مانس مجھ پر سال شد دن ، ۹ ـ

(۱٤٤) ـ X ، ۸ ـ یہ مانس، ۲ ـ اس ماس میں ، ۷ ـ پیوکن ، ۳ ـ

(۱٤٥) ـ یہ شعر صرف ن ۱ اور ۸ میں درج ہے ـ

(۱٤٦) ـ یہ شعر بھی صرف ن ۱ اور ۸ میں آیا ہے

(۱٤۷) ـ X ، ۸ ـ برہ نے آئے جادی(؟) ، ۲ ـ برہ نے آچھاروں ،
۹ ـ سکھی کا ہے ، ۲ ـ مائے سوری ' ۱ ، ۲ ، ۳ ،
٤ ' ٥ ، ٦ ـ پڑی گل میں ہمن کے پاؤں بیڑی ، ۷ ـ

(۱٤۸) ـ X ، ۸ ـ آہ ڈیرا ' ۲ ـ پیو کو سیرا ، ۲ ـ پیوکن
سویرا ، ۳ ـ کتھا میرا کہو ، ۷ ـ پیو سے ، ۹ ـ

(۱٤۹) ـ X ، ۸ ـ وکر حاتم زتن ۔۔ ۲ ـ والّا جان زتن ، م ـ
مکر غم سوں ، ۲ ـ امی غم سوں ، ۱ ، ٤ ،
٥ ، ٦ ـ

(۱٥۰) ـ X ، ۸ ـ اجی ملّا ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ـ پیا کے ملنے
کی فال دیکھو ، ۷ ـ (خارج از وزن) ـ

(۱٥۱) ـ یہ شعر صرف ن ۷ اور ۹ میں ہے ـ بر آوے ہمارا ،
۷ ـ وگرنہ جان جاتا ہے ہمارا ، ۷ ـ

(۱٥۲) ـ X ، ۸ ـ ہویگا .... ہویگا ، ۷ ـ ن ۷ میں یہ شعر
نمبر ۱٥۳ کے بعد آیا ہے ـ

(۱٥۳) ـ X ، ۸ ـ سیانو کہ پکھ لونا ' ۲ ـ سلونے سانورے لونا '
۳ ـ سنو سیانو ارے ، ۷ ، ۹ ـ بھرو رے ، ۱ ، ۲ ،

۳، ۴، ۵، ٦ -

(۱۵۴) - × ، ۱ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ٦، ۸ -

(۱۵۵) - یه شعر صرف ن ۹ میں ھے -

(۱۵٦) - مبوئے، ۷ - مجھ کوں پیائے، ۹ -

(۱۵۷) - یه شعر صرف ن ۱ میں ھے -

(۱۵۸) - یه شعر صرف ن ۱ میں ھے -

(۱۵۹) - یه شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۰) - یه شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۱) - یه شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۲) - یه شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۳) - یه شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۴) - چلیا یوس اے سکھی لا کی بہت کہات (؟) ۷ -
چلا یوس اے سکھی یو بیت کر هاتھ (؟) ۸ -
لائے بہت هاتھ (؟) م - دوسرا مصرع : نه پوچھا
ایك دم از من یکیے بات، ۲ - ن ۵ میں پہلا مصرع
اسطرح ھے : ع گئیں سب خوبیاں هیہات ' هیہات -

(۱٦۵) - یه شعر صرف ن ۷ ' ۹ اور م میں ھے - ظُلَم مرے
اوپر، ۷ - ٹھاٹا کیا ھے ' م - همن کو دکھ دیا ھے ' م -
نوٹ : ن ۷ میں یه شعر ۱٦۷ کے بعد آیا ھے -

(۱٦٦) - درد دکھ سون ، ۷ - کروں کیا اب نہ آئے
دیس میتا ، ۷ - مکانش ما کھ لینا ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ -
مکانش ماہ بیتا ، ۱ ' ۸ - ماہ بیتا ، م - دوسرا مصرع ،
بدیسی سیام نے بھیرا نہ کیتا ، م -

(۱٦۷) - یہ شعر صرف ن ، ٦ ، ۷ ' ۸ - اور م میں ھے -
سائیں ہے ، ٦ ، م -

(۱٦۸) - یہ شعر صرف ن ، ۷ ، ۹ ، اور م میں آیا ھے -
اب ما کھ ، م - فراق اب پوس ، ۷ ، م - پیارے
نہیں ، م -

(۱٦۹) - یہ شعر صرف ن ۷ میں درج ھے -

(۱۷۰) X ، ۹ - ارے اس ماس اپنا مولیاری + مجھے غم
کی اگن نے اب لیاری ، ۳ - لگا یہ ماہ اپنا موں
لیاری ، ٤ - اگن نے تو لیاری ، ٤ - از نو لیاری ،
٥ - ارے اس ماہ انیہ مولیا ری (؟) ، ۷ - لگا یہ
ما نہہ امن پنا مولیاری (؟) ، ۸ - جو آیا ما کھ
آنت موڑیا ری ، م -

(۱۷۱) - X ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٥ ، ٦ ، ۹ - بسنت اب گائیے
ری ، ٤ ، ۸ - زتار آہ ن من تائیے ری ، ٤ ،

(۱۷۲) - X ، ۱ - سکھی میں نے ہوئی ، ۲ - سکھی منتی کرے
۳ ، ٥ - سکھی بکتی بھروں ، ٤ ، ٦ - سکھی بنتی

کروں ، ۷ـ کہو دن رین کی ، ٥ـ دین رین تم ، ۲ـ
سنو تم رین کی ، ۷ ، ۸ ـ

(۱۷۳) ـ × ، ۱ ، ٦ ـ پھروں دوڑی بہ غم ، ۲ ـ بھروں بوری
دیوانی پھر کی دیدار ، ۷ ـ بزور درد ، ٤ ـ بوری
دوانی بہر دیدار ، م ـ نپاؤں کونھہ صحرای
بازار ، ۷ ـ

(۱۷٤) ـ × ، ۱ ، ۲ ـ جو میں شب چنگ قامت کا بجاؤں ،
٤ ، ٥ ، ٦ ـ جو شب میں چنگ قامت کل بناؤں ،
۷ ـ بشب چوں چنگ قامت کو بناؤں ، ۸ ـ ارے
چپ آنسوؤں کے ، ۳ ـ آنجھوؤں کے ، ٤ ، ۸ ـ
آنسواں کے ، ۷ ـ

(۱۷٥) ـ × ، ۱ ، ٥ ـ درد جان غم کشیدہ ، ۲ ، ٦ ـ در
دل وجان ، ٤ ، م ـ شراب درد غم جانم کشیدہ ، ۷ ـ
دل جان غم کشیدہ ، ۸ ـ

(۱۷٦) ـ × ، ۱ ، ٥ ـ دلدارم ، ٤ ـ بجان ما ، ۸ ـ کہ اے
دلبر ، ۹ ـ مہر سلیمانی ، ۲ ، ۸ ـ بایں مور سلیمانی ،
٤ ـ بایں مورے سلیمانم ، ۳ ، ٦ ـ بہ ایں مورے
سلیمان یك ، ۷ ـ کہ من مورم سلیمان یك ، م ـ

(۱۷۷) ـ × ، ۱ ـ ارے پردیس جا ، ۹ ـ بسا پردیس میں ،
۷ ـ سکھ نہ دیجے ، ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۸ ـ سنگ نہ دیجے ،

٤ ، ۷ - برھن کے تیں دکھڑا ، ٥ - اتا دکھڑا برھنی
کو ندیجے ، ۹ -

(۱۷۸) - X ، ۱ - دن رات ، ۷ ، ۸ -

(۱۷۹) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - سوبرس بیتا ، ۷ - بیتیں ، ۸ - مجھ
برس بیتا ، ۹ - بیك ساعت ترے اندوہ کیتے ، ۲ -
نه یك ساعت ترا اندوہ چھوٹا ، ۷ - بیك یك ساعت
مجھے اندوہ چیتیں ، ۸ - نه اك ساعت ترا اندوہ
چھوٹا ، ۹ - اندوہ چھوٹے ، م -

(۱۸۰) - X ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۸ ، ۱۰ -
نھونی مجکوں یك ساعت تیرا یاد
نہیں آتی کد ھیں مجکوں کہ کیا یاد ، ۷ -

(۱۸۱) - X ، ۱ - گئی گذری نه آیو ، ۲ - آون نه کینا ،
۹ - پھیرا نه کینو ، ۳ - مدت ھوئی ، ۸ - کا گت..
.. نه دیو ، ۲ - کاغذ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۸ - نه یك
کاغذ کسی کو لکھ بھی دینو ، ۸ - ذرا ٹك لکھو
پانتی ھت نه دینو ، ۷ - ذرا کاغذ ، م - کہیو ، دیجو ،
٥ - نه دینا ، ۹ -

(۱۸۲) - X ، ۱ ، ٦ - کن کھی ھے ۲ ، ۹ ، ۱۰ - ایسی
سختی ، ۱۰ - چنیں سختی ، ۳ - سختی ستی جوکن
بھی رہے ، ٤ - کن بدی ھے ، ٥ - کن جوبدی
رہے ، ۷ - کھو جی کی کہے ری ، ۸ - بھو تم

کون نہی ہے ، ۲ - دنیائی رہی ہے ، ۳ - تمہیں
کچھ لاج ، ٤ - ارے کچھ لاج ، ۷ - تمهن کچھ ' ۸ -
نہیں رے ، ٤ ' ۷ ، ۸ - ارے تجھ لاج لوگن کی
نہیں ہے ، ۹ - نہیں ہے ، ٥ ، ١٠ - نوٹ : نمبر ۹ میں
یہاں سے اشعار ماہ کاتك کے تحت آتے ہیں -

(۱۸۳) - X ، ۱ ، ٦ - کرکے ، ۲ ، ٥ ' ۸ - اب لك نہ آئے ،
۹ - کس سوت نے باتوں لگائے ، ٤ ، ٥ ، ١٠ -
سوك ، ۹ - سوکناں ، ۷ - کن دتیوں نے ، م -

(۱۸٤) - X ، ۱ - وفاداری ، ۷ - سے ، ٦ ، ۸ ، م - ایتادکو غیر
کے پیوکو (؟) ، ۲ - غریباں ' ۸ -

(۱۸٥) X ، ۲ ، ۳ ، ٥ ، ٦ ، ۹ ، م - نہ پوچھی یکدم از من
آئے کربات ، ٤ - نہ پوچھی آئے کر یکدم صنم
بات ، ۷ - نہ پوچھی یکدم از من آن کر بات ، ۸ -

(۱۸٦) - جو دل میں تھا ، ۷ ، م - جانے تہی (؟) ، ١٠ -
کری کیوں تم ھمن سوں ، ٤ ، ۸ - ھمن سوں کیوں کری
نہی ، ٥ - کری نہی کیوں ھمن سوں آشنائی ، ۷ ، ١٠ -

(۱۸۷) - X ، ۱ ' ۳ ، ٥ - دل نہ لیجیے ، ۲ - جانتیے ، ٤ -
من نہ کیجیے ، ٦ - من نہ دیجیے ، ۷ ' ۸ - پریت ، ۲ ، ٦ -
سے ، ٦ ، ۸ - باچھیے ، م -

(۱۸۸) - X ، ۱ ، ٥ ، ۷ ، ۸ - کتنے سو برس پیو ، ۲ - کئی

پیو چاندنی ، ٤ - گئے لور چاندنی (؟) ، ٦ - جان دے ،
٩ ، ١٠ - نمبر ٩ اور ١٠ میں مصرع الٹ گئے ھیں -

(١٨٩) - یہ شعر صرف ن ٣ میں ھے -

(١٩٠) - X ، ١ ، ٢ ، ٥ - آرھا ھے ، ٤ - آگیا ھے ، ٦ -
آوتا ھے ، ٧ - آلگا ھے ، م - ملو تو دیکھ لیوتا
پھر دغا ھے ، ٣ - ملوں تو واوا تا تووڈا ھے ، ٨ -
ملو دیکھ لو تا تو دغا ھے ، ٩ - ملو تو دیکھ اور
تا تو دغا ھے ، ١٠ -

(١٩١) - X ، ١ ، ٨ - درد تم نے کچھ نہ جانے ، ٢ ، ٥ -
ھمارا درد ، م - ھماری ہی پرت تم کچھ نہ جانی ، ٧ ،
٨ - تجھ نے ، ١٠ -

(١٩٢) - X ، ١ ، ٥ - ھمن کے کاج سوں ، ٢ - ھمارے
کام کو ، ٦ - ھمارے کام میں ، ٤ - کام موں ، ٨ -
ھمیں سیں کام دھیرج تم دھرت ھو ، ٧ - ن نمبر ٩
میں یہ شعر ١٩٣ کے بعد ھے -

(١٩٣) - X ، ١ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - تیرے ، ٩ - دلبر تمھارے ، ٢ ، ٣ -

(١٩٤) - X ، ١ - اگر ، ٩ - جھاڑو ، ٢ ، ٥ - جھاڈو ، ٩ - کرو
ھو ، ٤ ، ٥ - کرت کیا ھو ، ٨ - مجھے چاڈو کرونی
کیوں کھکیڑا ، ٧ -

(١٩٥) - X - ١ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - جاناں ، ٢ ، ٣ - پردیس ، ٩ - وس

دیس ، پ - ارے میں آ کے ، ۲ - ارے لٹ ، ۷ ، ۸
(۱۹۶) - × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - نجے ، ۷ ، ۸ - کچھ جتن ، ۹ -
(۱۹۷) - × ، ۱ ، ٤ ، ٥ - کٹھن ھیکا پیا بن ، ۲ - کہو کو
جا سجن سون ، ۲ - پیا سے ، ۷ ، ۸ - کہے کُو اُو جا
پیا سنگ ، ۱۰ -

(۱۹۸) - × ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - ماہ ، ۷ ، ۸ ، ۹ - ما کہ موں
مکھ آ ، ۲ - دوسرا مصرع :- پڑا سانسا مجھے جیو
کے رھن کا ، ۳ - بھروسا نئیں مجھے جیو کا رھن
کا ، ۷ ، ۸ - پڑا سانسا مجھے جی کے رھن کا ،
۹ - ن ۱۰ میں اس کے بعد کے اشعار عنوان "بیان
ماہ پھاگن" کے تحت درج ھیں -

(۱۹۹) - × ۱ ، ۲ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - ن ۷ ، میں یہ شعر "ماہ پھاگن"
کا پہلا شعر ھے اور اس طرح ھے :

کیا جب ماہ دوتا دکھ بھیا ری
جو آیا ماہ پھاگن کیا کروں ری

(۲۰۰) - کیا أب ، ۱ ، ٥ - کیا سب ، ٤ - کیا جب ماہ ،
۱ ، ٤ ، ٦ ، ۷ ، ۸ - سکھی ھے ھے کہ پردیسی
نہ آیا ، ۱ - پیا پردیس چھایا ، ۸ - سلونے شیام کو
پردیس بھایا ، ۹ - ن ۷ ، ۸ میں یہ شعر "ماکھ"
مہینے کا آخری شعر ھے -

(۲۰۱) - یہ شعر صرف ن ۹ میں ہے - ن، م میں دوسرا
مصرع اس طرح ہے - سجن پردیس نت دکھڑا بھروں
ری - اور ن ۷ میں یہ اس طرح درج ہے :

سجن بن دیس مجھ سونا بھیاری (؟)
سجن پردیس نت دکھ مَیں بھروں ری

(۲۰۲) ارے اب تم یہ سنو یہ درد مجھ سوں، ۱ - ھن کا، ۲ - یہ درد من سوں، ٤، ٥، ٦، ۸، م - یہ درد من سے، ۹ - درد منڈ سوں، ۷ - م درد من سوں، ۱۰ - جلا فرقت سے پردیسی سجن کا، ۲ - دکھڑا مجھ سجن کوں، ۷ - کہے کوئی، ۱۰ - سجن سے ۹، -

(۲۰۳) - کہے بامھن، ۱ - کہیں برھن، ۲، ۷ - سلونے روپ، ۱ - سبھوں نے رنگ روپ اپنا بنایا، ۷ - رنگ پایا، ۲، م -

(۲۰٤) - چلی ھنستی ھوئی، ۷، ۸ - چلیں بن بن، ۱۰ - مدر-وں، ۲، ٤ - اپنے مندھر سوں، ۷، ۸ - جا اپنے سجن سوں، ٤، ٥ -

(۲۰٥) - X، ۱ - مزعفر، ۲، ۳، ۹، ۱۰ - معطر چولیاں سب چین، ۹ - چوریاں، ۳ - مظفر چوری، ٤، ۷، ۸ - سوھار نکاٹی (؟) ۷، ۸ - پہن آئیں، ۱۰ - کھر موں

مہنکا بھراویں ، ۲ ـ کہر میں مانگا ، ۳ ـ رنگ سے
مانگیں ، ٤ ـ سبھوں میں کہورے مانگا چرائیں (؟) ،
٦ ـ سبھوں نے رنگ سیں ، ۹ ـ موتیوں مانگاں
بھائیں ، م ـ

(۲۰٦) ـ × ، ۲ ـ ڈاروں ، ۳ ـ سرمہ سب ہیں ڈاریں ، ٤ ـ
سرمے سیاہ ، ٥ ـ بچشم دل سیاہی سرمہ ڈاریں ،
۷ ـ بہ چشم مست سیاہی سرمہ ڈاریں ، ۹ ـ لب دنداں ،
۸ ـ لب از دنداں ، ۱۰ ـ

(۲۰۷) ـ ہر یکس ، ۱۰ ـ کروں کیا ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ،
۹ ـ مہوتی بڈائی ، ۱ ، ٦ ، ۹ ، ۱۰ ، ـ ہوئیے بڈائی ،
۲ ، ٥ ، ـ ہوتی برائی ، ۳ ، م ـ

(۲۰۸) ـ × ، ۳ ـ ز مژگاں تیر و از ابرو کماں کج ، م ـ ن ۷ ،
۸ میں یہ شعر ۲۰۹ سے قبل ہے ـ

(۲۰۹) ـ بن ہے مکھ پر سب ، ۲ ـ غمز ہے گاہ پر ، ٤ ـ
بن رہا ، ۷ ، م ـ گلے ہے بہ پڑی ، ٦ ـ گلے ، ۸ ـ
کرے مالے پڑے ، ۱۰ ـ اور پائے ، ۹ ـ

(۲۱۰) ـ دو زلفاں گنج خوبی ، ۱ ـ لگا ہاں گنج ، ۳ ـ کرکان
ساجن ، ۱ ، ۲ ، ۸ ، ۱۰ ـ مرکان ، ٦ ـ بل کھائے ، ۳ ،
٤ ، ٥ زلفاں کی زور من ، ۷ ـ جوں ناگ کاپھن ،
۹ ـ کج کھائے ، م ـ

(۲۱۱) - کہ کرو کسی کون ڈنك ، ۱ - کہ کروہ یك کسو کے ۲،۳- اوبھے تاك جسکون ڈنك لاوے ، ۶،۴
۷ - کہ کرنوہ کسی کو ڈنك لاوے ، ۸ - اگر لك وہ کسی کے ، ۹ - اگر وہ ناگ کسی کو ڈس کے جاوے ، ۵ - زہر وس کی قیامت لگ ، ۲ - ڈسیا اوس کا ، ۷ - زہر اوس کا ، ۸ ، ۱۰ ، م -

(۲۱۲) - دوسرا مصرع : وگر سازد نگاھے ، ۱ - نماید یك نگه در سوئے ، م -

(۲۱۳) - سے - آواز ، ۳ - بجھوان کی ، ۷ ، ۱۰ - سنے ازھر طرف ، م - ابرن بھرن ، ۲ - اپنی برن اور روپ سنگار ، ۵ - سار سنگار ، ۶ - ٹھاٹ سنگار ، ۷ - ساتھ سنگار ، ۸ -

(۲۱٤) - زہر سو مست ہوشیار ، ۳ - رود ہوشم ز ہر سو مست سرشار ، ۷ - مست و سرشار ، م - لبے بر کتف ، ۲ ، ۶ - در کتف ، ۸ -

(۲۱۵) - اپنے سے ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، م - اپنے سون ، ۲ -

(۲۱٦) - X ، ٤ - رنگاں کے مٹکاں ، ۲ - رنگوں کے کھیلیں ، ٦ - رنگوں کے شیشے ، ۹ - رنگوں کے مٹکیں ، ۱۰ - بھرے مٹکے رنگوں کے ، ۵ - م - اچھیں ، ۷ -

[illegible] ـ سکھل اور رنگ لعل [illegible] ـ بھری ہیں شکل
[illegible] ـ آہی جو لعل ، [illegible] ـ [illegible] لعل، ۵ ـ ہونیں
[illegible] لعل ، ۶ ـ بھری ہیں لال [illegible] ، ۷ ـ تال تاری ،
۱ ـ تال تاری ، ۲ ـ پیا کے [illegible] ـ تال ساریں ، ۷ ـ
[illegible] پیا کے [illegible] ، م ـ

(۲۱۸) ـ × ۵ ـ کہیں ۔۔ اکہیں ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، [illegible] ، ۹ ، ۱۰ ، م ـ
کہیں مردنگ کہیں ڈھولک یو بجے ، ۷ ـ اور طور
کاجے ، ۱ ، ۲ ، ۴ ، ۶ ، ۸ ـ ساز لسنو اور طنبور
گاجے ، ۲ ـ اور تور گاجے ، ۳ ، ۱۰ ـ اور تار گاجے ،
۷ ـ ہور طور گاجے ، م ـ

(۲۱۹) ـ عیدوں کو ، ۲ ـ عیروں سے ، ۴ ـ گاویں بجاویں ،
۱ ، ۲ ، ۵ ـ ہولی مچاویں ، ۶ ـ کھیلیں کھلاویں ، ۸ ـ

(۲۲۰) ـ × ، ۶ ـ غرائب دوھریں ، ۱ ـ اسی میں دوھرے ، ۵ ـ
انہی سوں دوھرے غزلاں ساویں ، ۱۰ ـ غزلاں ،
۷ ، ۸ ـ ہولیاں ، ۱ ، ۴ ، ۵ ، ۷ ، ۸ ـ

(۲۲۱) ـ کہنے سوں ، ۲ ، ۵ ، ۸ ـ پراتی جلاوے ، ۲ ـ تن
پرما ، ۳ ، ۴ ـ موراتن ، ۱ ـ

(۲۲۲) ـ وحالاں لڈتیاں ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۷ ، ۹ ـ دھاراں دھومیاں ،
۶ ، ۸ ـ دھاراں دیتیاں ، ۱۰ ـ سب مل کرت ہیں ، ۲ ـ
ناریاں عشرت کرت ہیں ، ۷ ـ سب [illegible] کرت ہیں ، م ـ

(۲۲۳) - اری میں [illegible] میں رہ گئی، ۴ - ولے میں ہی رہی، ۵ - ولے میں رہ گئی، ۷ - جانے [illegible] ۱، ۸، ۹ - جانے مجھ اپر، ۱، ۵، ۶ - [illegible] اپر دن، ۹ -

(۲۲٤) - × ۵، ۰ - تم کو یا ۱، ۱ - نہیں کچھ فکر مجکو ہے، ۲، ۳ - پیا کچھ دکھ، ۴ - نہ پیا مجکو نہیں، ۸ - تم کون، ۱۰ - کچھ فکر، ۱۰ - یاد ہے، ۱، ۶، ۱ م - مشکل یاد ہوں، ۷ - مطلق یاد نہیں، ۷ - مجکو یارا، ۲ - مطلق یاد ہوں، ۱۰ -

(۲۲۵) - دوسرا مصرع : کہ ابے تلک گھر کو ابھی تم، ۲ - کہ باہر جاکے پھر گھر ہو نہ آئے، ۳ - کہ تا ہنوز گھر تم پھر نہ آئے (؟)، ۷، ۹ - تا ہنوز گھر تم کیوں نہ آئے (؟) ۸ - کہ تا ہنوز تم گھر کو نہ آئے (؟)، ۱۰ -

(۲۲۶) - × ۱، ۲ [illegible] ۳، ۴ - بیرے، ۷، ۸ - [illegible] [illegible]

(۲۲۷) - [illegible] رہے گا، ۱، ۳، ۷ - دوسرا مصرع : [illegible] رہے گا، ۱، ۴، ۶، ۸ - اگر [illegible] کرے گا، ۷ - کہو [illegible]

کس کے گل پڑیگا، - صفحہ نمبر ۷، ۸ میں یہ
نمبر ۲۲۹ کے بعد ہے -

(۲۲۸) - پردی زود آوے، ۹ - گلے جون گل، ۲، ۳ -
مہر کر کے گلے سون مجھ لگاؤ، ۷، ۸ - مجھے گل
سون لگاؤ، ۱۰ - لگارے، ۹ -

(۲۲۹) - ×، ۱، ۴، ۵، ۶ - ارے بالم، ۷، ۸، ۱۰، م -
پاؤں، ۲، ۳، ۴ - پایں، ۹، ۷، ۸ - ترے پیاں
پڑوں گی، م - قربان کروں گی، م -

(۲۳۰) - ×، ۱، ۴، ۵، ۶ - هورهون ری، ۲ - جو کچھ
مجکون کہے گا سو سنوں گی، ۷، ۸ - دل و جان تجھ اپر
قربان کروں گی، ۹ - جو کچھ مجھ کون سنہاوے گا
سہوں گی، ۱۰ - جو کچھ مجکو سناوے گا
سنوں گی، م -

(۲۳۱) - ×، ۱، ۴، ۵، ۶، م - آورے آو، ۷، ۸ -
آؤ گہر رے، ۱۰ - دکہلاؤ رے آؤ، ۷، ۸ -

(۲۳۲) - ×، ۱، ۴، ۵، ۶ - هورهی ری، ۹ - غمانی جو دیوانی،
۷، ۸ - غمانی بل دوانی، ۹ - غمانی چہ دیوانی، م -

(۲۳۳) - ×، ۱، ۳، ۴، ۵، ۶ - گہر آو اگر پیوی، ۲ -
ارے آؤ جلن، ۷ - ارے گہاں آ، ۹ - ... کنتھا،

۱۰ – موری سنو، م –

(۲۳۴) – X ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ۵ ، ٦ – دکھ کہوں کی ، ۷ – دکھ سناؤں ، ۹ – دوسرا مصرع :

غم اوپر غم کہو کب لگ سہوں ری ، ۲ –

نہیں یو دکھ ایسے کب لگ بکوں کی ، ۷ –

نہیں طاقت مجھے کب لگ سہوں رے ، ۹ –

نہیں آدر ایسے کب لگ سہوں رے ، ۱۰ –

(۲۳۵) – X ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ۵ ، ٦ – ھے آخبر لے ، ۷ ، ۹ – اپنے سر ، ۷ – غانی کی صبر ، ۲ –

(۲۳٦) – X ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ۵ ، ٦ – اری او دھو ، ۷ ، ۱۰ – او دھو کو سب قصہ سنایا ، م – جھگڑا بجھایا ، ۷ – جھگڑا جتایا ، م –

(۲۳۷) – X ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ۵ ، ٦ – نہ جانے ، ۲ – نہیں آون کیا کیا جتن کیجے ، ۹ – نہ مانا اُن کہا کیا چین کیجے ، ۷ –

(۲۳۸) – X ، ۱ ، ٤ ، ۵ ، ٦ – مشہور ھے جو جیت ھوئیں ، ۲ – نقل مشہور جب یو بخت الٹے ، ۷ – جو بخت روٹھے ، ۹ – میت ھوئیں ، ۲ – بھئے جب ، ۷ – بھئے سب بیر بھائی میت کھوٹے ، ۹ – بھئے سب

مہت اخوان خویش کھوئے، ۱۰ -

(۲۳۹) - × ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ - کوئی من مہت میرا ، ۷ - پیو کون سویرا ، ۷ -

(۲٤۰) - × ، ۱ ، ٦ - دیہین ، ۲ - سب نیہی پری ، ٥ - تمہارے ہجر سے گھر میں پڑی رہے ، ٤ - حو ماری آہ ہجران .... ری ، ۷ - بہ نار ہجر سب دیہی جرے ری ، ۸ - ہو ری بھٹے ری ، ۲ - گھر کت رہ رھی ری ، ۳ - گھر کت رم رہے ری ، ٥ - ہوری برے ری ، ۸ -

(۲٤۱) - × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - کیا پھاگن ، ۹ -

(۲٤۲) - سکھی اب ، ۱ ، ٥ ، ۹ - سکھی یہ ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، م - آئی سہائی ، ۱ ، ۲ - آئی تو ائی ، ۳ ، ٤ ، ٥ - آئی نوائی ، ۸ ، ۹ - سکھی اب چیت مانس آیا تو آئے ، ٥ - آئی نہ آئی ، ۷ - کیا جب ماہ پھاگن چیت آیا ، ٦ - اجھوں لگ آس میری ، ۱ - پر نہ لائی ، ٥ ، ۷ - پھولی پھلواری اور سب رنگ لایا ، ۹ - اجھوں آنند ، ۱۰ -

(۲٤۳) - پھلواریاں ری ، ۱ ، ۳ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ، ۱۰ - ناریاں ری ، ۱ ، ۳ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ، ۱۰ - سیریں ، ٤ ، ٥ ، ۸ - کرین عشرت ، ۱۰ ، م - کرین ھیں سب ،

۹ - سیر آ، ۲ -

(۲۴۴)- × ، ۵ ، ۶ - هار پھولوں کے ، ۱ - بھنور پھولوں کا ، ۲ - لڑی پر پھول پھولن کی ، ۴ - رهیں هیں ناریاں پیو کے گلے لاگ ، ۷ ، ۸ - سوتی هیں ناریاں پیو کے گلے لاگ ، ۹ - کی لگی آگ ، ۲ ، ۷ ، ۸ ، ۹ - داغ ، ۱۰ -

(۲۴۵) - سہاری ، ۴ ، ۸ ، م - درد و غم هم نے سہا ، ۶ - سہا هے ، ۸ - درد و دکھ ، ۱۰ - هر دم دهے ری ، ۲ - هر دم رہا ری ، ۴ ، ۶ - هر دم رها هے ، ۷ - دیاری ، ۸ - دیے ری ، ۱۰ - هر دم دیا ، م -

(۲۴۶) - × ، ۵ ، ۶ - دن رین مجھ نا کن ، ۲ - ڈسے ، ۴ ، ۸ - جگ هنسے هے ، ۴ - پھرون دوری ، ۱۰ -

(۲۴۷) - × ، ۴ ، ۵ - پریم پھانسی ، ۲ ، ۶ - مرے گر میں پھنسی هے ، ۹ - گل موں ، ۲ ، ۶ ، ۷ - کر موں ، مرۓ هوا مرنا مرا ، ۱ - اورن کی هانسی ، ۷ - پهیا مرنا مرا ، ۸ - نوٹ : میر حسن نے یہ شعر اپنے تذکرہ مین نقل کیا هے -

(۲۴۸) - پھرون تھی ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۶ - روتی پھرون ری ، ۷ - موں ڈرتی پھرون تھی ، ۸ - پھرے تھی ،

۹، ۱۰ - نصیحت بہت اپنے کو، ۱ - نصیحت اپنے
کو آپی، ۲ - نصیحت میں میں، ٤ - نصیحت آپ
کون نـدن کرون ری، ۷ - نصیحت میں این کون
نت کرون تھی، ۸ - کرے تھی، ۳، ٦، ۹ -
کرون تھی ۱، ٤، ۸، ۱۰ -

(۲٤۹) - بنجھی کی لگن، ٦ - اری سکھ دے، ٤، ۸ -
اری دے دل، ۷ - ہزاران دکھ نہ دیجیے، ۸ -
ہزارون، ۹ - ہزاران دکھ نہ لیجیے، ۱۰ -

(۲۵۰) - X، ٦ - مسافر ہے، ۱، ٤، ۹، م - رو رو
کنوایا، ۲ - روتے، ۳، ۷ - جنم اپنا، ۹، م -

(۲۵۱) - نین برجی نا، ۱، ۳ - پر چیں نا، ۲ - برجھی نا،
٤ - برجھی نا رھی ھے، ۵ - دو نین برچی نا، ٦ -
برجی نارھی ری، ۷، ۹، ۱۰ - بر چھنہاریا ھین،
م - لیے کر پرائے بس، ۱ - بس پڑی ھے، ۵ -
بس کیا ھین، م -

(۲۵۲) - یہ شعر صرف ن ۲ میں ہے -

(۲۵۳) - X، ۱، ۲، ٤، ۵، ٦، ۸، ۹، ۱۰ -
پیا دل دے سنگ چلتے رہے ری، ۷ -
دونوں مانی سدا جاتی رہے ری، ۳ -
اری اے نین لی رسوا کر رہے ری، ۷ -

(۲۵٤) ـ یہ شعر صرف نؔ ۳ میں درج ہے ـ

(۲۵۵) ـ X ، ۵ ، ٦ ـ بجالم ای صبا بہر خداری ، ٤ ، ۸ ـ باقی ہماری ، ۲ ، ۳ ـ باتاں ہماری ، ۷ ـ پیاپا جاسنا ، ۹ ـ

(۲۵٦) ـ X ، ۵ ، ٦ ـ تم ہی ہمن سیے ، ۱ ـ دل نے ہمن سیں ، ۳ ، ۱۰ ـ دل موں ہمن سوں ، ۲ ـ کری دل سوں ہمن سوں بے وفائی ، ۷ ـ کریں ... آشنائی ، م ـ

(۲۵۷) ـ X ، ۵ ، ٦ ـ اے جان میں کھایا ، ۱ ، ۸ ـ ارے میں جان کے کھایا دغا ، ۲ ـ دغا ، ۳ ، ۹ ، ۱۰ ، م ـ ارے اے جان من کیا یادگاری ، ٤ ـ ارے انجان میں کھائی دغا ری ، ۷ ـ تجھ سے ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، م ـ تجھ ایسے سنگدل ، ۱۰ ـ

(۲۵۸) ـ X ، ۵ ، ٦ ـ گھر کہے کی ، ۲ ـ تو گھر کہے کی ، ۳ ـ کر کئے کی ، ٤ ـ گھر کئے کی ، ۷ ـ اب تو گئے کی ، ۸ ـ کر کہی کی ، ۱۰ ـ بھروں ہوں ، ۸ ـ مرت ہوں ، م ـ

(۲۵۹) ـ X ، ۱ ، ۵ ، ٦ ، ۷ ـ نارھا ، ٤ ـ اری بل نیک ، ۸ ـ تن میں ، ۹ ـ بل بدوہ تن سوں ، ۱۰ ـ خاکستر بھیاری ، ٤ ـ

(۲٦۰) ـ تم نہ کیجو ، ۱ ، ۷ ، م ـ آن کر ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ۸ ـ خبر میری سیرے آن لیجو ، ۵ ، ٦ ـ شتابی در عقب ، ۲ ـ

کچھ نہ کیجو، ۷ - دیدار دیجو، ۷ ، ۸ -

(۲٦۱) - X ، ۲ - چلی رہے گی، ۳، ٥ ، ۱۰ - پیا بن برهنی، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ۷ ، ۹ -

(۲٦۲) - یہ شعر بیساکھ کے ذکر میں پہلا شعر ہے ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ۱۰ - ارے بهادوں ارے ساون ، ۱ - کہاں ساون کہاں بهادوں کہاں ہے ، ۷ - کہاں ساون کہاں بهادوں کہاں رہے ، ۸ - کہاں بهادوں ارے ساون کہاں رہے ، ۹ ، ۱۰ - کہاں ہے ... جہاں ہے ، م - ملوثك آئے یہ فانی جہاں ہے ، ۷ - ملوثك آئے پردیسی جہاں ہے ، ۱۰ -

(۲٦۳) - کروں کیسا ، ۱ - پهروں کیسے ، ۲ - کهرے کیا ، ۳ - کریں کیسے ، ٤ ، ۸ - رهوں کیسے ، ٥ - کروں کیسی ، ٦ - کیا چیت ، ۷ - بهری کیسی ، ۱۰ - کہ کویل انبہ پر ، ۱ - کویل بهی ، ٤ - انبہ چڑھ کے ، ٦ - کویل بهر ، ۹ - کویل نیب اٹھ برہ پر شور لایا (؟) ۱۰ -

(۲٦٤) - یہ شعر صرف نمبر ۹ میں درج ہے -

(۲٦٥) - یہ شعر صرف ن ۹ میں درج ہے - م ، میں اسطرح ہے - جری سر باؤں لگ ہے ہے اکیلی -

نوٹ :۔ مطبوعہ نسخے میں شعر نمبر ۲٦۷ کے بعد یہ اشعار ملتے ہیں ۔ ان میں بہت سے نا موزوں اور غلط درج ہیں :۔

سنی آواز اور کویل کی بتیاں

پڑے کیوں چین دن رین مجھ چھتیاں ؟

گھڑی کیسی لگی ہے آگ تن میں

پڑی بیچھے تڑپتی ہے انگن میں

پھولے ٹیسو لگی ہے آگ بن میں

جرے چیوڑا ، پڑی ہے آگ من میں

دیہی سر پاؤں لگ بیراگ سیتی

ہوئی جل کویلا اس آگ سیتی

اری کویل کہو پردیس جائے

سبھی بتیاں ہمن پر اس کو سمجھائے؟

ارے تجکو پیا پردیس بھایا

برہنی کو دیا تیں دکھ سوایا

ارے دارو اسے دکھ کرو تم (؟)

پلک اس کے لیے مرے سر پر دھرو تم

نمانی کرو نصیحت ہوں دوانی (؟)

بھئی جو درد سوں تیری نمانی

(۲٦٦) ۔ ہمارے پی ، ۱ ، ۱۰ ۔ پیو گھر نا ہیں ، ۲ ۔ اجھوں

کھر نہ آئے ، ۳ - کھر اجھوں نہ آئے ، ۵ ، ۶ -
اجھوں لگ ، ۱۰ - اجھوں نا کھر ، م - کے بس
پڑے ری ، ۴ ، ۸ ، م - کن سوت نے باتوں لگائے ،
۵ ، ۶ - ارے کن دوتی ، ۷ -

نوٹ: - ن ، ۸ میں یہ شعر جیٹھ مہینے کے تحت نقل ہے -

(۲۶۷) - X ، ۱ ، ۳ - اس ماہ ، ۱۰ - ھمن حیران و سرگردان
پھرت ھیں ، ۲ ، ۴ ، ۵ ، ۶ ، م - ھمن سی خوار
سرگرداں پھرت ھیں ، ۷ - ھمن حیران سرگرداں -
پھرت ھیں ، ۸ - ھمن سی خوار و سرگرداں
پھرے ھیں ، ۱۰ -

(۲۶۸) - در ھر دوعالم ، ۷ - بھیا امروز سکھ ، ۸ - بھیا ھے
سکھ انند ، م - خدا پر ھے مرا معلوم حالم ، م -

(۲۶۹) - X ، ۶ ، م - از بس بھیا ری ، ۲ - مرا سب سکھ ،
۱۰ - تنم بے خوابی سے میرا بھیاری ، ۶ - سارا
بھیاری ، ۷ - تنم بے خواب جیو (ن) ، ۸ -

(۲۷۰) - X ، ۵ ، ۶ - سکھی یہ دن کو میں کیسے بھروں گی ،
۲ ، ۱۰ - یہ دن کھو کیسے بھروں گی ، ۳ -
سکھی یہ دن کھو ، ۷ - ایکلا کیسے بھروں ری ،
۹ - دن رین کیسے بھروں گی ، م - اب بس ، ۱ - بن
بکھ ، ۲ - نہیں اب صبر میں ، ۴ -

نہیں ہے صبر مجھ، ۸ - بکھ، ۱۰ - مروں گی، ۱۰ -
فکر بس کہا کر، م -

(۲۷۱) - X، ۵، ۶ - سجن سے، ۱، ۹ - سجن کو، ۲ - کہے
دکھ کوئی مرے جانی سجن سوں، م - جلن سے،
۱ - کہ آکر وہ دیکھے مری جلن کو، ۲ - ملے آکر
وہی جانم جتن سوں، ۷ - ملیں (آن کے) زود
بیراگ من سے، ۹ - بھلا ہے تب کہ چھوٹے جان
تن سوں، م - نوٹ: - مطبوعہ نسخے - (م)
میں اس شعر کے بعد یہ دو شعر درج ہیں:-

گیا بیراگ کنتھا گھر نہ آئے
بھٹے پر دیس میں جا بس پرائے
سکھی اس رُت اگر ساجن نہ آویں
مروں گی میں، مجھے جیتا نہ پاویں

(۲۷۲) - لگو یہ جیٹھ، ۱ - دیکھوں اب جیٹھ سوں دھوپاں
پڑت ہیں، ۲ - لگا اب جیٹھ یہ، ۳ - لکھوں اب
جیٹھ میں دھوپاں پڑت ہیں، ۵ - سکھی اب جیٹھ
میں دھوپاں پڑے ری، ۷ - لگا اب جیٹھ، ۸ - لگی
اب جیٹھ رت دھوپاں پڑت ہیں، ۹ - لگو اب جیٹھ
یہ، ۱۰ - سکھی اس جیٹھ میں دھوپیں پرت ہیں، م -
بھرت ہیں، ۲، ۵، ۹، م -

لگا اب جیٹھ رے دھو یاں ڑت ری

ھمن یك خوار و سر گرداں پھرت ری ، ۶ -

(۲۷۳) - × ، ۲ ، ۸ - آگ موں غم کی ، ۱ ، ٤ - اپ آگ غم کی موں ، ۳ ، ۶ - ھمن ھی آگ غمکیں موں ، ٥ - ھمن اس آگ غم کی میں پھرت ھیں ، ۷ - ھمن اس آگ غم میں یوں ، ۱۰ - ھمن اس آگ غم کی میں جرت ھیں ، م - علاوہ دوسرے دھو یاں پڑت ھیں ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ۶ - علاوے دوسرے پساواں جرت ھیں ، ۷ - لو واں پڑت ھیں ، ۹ - علاوے دوسرے لویاں پڑت ھیں ، ۱۰ -

(۲۷٤) - × ، ۳ - ناریاں سب ، ۲ ، ۳ - بچھائے تخت اوپر چاندنیاں ری ، ٥ - بٹھیاں ھیں تخت اوپر ناریاں ری ، ۷ - تخت پر سب ناریاں ری ، م - پیا کے سنگ ، ٥ ، م - ساریاں سب ، ۲ ، ۳ -

(۲۷٥) - × ، ۲ ، ۶ ، ۱۰ ، م - دوسرا چھڑکاؤ کرتے ، ٥ - چھڑکاؤ کرتیاں ، ۷ - باؤ کیجے ، ۱ - باؤ دیجے ، ٤ ، ۸ - باؤ کرتے ، ٥ - فراش بادکش کی باؤ لیتیاں ، ۷ - فراش و بادکش کی باؤ کیجے ، ۹ -

(۲۷۶) - کے اے سکھی ھیں اب پیا ، ۱ - جو ھووین کے

سکھی اس رت پیا گھر، ۱۰ ـ ھیں میسر، ۳، ۶، ۷ ـ
(۲۷۷) ـ X ، ٤، ٥، ۸ ـ ھمارے پا برھنه، ۱ ـ ھمارے
پانو تلك ھے دھوپ برسیں، ۲ ـ گھر سیں، ۳ ـ
پی باج در در، ۹ ـ پیو باج در در، ۱۰ ـ دوڑتی
بے تاج در در، م ـ
(۲۷۸) ـ X ، ٥ ـ دوپہری ا یکلی، ۱ ـ دوپہری دھوپ ھی
کیا، ۸ ـ ٹھیك میں، ۹ ـ بھرت ھیں، ۹ ـ جستجو
میں میں بھرت ھوں، ۳ ؛ ٤ ـ پیا کی نت جو میں
بندی کرت ھوں، ٦ . من میں کرت ھوں، ۷ ـ
میں نت کرت ھوں، ۸ ـ پیا کے پاس بن رووت
مرت ھوں، ۹ ـ
(۲۷۹) ـ X ، ۱، ٥، ۸ ـ پگن موں، ۱، ۲، ۳، ٤، ٥،
٦، ۱۰ ـ بھپھولے ھوچلے سارے بدن موں، ۱،
۲، ٥ ـ سکھی لو ھوچلے سارے بدن موں، ٤ ـ
نوٹ :ـ ن ٤ میں اسکے بعد یه شعر ھے :

اری یه کاگ نے مھینوں جلایا
پیا کی جستجو نے سر دکھایا

(۲۸۰) ۱ ـ X ، ۷، ۸ ـ اٹھے بیٹھے کی ؛ ۲ ـ جان بلب کب
لگ، ۲ . نه جانوں جان به تن کب لگ رھے ری،
۳ ـ جیو دکھت کب لگ، ٤ ـ جان زتن،

۵ ۔ تمامی دیہہ برھا (سنے دھی) رہے ، ۹ ۔ تن
میں جان کب لک رہے ری، ۱۰ ۔ جانِ من ، م ۔
نوٹ : ن ۹ میں اس کے بعد یہ نا مکمل شعر ہے :
چھٹے اب جیوڑا دوکھ سے ھمارا
لکھے ہے سب جگ دکھ اوار ؟؟
(۲۸۱) ۔ X ، ۲ ۔ لون تیری ، ۱ ، ۲ ، ٤ ، ۵ ، ۹ ۔ گو سینیاں ۸ ۔
نسخہ م میں اس کے بعد یہ شعر بھی ہے :
ہارے بن گئی سدھ بدھ جو موری
ارے میں تو بھئی بن دام چیری
(۲۸۲) جا کہے کوئی ، ۱ ۔ کوئی جا کہے ، ٤ ، ۵ ، ۔ سکھی
جا کون بولے ، ۷ ۔ سکھی کر کوئی کہے جا ،
۱۰ ۔ دلربا سے ، ٤ ، ۹ ۔ دلربا کون ، ۵ ۔ پر جفا سے ،
۱ ۔ پر جفائے ، ۲ ۔ پر جفا اور ، ٤ ۔ جفا گر بے وفا
سون ، ۵ ، ٦ ۔ سکھی کوئی جا کہے اوس ، ۸ ۔
بے وفا و پر جفا ہے ، ۹ ۔ بے وفا سون ، پر جفا سون ،
۱۰ ۔ پر جفا و خود نما سون ، م ۔ نسخہ م میں اس
کے بعد یہ شعر ہے :۔
تمامی درد دکھ اس یاوری کا
کہ سازد فکر کچھ اس داوری کا
(۲۸۳) ۔ X ، ٤ ، ۵ ، ۸ ۔ کہ بارہ مانس بھی تم بن بہائے ،

۲ ـ که بارہ ماس ، ۳ ـ رو رو ، ۹ ـ یہ گیارا ماس میں
روتیے گنوائی ، ۸ ـ ارے ظالم اجھوں تم گھر
نہ آئے ، ٦ ـ

(۲۸٤) ـ × ـ ۱ ـ ترے غم سوں بہ لب جان آرہا ہے ، ٤ ـ
۸ ـ سلگتا جیو ابوں پر آرہا ہے ، ٥ ـ سکن
جیونیں پر آرہا ری ، ۲ ـ نہ نکسے جیو ، ۳ـ سسکتا
جی ، ۷ ، م ـ سسکتا جیو ، ۸ ، ۹ ـ
شکستہ جیوں کیوں تیرا رہا ہے ، ۱۰ ـ

نوٹ : ـ ن نمبر ۷ میں اس کے بعد یہ شعر ہے (والآ جان
زتن باھر پڑیگا) جو دوسری جگہ درج کیا جاچکا ہے ـ

(۲۸٥) ـ × ، ٤ ، ٥ ، ۸ ـ اپنے کو دکھاؤ ، ۱ ، ٦ ، ۹ ، م ـ اپنے
کوں ، ۷ ، ۱۰ ـ

(۲۸٦) ـ × ، ۲ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ ـ

(۲۸۷) یہ شعر صرف نسخہ م میں ہے اور تسلسل شعری کے
پیش نظر داخل کر لیا گیا ہے ـ

(۲۸۸) ـ آساڈھ ، ۸ ، ۹ ـ نہ جانو ، ۱ ـ

(۲۸۹) ـ × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ـ سنوری رات کی ، ٦ ـ موری کہانی ،
۲ ، ۳ ، ۹ ـ کر کو موڑ کے ، ۲ ، ۳ ، ٦ ـ کر
کو موڑ کر ، ۷ ، ۹ ، ۱۰ ـ

(۲۹۰) چاو ، ۲ ، م ـ سرسوں ، ۲ ، ۹ ، ۱۰ ـ نئے سر سے مجھے

د کھڑا دیا ری، ٥، ٦، م۔ مصرع اول شعر نمبر
١٤٠ کا مصرع دوم ہے جو اس سے قبل آچکا ہے۔

(٢٩١)۔ ز دیدہ اشک باراں دل گرفتم، ٤۔ ن ٤، ٦ اور
٨ میں مصرعوں کی ترتیب موخر مقدم ہے۔
ن م مین یہ شعر جیٹھ کے ماہ میں درج ہے۔ اشک
افگندن، ٧۔

(٢٩٢)۔ یار اغیار، ١٠۔ یار وغم خوار، م۔ بجز حق کس
ندیدم در جہاں یار، ٧، م۔

(٢٩٣)۔ ×، م۔ ن ١ مین یہ شعر ٢٨٨ کے بعد درج ہے۔
خدارا درد مارا، ٧۔

(٢٩٤)۔ دیگر نہ نالم، ٢۔ دیگر نیا یم، ٤، ٥، ٦۔ دوسرا
مصرع ع بجز تو نیست دیگر در خیالم، ٢۔ بجز
او نیست، ٦۔ نباشد بادشاھم، م۔ دیگر نباشم،
١٠۔ نمائی شب بروز بادشاھم، ١٠۔

(٢٩٥)۔ بہ مقسوم: م۔ بروں آرم، ١، ٢، ٤، ٦، ٧،
٨۔ بروں آور ز اندوہ ندامت، ٩۔ کہ برھانم
ز اندوہ غرامت، ١٠۔

(٢٩٦)۔ یہ شعر صرف ن ٦ اور ١٠ میں درج ہے۔
خود را بہ رحمت، ١٠۔ صحیح کن (خارج
از وزن)، ١٠۔

(۲۹۷)۔ اری میں سوگئی ، ۵ ، ٦ ، ۸ ۔ ابواب عنایات ، ۱ ۔
ابواب حاجات (خارج از وزن) ، ۲ ۔ ابواب مہمات ،
٤ ، ۵ ، ٦ ۔ ابواب فتوحات ، ۳ ۔ چوب ابواب
حاجات ، ۷ ۔ ابواب مرادات ، ۸ ۔ ابواب مناجات ،
۱۰ ۔

(۲۹۸)۔ یاریاں سب ، ۱ ۔ گاوتیں ہیں ... آوتیں ہیں ، ۱۰ ۔

(۲۹۹)۔ X ، ٤ ، ۵ ۔ بڑے دیوان میں ، ۱ ۔ بڑے ایوان
موں ، ۲ ، ۳ ۔ مرے ایوان میں ہے شمع سوزاں ،
٦ ، ۸ ۔ بھی ہے روشنی سارے مندرماں ، ۹ ۔
مندل ماں ، ۸ ۔ میرے مندرماں ، ۱ ۔

(۳۰۰)۔ نہ دیکھی ، ۷ ۔ عجب حیران بھی ، ٤ ، ۵ ۔

(۳۰۱)۔ یہ شعر صرف ن ، ۳ ۔ میں درج ہے ۔

(۳۰۲)۔ کنے ، ۱ ، ۳ ، م ۔ سکھی تعبیر ، ۲ ، ۷ ۔ کنھوں ،
۵ ۔ آخر گشتہ ، ۲ ۔ کنھاں ، ۹ ۔

(۳۰۳)۔ X ، ۲ ۔ سادی ، ٦ ۔ شاداں ، ۷ ۔ اری یہ بات سن
شرما رهی رہے ، ۸ ۔ سادھی ، م ۔ دیکھن کو ، ٤ ۔ نس
دیکھن ، ۵ ۔ دیکھن ہون لگی ، ٦ ۔ مین گئی رہے ، ۹ ۔

(۳۰٤)۔ لپکتا آوتا ہے ، ٤ ، ۵ ۔ بخوبی ماہ را ، ۱ ، م ۔
بحسن ماہ ، ٤ ۔ بحسنت ماہ کو ، ۸ ۔

(۳۰۵)۔ یہ شعر صرف ن ، ۳ ۔ میں درج ہے ۔

(۳۰۶) - ×، ۲، بان پڑی، ۱، ۵، ۶ - پیاں پڑی، ۳ - سکھی
میں دوڑ کر بان پڑی ری، ۷ - دوڑ کر بایوں پڑی
ری، ۸ - لیتی، ۱ - اپنی کرے، ۶ - لانے کلے ری،
۷، ۸ - لینی، کرے لانے، ۹ - پاس، ۱۰ -

(۳۰۷) - ×، ۵ - وصل یار، ۲ - چه دلها یار، ۴ - رها بی،
۳، ۶ - زرا هے یار پایا، ۱۰ - دکھڑا گنوایا، ۲، ۷ -
جهگڑا چکایا، ۳ - دکھڑا مٹایا، ۴ -

(۳۰۸) - ×، ۸ - چولاله سرخ گشته، ۱، ۲، ۳ - چولاله
گشت سرخ رنگ رویم (خارج از وزن)، ۷ -
بهر دم کعبه وصلش بجویم، ۲ - گفتگوئے جاں،
۴ - گفت جامی را، ۷ -

(۳۰۹) - ن ۱۰ میں حضرت جامی کے اس شعر سے قبل یه
ذیلی عنوان قائم کیا گیا هے - "قول حضرت جامی" -
خوشا وقتے، ۲، ۱ -

(۳۱۰) - ×، ۳، ۵ - جراغ روشنائی، ۷ -

(۳۱۱) - ×، ۵، ۶، ۸، م - به عشق، ۲ - دیکھو اس عشق، ۷ -
دکھی باچھے مجھے دکھڑا دیا ری (؟)، ۷ - به غم دیگر،
۲ - دیکھو یه عشق، ۱۰ -

(۳۱۲) - ×، ۵ - چو سروشطرنج، ۷ - یه عشق سازی، ۹ -
ندانی چوپڑ وشطرنج، ۱، ۱۰ -

(۳۱۳) - X ، ۵ - نجانوں ، ۲ ، ٤ ، ٦ ، ۷ - ایسا نجانوں ، ۸ - تمی ، ۱ - تجھے بس آگ ، ۲ - تمھیں ، ٤ ، م - آگ غم کی موں نہ پڑتا ، ٦ - اس اکن ، ۸ -

(۳۱٤) - X ، ٤ ، ۵ - نجانوں ، ۲ ، ٦ ، ۷ - محبت خانہ را مومی نجانوں (؟) ، ۷ - خانہ بھانمی نجانو (؟) ، ۸ ، ۱۰ - خانہ را بامی (؟) ۱۰ -

(۳۱۵) - X ، ۲ ، ٤ ، ۵ ، ۷ - عشق وعشرت کو نچھورو ، ۸ - تن من سو نچھورو ، ۸ - ارے یہ عشق و عشرت ، ۹ - پیا کا نؤں ، ۱۰ - تن من میں ، م -

(۳۱٦) - X ، ٤ ، ۵ ، ٦ ، ۷ ، ۸ - یکدے آسودگی ، ۱ ، ۳ - ایك دم ، ۲ - نیستم ، ۳ - اندوہ و غم آلودگی ، ۱ ، ۳ - پالودگی نیست (؟) ، ۲ ، م -

(۳۱۷) - X ، ۲ ، ٤ ، ۵ - کیوں دکھڑا بھرت ھو ، ۳ - بناحق ، ۷ - عبث اس (آگ میں) غم کی جرت ھو ، ۷ - غم موں کیوں مرت ھو ، ۸ - بن موت غم میں ، ۹ -

(۳۱۸) - X ، ۵ ، عشق کا بیڑا ، ۱ - عشق کا پنڈا ، ۹ -

(۳۱۹) - X ، ٤ ، ۵ - مجھ پر ڈھیلا ، ۲ - اب یك قدم چلنا ، ۳ ، ٦ - بھیا تھا یك قدم چلنا ، ۸ - بھیا اك دم مجھسے جیونا ، ۹ - بھیا اب یك قدم جاتا ، ۱۰ -

(۳۲۰) - X ، ۵ - دلدار پاؤں ، ٦ - جو در غم زیستم غم خوار پایا ، ۱ - جولرزیدم زجاں ، ۲ - چو درد غم غم خوار ، ٤ - جو قربانش شدم ، م - چو در زندان غم غم خوار پاؤں ، ٦ -

چوور زیدم غمے، ۹ – چون در زندان غم، ۸ –

(۳۲۱) – × ، ۱، ۲، ٤، ٥ – تمامی روز و شب، م –

(۳۲۲) – × ، ۱، ۲، ٥ – اگر بردار ہے تیں ہمچوں منصور –

(۳۲۳) – × ، ۱، ۲، ٤، ٥ – جان دادن برستی، ٦ – نہ ترسی، ۹ – در برسی، ۳ – نہ رستی، ٦ – در بے برسی، ۹ – خود پرستی، ۸ – در سرشتی، ۸ –

(۳۲٤) – × ، ۱، ۲، ٥ – احقر ازین، ٤، ۱۰، م – نحوش آخر، ۳، ٦ – کنہوں، ۳، ٦، ۱۰ – بیدرد اس دکھ کی نجانی، ٦ – کھنو نے حدّ اس غم کی، ۸ – کسونے سار، ۹ – ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر ۳۲۵ کے بعد آیا ہے –

(۳۲۵) – × ، ۱، ۲، ٤، ٥ – بیا اے دلربا، ۹ –

نوٹ نمبر ۱ – ن ۲ میں شعر نمبر ۳۲۰ کے بعد یہ دو شعر مزید درج ہیں:

درین دنیا نہ کیجے آشنائی
که پچھتاونا پڑے جب ہو جدائی
قصہ سارا کہا گوپال افضل
که شد معشوق سوں عاشق کو واصل

نوٹ نمبر ۳ ۔ ن ۸ میں شعر نمبر ۳۱۴ کے بعد یہ اشعار آتے ھیں :

ولے فارغ ز درد عشق دل نیست
تن بیدرد او جز آب و گل نیست

ز عالم رویت آوردہ غم عشق
کہ باشد عالمے خوش عالمے عشق

غم عشق از دل کس کم مبادا
ولے بے عشق در عالم مبادا

فلک سرگشت از سودائے عشق است
چناں پُر فتنہ از غوغائے عشق است

اسیر عشق شو کازاد باشی
غمش در سینہ نہ تا شاد باشی

مئے عشقت دھد گرمی و مستی
دگر افسردگی و خود پرستی

اگر مجنوں نہ مے زین جام خوردے
کہ اورا در دوعالم نام بردے

ھزاران عاقل و فرزانہ رفتند
ولے از عاشقی بیگانہ رفتند

نہ نامے ماند از یشاں نے نشانہ
ندر دست زمان و آستانہ

بسا مرغان خوش الحان رفتند
که خلق از ذکر ایشان لب نه بستند
چو اهل دل زعشق افسانه گوید
حدیث بلبل و پروانه گوید
بگیتی گرچه صدکار آزمائی
همیں عشقت دهد از خود رهائی
متاب از عشق رو گرچه مجازیست
که از بهر حقیقت کار سازیست
بلوح اول الف باتا نخواند
بقرآن درس کردن کے تواند
شنیدم شد مریدے پیش پیرے
که باشد در سلوکش دستگیرے
بگفت از پا نشد در عشقت از جای
برو عاشق شو آنکه پیش من آی
که بے جام مئے صورت کشیدن
نیاری جرعهٔ معنی چشیدن
ولے باید که در صورت نمانی
وزین پُل زود خود را بگزرانی
چو خواهی رخت در منزل نهادن
نباید برسر پُل ایستادن

بحمد الله که تا بودن درین دیر
براہ عاشقی بودم سبک سیر
چو دایہ ناف من بے مشك دیدہ
بہ تیغ عاشقی نافم بریدہ
چو مادر بر لبم بستان نہادہ
بخوب خواری ز عشقم شیر دادہ

تصحیح : ۔ (۱) اشعار نمبر ۱۶۲ اور ۱۶۳ سہواً دوبارہ
نمبر ۲۳۶ اور ۲۳۷ پر درج ہو گئے ہیں ۔
اسطرح بکٹ کہانی کے کل اشعار کی
تعداد ۳۲۳ ہے ۔
(۲) اشعار نمبر ۶۱، اور نمبر ۲۳۵ کے پہلے
مصرعے یکساں ہیں ۔
(۳) اشعار نمبر ۱۵۸ اور نمبر ۲۲۳ تھوڑے سے
تغیر کے ساتھ یکساں ہیں ۔

نادر غزلیات حسن شوقی

مرتبہ

حسینی شاہد

نادر غزلیات حسن شوق

مرتبہ

حسینی شاهد

حسن شوق[1] کے نام سے هم جس شاعر سے واقف هیں، اس کا اصلی نام شیخ حسن[2] اور تخلص شوق تها۔ شوق کے حالات نہیں ملتے۔ ابن نشاطی نے پهولبن میں اس کا ذکر کرتے هوئے لکها هے:

حسن شوق اگر هوتا تو الحال
هزاروں بهیجتا رحمت منج اُپرال

اس شعر سے معلوم هوتا هے که پهولبن کی تصنیف (۱۰۶۶ ھ) کے وقت شوق کا انتقال هو چکا تها۔ سخاوت[3] مرزا نے مناقب شاہ حبیب اللہ بیجاپوری ابن احمد ابن خلیل، مولٰنا عبدالقادر کے حوالے سے انکشاف کیا هے که وہ شاہ حبیب اللہ کا مرید تها اور شاہ صاحب کا مادۂ تاریخ

---

(۱) مولوی عبدالحق نے حسن شوق (رسالہ اردو، جولائی ۱۹۲۹ء) اور ڈاکٹر زور (اردو شہ پارے ص ۱۰۲) اور نصیرالدین هاشمی نے (دکن میں اردو، ص ۱۹۹، چهٹی اشاعت) نے حسن نام بتلایا هے۔ (۲) سخاوت مرزا، رسالہ اردو، اپریل ۱۹۶۴ء، ص ۱۳، ۱۴ (۳) " " "

وصال ''قطب آخر زمان'' اسی نے نکالا تھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ شوقی نہ صرف محمد عادل شاہ کا ہم عصر تھا بلکہ اس نے سلطان ابراہیم عادل شاہ جگت گرو کا زمانہ بھی دیکھا تھا۔

شوقی ایک سیلانی شاعر تھا۔ وہ احمد نگر، بیجاپور اور گولکنڈہ کے درباروں سے وابستہ رہا ہے۔

مولوی عبد الحق نے سب سے پہلے شوقی کی مثنویوں، فتح نامۂ، نظام شاہ یا ظفر نامۂ نظام شاہ اور میزبانی نامۂ سلطان محمد عادل شاہ کا پتہ چلایا اور ان کے متعلق ایک تعارفی مضمون رسالہ اردو(۱) میں شائع کیا تھا۔ ان مثنویوں کے مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ کسی اور کتب خانے میں ان کا کوئی اور نسخہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا ہے۔

فتح نامۂ نظام شاہ میں اس فیصلہ کن لڑائی کا حال بیان کیا گیا ہے جو سلاطین دکن اور رام راج کے درمیان ہوئی تھی۔ دکن کی سیاسی تاریخ میں اس جنگ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ رام راج لڑائی میں مارا گیا اور اس کے سامراج کا خاتمہ ہو گیا۔

اس جنگ میں سلاطین دکن کوان کے اتحاد کی

---

(۱) رسالہ اردو، جولائی ۱۹۲۹ء۔ یہ مضمون ''قدیم اردو'' میں بھی شامل ہے ص ۷٤ تا ۹۲۔

وجہ سے کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ علی عادل شاہ، ابراھیم قطب شاہ، نظام شاہ اور برید شاہ نے میدان کارزار میں بے جگری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا تھا لیکن شوقی نے فتح کا سہرا نظام شاہ کے سر باندھ کر حق نمک ادا کیا ھے۔ یہ مثنوی شعر اور تاریخ کے حسین امتزاج کی وجہ سے دکنی ادبیات میں بڑی اھمیت رکھتی ھے۔

فتح نامۂ نظام شاہ کو اگر تاریخی اھمیت حاصل ھے تو میزبانی نامہ کو اپنے عہد کی سماجی اور تہذیبی زندگی کی آئینہ داری کی وجہ سے امتیاز حاصل ھے۔

سلطان محمد عادل شاہ کی ایک شادی اس کے وزیر مصطفی خان کی لڑکی تاج جہاں بیگم[1] سے ۱۰۴۲ ھ میں ہوئی تھی۔ میزبانی نامہ میں اس شادی کا ذکر ھے اور سلطان کی میزبانی، شہر گشت، مصطفی خاں کی مہمانی، جہیز کی تفصیل، جشنوں کی دھوم دھام، محلوں کی آرائش، آتش بازی کی کیفیت، دربار کی شان و شوکت اور تقریبوں کے اہتمام وغیرہ کا بیان بڑے دلکش انداز میں کیا ھے۔ اس مثنوی سے بیجاپور کا ایک عہد ھماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ھے اور اس عہد کی سماجی

---

(۱) محمد نامہ، کتب خانہ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ ص ۱۴۷ بحوالہ علی گڈھ تاریخ ادب اردو۔

زندگی، تہذیب و شائستگی، رسم و رواج، آداب اور رکھ رکھاؤ کا ہم براہ راست مطالعہ کر سکتے ہیں۔

شوق پُرگو اور قادر الکلام شاعر تھا۔ رزم اور بزم دونوں میدانوں میں اس نے اپنے جوہر دکھائے ہیں۔ مرقع کشی، واقعہ نگاری، منظر کشی اور جزئیات نگاری میں اس کا جواب نہیں۔ اس کی تشبیہوں اور استعاروں میں بڑی ندرت اور تازگی ہوتی ہے۔

وہ ایک کامیاب غزل گو بھی تھا۔ اس کے ہاں حدیث دلبری بھی ہے اور طلسم فن بھی۔ مولوی عبدالحق نے اپنے مضمون میں اس کی تین غزلیں نقل کی تھیں، جن کے مطلع یہ ہیں:

دلبر سلونے نین پر کھینچی ہے سوکا خوب تر
خطاط جیوں ماریا رقم چھندوں ٹاٹ کے صاد پر

کُھب کُھب رہی ہے من میں تیری زُلف کی کَھب کَھب
سج جیو کے گلے میں پڑیا ہے طوق غب غب

تج نین کا ماتا ہے جو اس جام سیتی کام کیا
تجھ زلف کا کافر اسے اسلام سیتی کام کیا۱

---

(۱) راقم کی بیاض میں یہ شعر اس طرح ہے:

تجھ حسن کا ماتا جو کوئی اس جام سیتے کام کیا
تجھ زلف کے کافر کنیں اسلام سیتے کام کیا.

سخاوت مرزا نے اپنے مضمون "قدیم ۱ اردو کی ایک نایاب بیاض" میں مزید دو غزلیں ۲ اور ایک نظم پیش کی ہیں:

تجھ مکھ کنول کنولے بدل جگمیں سو رنگ لالہ ہوا
تجھ زلف تھے اچھیا بھور دوجا بھونک کالا ہوا

جنسے تجھ برہ یا دکھیں جم‌نم کا جنم پکڑے
اونو نے حوض کوثر تے کھندی یکچل نتم پکڑے

ہمیں ہیں برھنی باولی پیٹے ہیں مے محبت کا
نہ کر ناصح نصیحت مجھ نہیں حاجت نصیحت کا

راقم الحروف کے ہاں دکھنی کی ایک قدیم بیاض ہے جس میں کئی معروف اور غیر معروف شعراء کا کلام محفوظ ہے۔ اس بیاض میں شوق کی چند غیر مطبوعہ غزلیں اور ریختیاں بھی ہیں۔ یہاں صرف پانچ غزلیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)

تیرے دسن ۳ ہور لعل کے اوصاف ہوے جب باغ میں
لالا دکھوں رویا رکت ٤ پکا ٥ ہیا ٦ انار کا

---

(۱) رسالہ اردو، اپریل ۱۹۵٤ء (۲) ان تین غزلوں کے علاوہ عبد الحق والی غزل نمبر ۱ میں تین شعر کا اضافہ کیا ہے (۳) دانت۔ (٤) خون (٥) کھلنا، شگفتہ ہونا، تار تار ہونا، پھٹنا (٦) دل۔

تیرے زُلف کے دام کوں زاھد کیھں تسبیح ھے
بھمن[1] کبھی سیوا بھی زنار ھے کفار کا

جس شہر میں بستا ھے تو سب جگ ھے اس کا معتقد
مومن کبھیں مکہ بھی کافر کتے ھیں دوارکا

تج زلف کا نسبت پیا سا تو سمندر سات بُند
خورشید یک گوھر اھے تج حسن گوھر بار کا

صورت منے[2] ھے بادشاہ سیرت مے درویش جوں
یوسف توں ھے کر کیوں کہوں پن[3] ھے توں یوسف سار کا[4]

عشاق کے مذھب منے قبلہ مجازی نیں روا
قبلہ حقیقت کا بھی دیدار تج دلدار کا

اے مشک بو ھندوی صنم عالم معطر ھو رھیا
تج طرۂ طرار میں نافہ اھے تاتار کا

تج خال ھے رخسار میں یا ھے بھنورہ[5] گلزار میں
یا مصر کے بازار میں زنگی کھڑا زنگبار کا

دل جام جم ھے شاہ کا "شوق" نہ کر اظہار کچھ
شاھنشہِ عادل[6] کنے حاجت نہیں اظہار کا

---

(۱) برھمن (۲) میں (۳) لیکن (٤) مانند (٥) بھونرا۔
(٦) محمد عادل شاہ۔

(۲)

لی ۱ دن ہوے سریجن۲ لکھ کر پتر نہ بھیجیا
کچ راز کی نشانی مجھ یاد کر نہ بھیجیا

رو رو صبح کیا میں تیری خبر کے آوے
باد صبا کے ہاتوں یکہ کہہ خبر نہ بھیجیا

برہا زہر پیا میں مرتا ہوا ہے میرا
دلبر طبیب آپیں امرت ادہر۳ نہ بھیجیا

خوباں کی انجمن میں لالن ٤ ہوا ہے ساقی
زملہ ٥ شراب ہمکوں یک جام بھر نہ بھیجیا

"شوقی" شکر شعر کی کھنڈیاں سوں بانٹتا ہے
طوطی طبع کوں میرے یک من شکر نہ بھیجیا

(۳)

تجھ گال کی سرخی انگیں یاقوت رومانی کدھر
تجھ اشک کے لالے انگیں لعل بدخشانی کدھر

تجھ زلف کے زنجیر تل ہے زرہِ داؤدی زبوں
ہور تجھ رتن حلقہ کنے مہر سلیمانی کدھر

میں یوسف ثانی تجھے سہواً کیا معذور رکھ
اس ماہِ نورانی کنے وو ماہِ کنعانی کدھر

---

(۱) بہت (۲) محبوب (۳) ہونٹ (٤) محبوب (٥) مصفا ، خالص ۔

تیری گلی کی خاک اس ترکیب شمس ہے اے قمر
اکسیر اعظم سامنے تو شادرِ کانی کدھر
"شوق" ہمارے عشق میں کئی زاہداں مشرک ہوے
اس مذہب کفار میں تیری مسلمانی کدھر

(٤)

جوبن سو قد سہاوے لٹکے جو دھن ١ انگں میں
دو پھول ریاں سوں ڈالے ڈُلتے ٢ ہیں جوں چمن میں
جب مانگ لا سنوارے موتی دسیں منارے
یا چاند سوں ستارے جھانکے ہیں شام گھن ٣ میں
راتے ٤ نین سو رنگ ٥ ہیں دو مست جوں مدن ہیں
کرتے اپس میں جنگ ہیں مکھ نور کے صحن میں
سوھتا ٦ الک ٧ سو کالا دُستا بھونگ ٨ بسالا ٩
بستا ہے کوڑ بنگالا تج نین کے انجن ١٠ میں
عشاق آنجوں ١١ جھوویں ١٢ سُد کھو دیوانے ہوویں
فرہاد مجنوں روویں یہ ناز سن کفن میں

---

(١) عورت ، محبوب (٢) جھومنا (٣) آسمان (٤) ڈورے دار ، مست (٥) خوش رنگ ، سرخ ، خوبصورت (٦) زیب دیتا ۔ (٧) زلف (٨) بھجنگ ، سانپ (٩) زہریلا (١٠) کاجل (١١) آنسو ۔ (١٢) بہائیں ۔

دیتا ہے تج الہی ناریاں کی بادشاہی
حوراں پریاں میں شاہی تیری ہے تربھون ۱ میں
"شوق" کی ہے پیاری ھنس ھنس کہے سو ناری
مشہور غزل تماری جوں سُور ہے ۲ گگن ۳ میں

(۵)

جاناں تجے جو دیک کر بُھو ۴ چھند بھری ۵ کتے ہیں
کوئی حور، کوئی پدمن، کوئی شہ پری کتے ہیں
تج زلف شب قدر میں جھمکیں سو رنگ عزارا
کوئی چاند، کوئی زہرا، کوئی مشتری کتے ہیں
تج نین کے انجن کوں ہو زاہداں دیوانے
کوئی گوڑ، کوئی بنگالا، کوئی سامری کتے ہیں
من ار فراق رویت رو رو سمند بھرایا
کوئی کنگ، کوئی جمنا، کوئی ساونوری کتے ہیں
جب عارفاں کی صف میں "شوق" شعر پڑیا ہے
کوئی خسرو ہلالی، کوئی انوری کتے ہیں

---

(۱) سورگ (بہشت) مرتبہ (دنیا) پاتال (دوزخ) مراد کائنات۔
(۲) سورج (۳) آسمان (۴) بہت (۵) عشوہ طراز۔

چند نادر دکنی رباعیاں

(سنہ ۱۱۹۹ ھ تک)

سیدہ جعفر

دکنی ادب میں دوسری اصناف سخن کے مقابلے میں رباعیاں کم ملتی ہیں ۔ اس کی ایک وجھہ غالباً یہ بھی تھی کہ دکنی شعراء کا رجحان زیادہ تر مسلسل اور طویل شعری کارناموں کی تخلیق کی جانب رہا ہے ۔ یہ صحیح ہے کہ دکنی ادب میں رباعیاں خال خال نظر آتی ہیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ان میں مختلف موضوعات اور متنوع اور رنگا رنگ مضامین سمٹ آئے ہیں ۔ دکنی رباعی کہیں نغمہ سرمدی ہے ، کہیں رندانہ سرمستی اور اٹکھیل ، کہیں پند و موعظت کا گراں بہا سرمایہ اور کہیں عشق کا اتھاہ سمندر ۔

دکنی کے رباعی گو شعراء نے اس صنف سے مختلف کام لئے ہیں :۔

(۱) کبھی رباعی مثنوی کے قصے کو آگے بڑھانے میں مدد دیتی ہے ۔ وجہی کی " قطب مشتری " میں اس کی مثالیں موجود ہیں ۔

(۲) بعض وقت دکنی مثنویوں میں کسی شخصیت کے پر زور تعارف کے لئے بھی رباعی کی صنف سے مدد لی گئی ہے ۔

مثلاً قصہ "اکر کل" میں جو منصور شاہ، طاؤس طناز، شہناز اور عسکری پہلوان کی مہمات عشق اور عیار بات کا ایک دلچسپ قصہ ہے، ناصر نے وزیر کے تعارف کے لئے مثنوی سے ہٹ کر رباعی کی مدد لی ہے۔

(۳) رباعی کبھی کسی مربوط اور مسلسل شعری تخلیق کے ارتباط کو برقرار رکھتی ہے تو کبھی قصے کی تکمیل کے لئے بھی استعمال ہوئی ہے۔ کبھی خیال کی موثر ترجمانی کے لئے تو کبھی بطور عنوان یا سرخی، مثنویوں میں لائی گئی ہے۔

(٤) بعض وقت کسی خاص تصور کی وضاحت کے لئے بھی رباعی سے مدد لی گئی ہے۔

(٥) دکنی ادب کے نثری کارناموں میں بھی رباعی کی صنف سے خیال کی پر اثر ترجمانی کا کام لیا گیا ہے۔ جہاں نثرنگار کو یہ احساس ہوتا ہے کہ کسی خاص موقعے پر نثر سے زیادہ نظم، بلند آہنگ، زوردار اور پر اثر ہو سکتی ہے، وہاں نثر میں بڑے سلیقے اور خوش اسلوبی کے ساتھ رباعی کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی بہترین مثالیں میراں یعقوب کی "شمائل الاتقیاء" اور وجہی کی "سب رس" میں ملتی ہیں۔

(٦) دکنی رباعیوں کے موضوعات اور اظہار کے پیکرون

میں بڑی ندرت ، تازگی اور دلفریبی نظر آتی ھے ۔ صنعت سوال و جواب غزل میں ایک خاص لطف اور دلکشی پیدا کر دیتی ھے ۔ بعض دکنی شعراء نے سوال و جواب کے انداز میں بڑی خوبصورت رباعیاں کہی ھیں ۔

(۷) رباعی میں جو زیادہ تر پند و موعظت اور اخلاق آموزی کے لئے استعمال کی گئی تھی ، دکنی شعراء نے عاشقانہ مضامین شامل کر کے اس میں ایک رنگینی ، شگفتگی اور نکھار پیدا کر دیا ھے ۔

ذیل میں چند نادر اور قدیم دکنی رباعیوں کے نمونے پیش کئے جاتے ھیں : ۔

فیروز شاہ بہمنی¹

تجھ مکھ چندا جوت دیے سارا² جیوں
تجھ کان پہ موتی جھمکے تارا جیوں
فیروزیؔ عاشق کوں ٹک یک چاکن³ دے
تج شوخ ادھر⁴ لب اھے شکر پارا جیوں

---

(۱) (الف) فیروزشاہ بہمنی فارسی میں عروجی اور فیروزی تخلص کرتا تھا ۔ « تاریخ دکن » میں پروفیسر عبد المجید صدیقی لکھتے ھیں «فیروزشاہ ادیب ھونے کے علاوہ اچھا شاعر بھی تھا ۔ عروجی اور فیروزی تخلص کرتا تھا » (صفحہ ۹۷)

(ب) « کلام الملوک » میں فیروزشاہ بہمنی کے تخلص کے بارے میں لکھا ھے « ابتداً عروجی تخلص کرتا تھا تخت نشین ھونے =

غواصی

پتلی کون تری نـاڑن جو برجیس رکھیا
مہتاب وہیں پاؤں پو آسیس٥ رکھیا
اس ناز بہری آنك٦ کی سنگار٧ بدل
سر مے کی نمن جیو کون میں بیس رکھیا

کہتی ہوں تسوں راست مین اے سروِ رواں
سچ مان که تجھ سا نه سَرُو وان هے نه یاں
آتش هے تَرا عشق اسی آتش کا
یو سور، سو شعله هے اگن٨ کا، یو دھواں

= کے بعد فیروزی تخلص رکھا » (صفحه ۱۰)

(ج) « دربار آصف » میں غلام صمدانی خان گوهر نے بهی فیروزشاه بهمنی کا تخلص فیروزی هی بتایا هے وه لکھتے هین : ـ « سلطان کو تمام علوم مین دخل تها شعر بهی کهتا تها ـ عروجی اور فیروزی تخلص تها » (صفحه ۳٦)

(د) پروفیسر عبد المجید صدیقی نے فیروزشاه بهمنی کے کلام کا جو نمونه دیا هے اس میں یه شعر بهی موجود هے ـ ملاحظه هو صفحه ۱۰۷ ـ

فیروزی قامت ورخسار آن خورشید تابان را
ز سرو و لاله می سنجد که بیند امیتازش را

(۲) فولادی آئنه . (۳) بوسه . (٤) هونٹ (٥) سر (٦) آنکھ (۷) سنگار (۸) آگ .

قدرت نہیں جو نَفَس کوں میں رام کروں
کیا آپس رکھے زھد سوں بد نام کروں
کالیك سینے کی دھوے جس میں نہ ھوئی
خورشید کے چشمے کوں اگر شام کروں

عاشق کو اھانت نہ کر اندیش کوں دیکھ
باطن میں ھے جیوں شیر، نہ اس میش کوں دیکھ
جس ھات پکڑ عشق سر افراز کیا
سلطان کو اس جان، نہ درویش کوں دیکھ

اے یار اگر ساچ[1] توں میرا ھے شریك
یو من اے تج دل پٹی[2] او بے سیك[3]
توں دور نہ ھو اھل صفا کے در تھے
جن دور نٹیں اس در تھے خدا سوں ھے نزیك[4]

ھے عشق اگر توں تو نکو میلی[5] ھو
کر عشق ھوئے پاك تو توں چھیلی[6] ھو
بھر نین کی بدلیاں منے[7] انجھواں[8] کا تیل
جا یار کے بازار میں توں تیلی ھو

(۱) سچ (۲) سبق (۳) جس کو ھدایت نہ ملی ھو (٤) نزدیك.
(٥) میل رکھنے والا. کسی کو دوست بنانے والا (٦) چھیلا
(۷) میں (۸) آنسوؤں.

دی ختم نبوں کا خدا تاج تجھے
بخشا ہے دو عالم کا جتم راج تجھے
یک توج ٦ تو لامکان کا مُلک لیا
ہونے کو فلک فلک پہ معراج تجھے

اے تجھ، تو ولی حق سوں اچھے نت ھمراز
درگاہ تری قبلہ ارباب نیاز
مخدوم توں میرا، تو ترا خادم مَیں
کر بندہ نوازی سوں مجے سر افراز

یکدم بی ١ جو حق یاد میں نٹس سارپا ٢ ہے
بازی توں آپس عمر کی سب ہارپا ہے
جاں کدنی دنیاں کے جو پانے کوں کیا
جوں کھود کے ڈونگر ٣ تو چوا ٤ مارپا ہے

دن کٹے پیچھے ٥ مہاں کوں گرفتاری کیا
پھر گھر لینے ءلم کے دل آزاری کیا
بت نا رہے کر عمر ھزاری ہو مقیم
آخر توں بسا سو کے تیری یاری کیا؟

دنیاں نے جو دھن پائے توں اے یار عزیز
ہے مرد تو کھانے کا کر رس کوئی ٧ چیز

(١) بھی (٢) گزارا (٣) پہاڑ (٤) چوھا (٥) بعد (٦) توجی (٧) رسیلی۔

دنیاں ہو نکو کہ ہو بخیلاں نے بات
مشاطہ کرے گا جو اگر سٹ ہوئی چیز

مہرباں سوں میں یک دیس ہوچھا پی کہنہ ۱
کم کم کی ۲ تمن مہر دِسے روزینہ
بولیا کہ تم نئیں مہر پچھن ۳ کیسے ہیں
ملتیچ ۴ رہاتے ہیں ہمارا سینہ

واجب نہیں پر دھن ۵ کوں دیکھت ہونا مور ۶
نس پر توں بڑا دھیٹ ۷ ہونا کرنا شور
ہنستا ہوں میں اس بات پو ہے بات وہی
جیوں مال پرائے کے اوپر مرنا چور

تجہ زلف کے ماراں کوں چوکانا ۸ مشکل
اس پیچ بھری سوں پیچ کھانا مشکل
دیکھو تو نظر میں کیوں نہ اندر کا پری
ہے سانپ انگے ۹ دئیے جلانا مشکل

دیکھیا سو تری عارض نورانی کوں
پکڑیا ہوں ادک ۱۰ دیپ کی حیرانی کوں

---

(۱) کہنا (۲) کیوں (۳) پہچانتا (٤) ملتے ہی (۵) غیر عورت۔ (٦) استعارتاً مست ہونا (۷) بیباک، نڈر (۸) بچ نکلنا، دکنی میں اب بھی چوکائی دینا مستعمل ہے (۹) آگے، سامنے (۱۰) ادھک: زیادہ۔

گھابر۱ ھوئی رونے پویاں آ کر انکھیاں
دو پریاں ھیں مل کے ایك سامانی کون

ھلکیا۲ سو میں دیك او دھن۳ ابروساں
مجہ پی نے پکڑ نئیں کے مجہ دل کے نشاں
مکھ موڑ کے سب پھول چلے سینہ آہ
کیوں تیر دیکھو مار چھپانی ھے کماں

خوباں سو بہوت بات کئی جاتی نئیں
نازك ھے اتی طبع کون حوش آتی نئیں
کاں۴ ان کون ھنسی ہو یاد رکھنے کا دماغ
سچ ، پھول میں جا باس رھنے پاتی نئیں

خوبی نئیں یکتل یہ تیرے کس ھت میں
ھردے۵ کوں توں پھر سان نہ کر عزت میں
آخر وھی انپڑے۶ گا تجے بے کم و بیش
اول جو لکھیا ھے سو تیری قسمت میں

خوباں منے۸ بیٹ۹ توں بسر کوڑیاں کوں
سن دیك اپس بانٹ لینا کوپیاں۱۰ کوں

(۱) پریشان (۲) چھیڑ کر بات کرنا (۳) عورت (٤) کہاں (٥) دل .
(٦) ھاتھ آئے گا (۷) میں (۸) بیٹھ (۹) پھول (۱۰) کوپیوں .

مجلس میں جواناں کی دسے مسخرہ باك
هووے توں بوڈا۱ مرد، ننہیاں چھوریاں۲ کوں

دنیاں۳ سوں نکو کھیل کے پُر درد منیں
جن داؤ میں سڑیا سو ملیا گرد منیں
یو سب درشن جیو۴ کے نا کھلی۵ راز
پهانسی نه دلا جگ کی چپ اس فرد منیں (؟)

کم ذاتوں کو جب کام پڑا سات روئے
د لهلانے اوسی وقت اپس ذات روئے
جوں در نشه هو مگن پیوئے توں شراب
هوی دل میں سو دسے مکھ تے۶ بری بات روئے

میران یعقوب

یك رات نه سوؤں تیری صحبت کے سُکوں۷
اور دوسری رات سوؤں نه بچھڑے کے دُکھوں
تجه درد سوں بیدار رهیتا هوں دن و رات
پن۸ فرق هے بیداری میں دونوں راتوں

جب کم نه تهے تب بیچ هم هیں بولا
اسرار پوشیده تهے سو تمام میں کهولا
تها میں هی سنیا۹ میں کاں اتها میں واں
میں بن نهیں کوئی میں سنیا میں بولا

---

(۱) بوڑها (۲) ننهی چھوریاں (۳) دنیا (٤) دل (٥) نهیں کهلتا
(٦) سے (۷) سکھوں (۸) لیکن (۹) شونیا : عدم .

جب دوست کوں ڈھونڈنے چلے مردانے
چلے قدم اپنے سوں ہوئے بیگانے
ستاو و نہیں علم توں ہوتاں موندی (؟)
لیتا وہ نہ تھا عقل ہوئے دیوانے

علی عادل شاہ "شاہی"

مُج[۱] باج[۲] سکی[۳] کس سوں ترا میل نکو
مل غیر سوں ہر گز توں کد ہیں[٤] کھیل نکو
لٹ پٹ جو نپٹ ہوں تو تجے بھور[٥] بھل
اے جیو کی کڑی[٦] ہات[۷] رے مج ٹھیل[۸] نکو

پیاسے کے لگا موں کوں چھنو جام نکو
جونے[۹] پو سٹ[۱۰] یک بوند ہو بدنام نکو
کئی دن گئے پچھن[۱۱] دیئی سو یک بوسہ ادھار
لے او توں ، پھر رکھ مجہ پو ترا وام نکو

خواص خان

یو نقش بجا دل کوں سٹیا[۱۲] کونے میں(؟)
اس غم سوں گیا وقت منجے رونے میں
غفلت میں پڑیا عمر گئی سب هیہات
جوں رات گئی مفت بسر سونے میں

---

(۱) میرے (۲) بغیر (۳) سکھی (٤) کبھی (٥) صبح (٦) تخت دل ۔
(۷) ہاتھ (۸) ڈھکیل (۹) لباس (۱۰) گرا کر (۱۱) پیچھے (۱۲) پھینکا.

ھشیار سنبال آپ۱ کون دنیا ھے بُوری۲
اول یو بھولاتی، پیچھے کرتی کھوری۳
بولے ھیں بزرگاں سو یو تمثیل سچ ھے
کیا مار لینا پیٹ میں سُنّے۴ کی چھوری۵

سمجھے ھیں اے خوب یو دنیا ھے بوری۲
انی۶ کوں اسے حژتك کرنے کوں کھوری۳
موں۷ پر سو میٹھی دل میں گلے کا خنجر
دھرتی ھے آرا دیکھو شکر کی چھوری۱۵

علی پیر

اس کی کنہ ذات میں اھے عقل ملول
ھے نسبتِ ھستی منے روشن، توں نہ بھول
ماھیت مخفی تو نا ظاہر دیسے
ظاھر منے دیکھے تو دسے مخفی مول

---

(۱) سنبھال (۲) بری (۳) برا (۴) سونے (۵) چھری. (۶) نوك (۷) منہ۔

مفتون

تجھ پاس نہ کچھ متاع دنیا مفتون
نہ حشمت دین نہ جاہ دنیا مفتون
کہنے کو تو جو ایک دل سو تجھ سے ہے پھرا
پھر کیوں ہے یہ عشق کی تمنا مفتون

ضیاء الدین پروانہ

پروانہ و شمع کی کہانی اپنی
کم کٹتی نہیں ہے زندگانی اپنی
آخر کہیے یہ کہ رات گئی دن نکلا
پیری آئی گئی جوانی اپنی

مرزا داؤد

ہم وصف علی میں جینا یادی دیکھے (؟)
آلائش کثرت سیں[1] جدائی دیکھے
دیکھا دیکھا جدا نہ دیکھا واللہ
در پردہ ہم بندے کی خدائی دیکھے

---

(۱) سے -

اسد علی خاں تمنا

نظارہ اگر چشم خماری نہ ہوا
زخمی پلکوں کا جو تماری[2] نہ ہوا
ہے جنبش مژگاں میں دلِ بسمل آہ
اُوچھا سا ہوا یہ تیر کاری نہ ہوا

محمد باقر آگاہ

کھیر: ہے عجب حیرت سرشار مجھے
دن ہو گیا مانند شبِ تار مجھے
پندار خودی کیا دل افگار اگر
بِن لطف ترے کوئی نہیں یار مجھے

(۱) تمھاری -